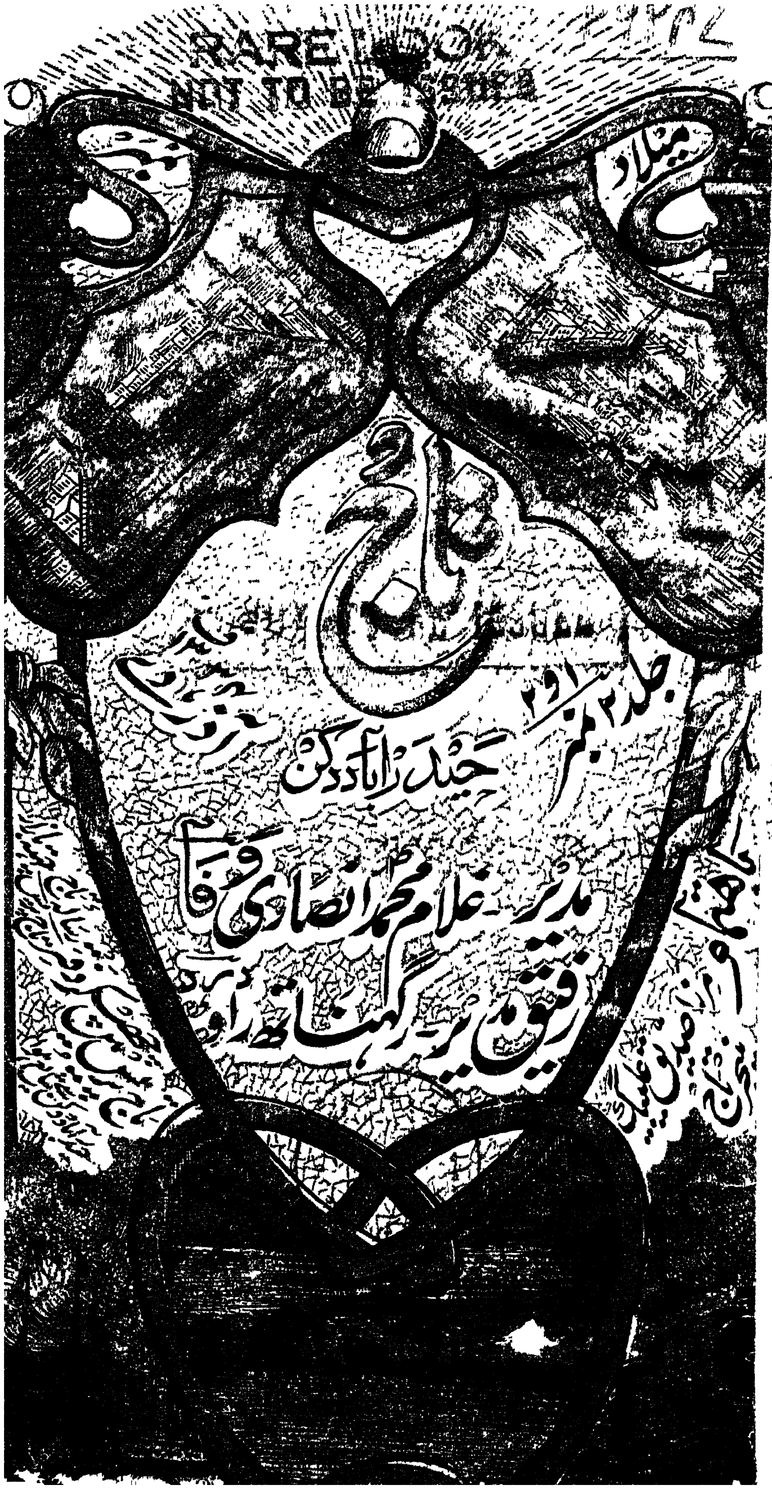


جلد ۲ نمبر ۱ و ۲
حیدرآباد دکن
مدیر - غلام محمد انصاری وفا
رفیق مدیر - رگھناتھ راؤ درد

تاج کے واجب العمل قواعد

(۱) **تاج** - ہر ماہ الٰہی کے اواخر میں ۴۴ صفحہ پر علاوہ ٹائٹل پیج شایع ہوتا ہے چونکہ رسالہ بذریعہ سرٹیفکیٹ آف پوسٹنگ بھیجا جاتا ہے - اسلئے یقین ہے کہ پرچہ نہ پہنچنے کی شکایت نہ ہوگی اگر کوئی رسالہ نہ پہنچے تو ہر ماہ الٰہی کی دس تاریخ کے بعد ناظم صاحب ٹپہ (جنرل پوسٹ ماسٹر) کے پاس شکایت پیش کرکے ذریعہ مثنی اذفتر تاج کو اطلاع دیجانے پر دوسرا پرچہ بلاقیمت روانہ کیا جائیگا -

(۲) **تاج** - کی قیمت عوام سے للعہ سالانہ ششماہی سے سہ مع محصولڈاک مقرر ہے - نمونہ کا پرچہ بغیر ۲ ۱ ار کی وی پی کی اجازت کے نہیں روانہ کیا جاسکتا - ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے قیمت بہ سکۂ عثمانیہ - اور بیرون کے لئے بہ سکہ کلدار - اولوالعزم ادب نواز حضرات کی قدردانی مانع حد نہیں -

(۳) **تاج** - کی خریداری کا حساب اسی ماہ سے شروع ہوگا جس ماہ میں کہ درخواست خریداری بھیجی گئی ہو گزشتہ پرچے (اگر دفتر میں موجود ہوں تو) عندالطلب روانہ کئے جاسکتے ہیں -

(۴) **تاج** - کے جملہ مضامین نگار اصحاب اپنے مضامین بخط صاف تحریر فرمائیں ورنہ پڑھنے کی وقت کے علاوہ غلطی کا بھی احتمال ہے - **تاج** - کو مذہبی چھیڑ چھاڑ اور سیاسی بحث سے کچھ سروکار ہے اور نہ ہوگا

(۵) **تاج** - میں جو مضامین شائع نہ ہوں - خرچہ ڈاک وصول ہونے پر واپس کردیے جائیں گے جوابطلب امور کے لئے ٹکٹ نیم آنہ آنا لازمی ہے - ورنہ عدم جواب کی شکایت بے فائدہ

(۶) **تاج** - کے متعلق تمام خط وکتابت وترسیل زر بنام غلام محمد انصاری وفا مدیر رسالہ تاج مالک و مہتمم تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن ہونی چاہیئے

نرخنامہ اشتہارات تاج

اگر آپ اپنے تجارتی اشتہارات کو موزوں و مناسب طور پر پبلک تک پہنچانا چاہتے ہوں تو تاج سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں مل سکتا ٹائٹل کے صفحات کا نرخ حسب ذیل نرخ سے ڈیوڑھا لیا جائیگا

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	¼ صفحہ	تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	¼ صفحہ	فحش اور شرمناک اشتہارات
۱۲ مرتبہ	ـه	صه	سه	۳ مرتبہ	بـه	صه	سه	تاج میں شائع نہ ہونگے
۶ مرتبہ	رعـه	عـه	ععه	۱ مرتبہ	للعـه	ـه	سه	انکی نسبتاً احتراز کیا جائے

فہرست مضامین تاج میلاد نمبر جلد ۲ نمبر ۱۱ ، ۱۲

آذر ، دے ۱۳۳۴ف

اکٹوبر نومبر ۱۹۲۴ع

بزمِ تاج

ناظرینِ کرام! میلاد نمبر والدہ محترمہ خادم مدیر تاج کی شدید علالت اور ان کے انتقال پُرملال کے ناگوار حادثہ کی وجہ سے بہت دیر میں شایع ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے کا نمبر بھی دیر میں شایع ہوا تھا اور وجوہ تاخیر ہم نے ظاہر کر دیئے تھے۔ بار بار اپنے مصائب کا اظہار بقول ع "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" ایک ناخوش کن امر ہے۔ مدیر کی یہ سعی ہوتی ہے کہ رسالہ وقت پر نکلے تاکہ ناظرین کو انتظار کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔ مگر خاص مجبوریوں سے تاخیر ہو جایا کرتی ہے فالمجبور معذور والعذر عند کرام الناس مقبول۔ امید ہے کہ ہماری مجبوریوں کا خیال فرما کر ناظرین کرام ہم کو معاف فرمائیں گے۔

الحمد للہ کہ میلاد نمبر گو دیر میں شایع ہو رہا ہے۔ لیکن ہم کو توقع ہے کہ اپنے محاسن ظاہری و باطنی کے لحاظ سے ناظرین کرام کو بیحد خوش کر دیگا اور ان کو جو تاخیر کی زحمت گوارا کرنی پڑی ہے اسکو مسرت سے بدل دیگا۔ ہم اپنے رسالہ کی ستایش نہیں کر رہے ہیں بلکہ یہ امر واقعی کا اظہار ہے۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمالیں گے کہ ہم کو اس بیش بہا تحفہ کے پیش کرنے کے لئے جو قریب قریب تین نمبر کی ضخامت وہ بھی چھبیس سطری کتابت میں ہے۔ سو صفحات سے زیادہ کے مضامین جمع کئے گئے ہیں کیا کچھ محنت اور مصارف نہ اٹھانے پڑے ہونگے۔ اتفاق سے **میلاد نمبر** میں جو مضامین نظم و نثر درج ہیں انکے متعلق ہم ذیل میں مختصراً اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں امید ہے کہ ناظرین کرام کو بھی ان سے اتفاق ہوگا۔

کلام الملوک ملوک الکلام - یہ خوش بختی ہے کہ آتا قہ سر رسالہ محی الملۃ والدین سلطان العلوم تاجدار دکن حضرت اقدس و اعلیٰ اعلیحضرت حضور پُرنور خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کا کلام بلاغت نظام ہے۔ مگر اسکے متعلق ہمارا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ عنوان کلام خود ظاہر کر رہا ہے کہ کس کا کلام ہے اور کیا کلام ہے اور جس مستغنی عن الصفات کے اوصاف حسنہ میں ایک جہاں رطب اللسان ہے اس کا اظہار خورشید کو مشعل دکھانا ہے" آفتاب آمد دلیل آفتاب" ہم کو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنا چاہیئے کہ ایسے حکیم السیاست خسرو نامدار کا عہد معدلت مہد ہم کو نصیب ہوا ع سزد گر بدورش بنازم چناں چو سید بدوران نوشیرواں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ رسالہ تاج کا دور جدید اس جہاں پناہ کے جشن سالگرہ مبارک کی تقریب میں ۱۳۴۲ھ سے طبع و شایع ہو رہا ہے اور ملکی رسائل میں ظاہری و باطنی خوبیوں سے جو امتیاز اس رسالہ کو حاصل ہے وہ محض اپنے شاہ جم جاہ کے ساتھ ارادت و عقیدت کی برکت ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ ہم کو آئندہ اپنے شاہ عالم پناہ کا کلام بلاغت نظام میسر ہوتا جائیگا تو اس کا اندراج ہم اپنے رسالہ کے حق میں باعث سعادت و برکت سمجھینگے اور اس کو آتا قہ سر رسالہ سمجھکر فخر کریں گے۔

نعتِ محبوبِ خدا - ایک پاکیزہ نعتیہ نظم ہے۔ ناظم الاخلاق مولانا سید غلام مصطفے صاحب ذہین مدظلہٗ سے ہمارے معزز ناظرین بخوبی واقف ہیں پس مزید تعارف کی کوئی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ - مولانا علامہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی حسرت پروفیسر عثمانیہ کالج علمی مضمون نگاری میں ایک اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں۔ آپ کی اعلیٰ قابلیت یہاں کے طبقہ علما میں مسلم ہے۔ آپ کا یہ مختصر سا مگر محققانہ مضمون قابل دید و لائق تحسین ہے۔ اس قسم کے مضمونوں کی عبارت میں انشا پردازی بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن آپ میں یہ خوبی ہے کہ آپ کا طرز ادا نہایت دلچسپ ہوا کرتا ہے اور اس قسم کے مضمونوں میں تصوف کی چاشنی ضرور ہوتی ہے یہ اس لئے کہ آپ کو معارف و حقائق میں انہماک رہتا ہے کلمہ طیبہ کے ہر دو جز کے شواہد ہندو، مجوسی، یہودی وغیرہ مذاہب سے جو دئے گئے ہیں ان سے آپ کا پایۂ تحقیق ظاہر ہوتا ہے۔

ظہورِ نور میں سرور دو عالم کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک ہے۔ یہ مولانا محمد عبد المقتدر صاحب صدیقی متخلص بہ فضل کا مضمون ہے اور اعلیٰ انشاء پردازی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ مضامین نظم و نثر لکھنے میں نہایت مشاق اہل علم عربی فارسی

اُردو کی اعلیٰ قابلیت رکھنے کے علاوہ تینوں زبانوں کے ممتاز مضمون نگار ہیں۔ خاتمہ مضمون پر آپ کی دربارہ خیالات پیش کئے جو نہایت ہی اچھی ہیں۔

(۵) **نعت مبارک** ۔ نہایت فصیح کلام ہے ۔ ہر شعر سے ناظم کے حُبِّ حبیبِ خدا کا پتہ چلتا ہے ۔ اس طرح نعتیں کہتے رہیں تو توقع ہے کہ مولانا فضل صدیقی نظم و نثر کے ہر دو مضامین سے اس رسالہ کی زینت بڑھاتیں گے۔

(۶) **نعتیہ قبول** ۔ عمدہ نظم ہے ۔ دیارِ یثرب کی تعریف دلچسپ طرز ادا میں کی ہے مولوی ابو الفیض فیاض صاحب مضامین نظم و نثر ایک عرصہ سے لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ۔ نظم کو ملاحظہ فرما کر امید کہ ناظرین کرام ضرور داد دیں گے ۔

(۷) **ثبوتِ خاتم النبیین** ۔ ایک مبسوط مضمون ہے ، ختم نبوت کے متعلق جس تفصیل سے لکھا گیا ہے ، اور جو مواد پیش کیا گیا اُن سے مضمون نگار کی تحقیق کا انکشاف ہوتا ہے ۔ یہ مضمون اور اسکے علاوہ دو مضامین بعنوان ختم نبوت و خاتم الانبیاء مولوی محمد عبد الرب صاحب کوکب مدیر رسالہ آمالیق و مولوی محمد حسام الدین صاحب فاضل عبد الرحمن صاحب کے نام سے اسی میلاد نمبر میں شائع ہو رہے ہیں ۔ مولوی محمد عارف صاحب معتمد جشن میلاد النبیؐ سکندرآباد کے عطیہ سے جو جشن میلاد النبیؐ سکندرآباد کے لئے لکھوائے گئے تھے ۔ آخر میں حسب رائے پروفیسر مولانا محمد وحید الدین سلیم (عثمانیہ کالج) جناب غلام غوث صاحب کو مضمون ثبوت خاتم النبیین کے صلہ میں ایک تمغہ طلائی دیا گیا تھا ۔ پروفیسر صاحب موصوف نے اس مضمون کے متعلق یہ رائے دی تھی کہ " میں نے تمام مضامین کو بغور پڑھا بعض مضامین کی زبان درست نہیں بعض کا استدلال عمدہ نہیں کسی مضمون کی ترتیب اچھی نہیں ۔ کسی مضمون سے بے پروائی یا قلتِ معلومات کا اظہار ہوتا ہے ۔ تاہم نو مضمون منجملہ چوبیس ۲۴ مضامین کے ایسے تھے ۔ جو اول نظر میں آخری انتخاب کے لئے چن لئے گئے تھے ۔ یہ نو مقالے سب اوپر رکھے گئے ہیں ۔ ان سب پر غور کی ۔ نظر ثانی ڈالنے کے بعد میری یہ رائے ہے کہ یہ مضمون جس پر حرف ط لکھا ہے اور جس کی پشت پر یہ رائے لکھی جا رہی ہے سب سے بہتر ہے ۔ اس میں معلومات کی فراہمی کاوش اور محنت سے کی گئی ہے ۔ عبارت میں جزالت ۔ استدلال میں قوت ۔ بیان میں حسن ترتیب اور طرز تحریر میں متانت سے کام لیا گیا ہے میں اس مضمون کو تمام مضامین پر مجموعی لحاظ سے ترجیح دیتا ہوں اور اس قابل سمجھتا ہوں کہ اسکو مستحق انعام قرار دوں " ہم مولوی محمد عارف صاحب معتمد جشن میلاد النبیؐ سکندرآباد کے شکر گزار ہیں کہ میلاد نمبر کے لئے ایسے عمدہ مضامین ہمیں عنایت فرمائے ۔

(۸) **رُباعیات** ۔ مولانا امجد فی زمانہ اُردو فارسی رباعیات لکھنے میں استاد ہیں ۔ ان کی نظیر کی ہم مدت سے تلاش کر رہے ہیں مگر نہیں ملی ۔ اکثر رباعیات میں تصوف کا رنگ ہوتا ہے اس رسالہ میں دو ایک جگہ اور بھی آپ کی رباعیات ہیں جو قابل دید و لائق داد تحسین ہیں ۔

(۹) **جذباتِ تسنیم** ۔ نعتیہ نظم خوب کہی ہے ۔ یقین ہے کہ ناظرین کرام اس کو پڑھ کر محظوظ ہونگے ۔

(۱۰) **ماہِ مولود** ۔ مولوی سید قطب الدین علی صاحب تسلی بھی دکن کے ممتاز شاعروں میں ہیں رباعی ، غزل ، نظم لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ولادت باسعادت سے متعلق رباعیات قابل تحسین ہیں ۔

(۱۱) **مصرمیں میلاد النبیؐ** ۔ مولوی علی شبیر صاحب ایک لائق مضمون نگار ہیں آپکے اکثر مضامین محققانہ ہوتے ہیں چنانچہ مضمون ہذا اس کی بین شہادت دیتا ہے ۔

(۱۲) **رباعیاتِ قتیل** میں ایک ایسی رباعی ہے جو صنعت غیر منقوط ہونے کی وجہ سے شاعر لائق آفرین ہے ۔ اور دوسری رباعیاں بھی لائق تحسین ہیں ۔

(۱۳) **مدینے کا چاند** ۔ جناب مولوی محمد سلیم الدین صاحب وکیل کا قابل تعریف مضمون ہے ۔ آپ مضامین نظم و نثر خوب لکھا کرتے ہیں ۔

(۱۴) **امامِ تمدن** ۔ جناب فضل اللہ احمد صاحب کا قابل قدر مبسوط مضمون ہے جس میں آپ نے آنحضرت صلعم کو تمدن و تہذیب کا بھی امام تسلیم کرنے کے لئے مکمل بحث کی ہے ۔ ہم صاحب موصوف کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے میلاد نمبر کے لئے ایک بہترین مضمون مرحمت فرمایا ۔

(۱۵) **محامدِ شفیع المذنبینؐ** ۔ جناب فیاض کی رباعیاں ہیں ۔ جو قابل تعریف ہیں ۔

(۱۶) **تذکرۂ محمدی** مختصر سا تذکرہ ہے ۔ جناب ناہید نے دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہے ۔ لائق تحسین ہے ۔

(۱۷) **آنحضرت کا سلوک بچوں کیساتھ** اہلیہ صاحبہ نصیر الدین صاحب ہاشمی کا یہ مضمون اگرچہ مختصر سا ہے لیکن ایک خصوصیت کے باعث بڑا ہے اور عورتوں کو سنانے کے قابل ہے ۔ اکثر عورتیں بچوں کیساتھ ناشفقانہ سلوک کر کے انکو ضدی اور شوخ و گستاخ بنا دیتی ہیں انکی درگزر کرنے کے قابل باتوں پر بھی مار پیٹ کرتی ہیں انکو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا غیر بچوں کیساتھ کیسا سلوک تھا اور ہم اپنے بچوں کیساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں ۔

(۱۸) **نورِ محمدی** ۔ جناب خواجہ محمد شعیب صاحب نے ولادت باسعادت پر خوب مضمون لکھا ہے ۔ انکے ہم ممنون ہیں ۔

ختم نبوت - جناب مولوی محمد عبد الرب صاحب توفیق مدیر رسالہ آنانیت سے علمی دنیا اچھی طرح واقف ہے آپ عالمانہ مضامین لکھا کرتے ہیں [illegible] ختم نبوت کے متعلق آپ کے پیش کردہ دلائل بھی قابل دید و لائق داد ہیں۔

[illegible] - جناب مولوی محمد عبد الرحیم صاحب کاتب کا نعتیہ کلام خوب ہوتا ہے آپ ایک لائق اور کہنہ مشق شاعر ہیں ہم اس نعتیہ نظم کی داد دیتے ہیں۔

صبح امید - جناب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی بھی ایک لائق مضمون نگار ہیں انکا یہ مضمون بھی نہایت اچھا ہے آپ کا حق اسلام میں [illegible] اپنی [illegible] اکثر اخبارات میں [illegible] لکھتے رہتے ہیں۔ غرض مسلم ایک بہترین نظم ہے جس کا مطالعہ ناظرین کو محظوظ [illegible]

[illegible] - جناب مولوی محمد حسام الدین صاحب فاضل ایک فاضل مضمون نگار ہیں ختم نبوت کے متعلق یہ تیسرا مضمون ہے اس میں بھی [illegible] نے دلائل و براہین عمدہ پیش کیے ہیں۔

[illegible] - جناب سید عبد العزیز صاحب تحریر کا یہ نعتیہ کلام بھی قابل ستائش ہے۔

[illegible] ثواب - حضرت مولانا محمد نادر علی صاحب برتر ایک بلند پایہ شاعر ہیں آپ کا تعارف ناظرین تاج سے ہم قبل ازیں کرا چکے ہیں آپ کا [illegible] شاعری میں بہت برتر ہے۔ آپ کا یہ نعتیہ کلام درحقیقت صد تحسین و آفرین ہے جس کیلئے ہم آپ کے ممنون ہیں۔

ربیع الاول - مولانا یکتا شاعر یکتا ہیں۔ ناظرین تاج سے ہم آپ کا تعارف بھی کرا دیا ہے آپ کے اس کلام نعتیہ کی ہم داد دیتے ہیں۔

المعراج - حضرت توفیق صاحب مرحوم دکن کے ایک نازک خیال شاعر گذرے ہیں آپ کی طبع رسا مشکل پسند واقع ہوئی تھی آپ کے اشعار میں غالب و مومن کا رنگ پایا جاتا ہے۔ آپ کی یہ نظم مطالعہ فرما کر یقین ہے کہ ناظرین حظ وافر حاصل فرمائیں گے۔

شفیع المذنبین - خوب نظم ہے۔ جناب سید حشمت اقبال صاحب فیاض نے لکھی ہے ؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش [illegible] ابو الفیض ہوں۔ یا سید حشمت اقبال کی نرالی ترکیب کا نام ہمارے خیال میں تو ایک ہی [illegible]

[illegible] - مولوی سید محمد حسین صاحب آزاد سے بھی علمی دنیا ناواقف نہیں ہے۔ آپ اکثر نظمیں حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے رنگ میں اور خوب لکھتے ہیں اور اچھی تقلید کرتے ہیں۔ یہ نعتیہ کلام پڑھکر ہم بہت محظوظ ہوئے ناظرین بھی یقین ہے کہ لطف حاصل فرمائیں گے۔

سرور دو عالم - جناب شیخ ظہور الحق صاحب سکوت کی یہ نعتیہ نظم بھی لائق تحسین ہے۔

مسدس نعتیہ - جناب امیر ہاشم علی صاحب صفوی نے خوب مسدس لکھا ہے اور مسدس کے لئے جو بحر اختیار کی ہے وہ بھی دلآویز ہے۔

[illegible] - مولوی ابو المعنی سید نجیب الدین صاحب تجلی بھی ایک مشہور شاعر ہیں۔ یہ نظم خوب لکھی ہے یقین ہے کہ معزز ناظرین بھی اسکی داد دینگے۔

نعت مبارک - جناب محمد غوث محی الدین صاحب فاضل نے فارسی میں حضور انور کی تعریف کی ہے۔ مسلم ہے کہ فارسی زبان شیریں ہوتی ہے اور مضمون ہے نعت کا۔ نور علی نور۔ طبیعت محظوظ کیوں نہ ہو۔

یہ میلاد نمبر عجلت میں مرتب اور طبع ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اسمیں اغلاط کی زیادتی ہو۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام میری پریشانیوں کے نظر کرتے چشم پوشی فرمائینگے۔

مدیر

گزشتہ نمبر میں ایک مضمون بعنوان "تفسیر حسن و عشق" خواجہ محمد شمعون صاحب شبنم لکھنوی کے نام سے تاج میں چھپا ہے جسکی نسبت مسٹر [illegible] نے مجھے توجہ دلائی ہے کہ یہ مضمون کتاب روح ادب مصنفہ جناب جوش ملیح آبادی سے لیا گیا ہے چنانچہ امین صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ [illegible] جو مضمون تفسیر حسن و عشق کا ہے جسکو خواجہ محمد شمعون صاحب شبنم لکھنوی نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اسکی اصلیت کو ظاہر [illegible] صاحب مضمون نگار کی حق تلفی نہ ہونے پائے یہ دونوں مضامین مصور جذبات شبیر حسین خانصاحب جوش ملیح آبادی کی کتاب مطبوعہ روح ادب صفحہ ۱۰ پر موجود ہیں۔ امید ہے کہ آپ جلد رسالہ تاج میں فرما دینگے" امین صاحب نے اسکی نسبت اور بھی بہت کچھ لکھا ہے اور شبنم صاحب کی اس حرکت پر بہت سختی سے نوٹس لیا ہے جو واجبی ہے انکے گرامی نامے کے چند جملے نقل کر دیئے ہیں [illegible] کی وسیع النظری اور علم دوستی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک بہت بڑے جرم کا سراغ لگایا۔ اسقدر دیدہ دلیری جو سرقہ کیا گیا ہے [illegible] شبنم صاحب خواہ وہ کوئی بھی رسالہ ہو تاج پر ایسی مہربانی نہ فرمائیں اگر انہوں نے یہ کبھی دوسرا مضمون خواہ وہ انکا ہی ہو [illegible] تو اسکی نسبت [illegible] ہوں گے۔ امید کہ شبنم صاحب اس نوٹ کا جواب دینگے۔ اور دیکھنا ہے کہ [illegible]

مدیر





جلوہ فرماست عجب ماہِ ربیع الاول — مظہرِ مہرِ عرب ماہِ ربیع الاول

ساختہ ہر در و دیوار منوّر عثمان — رشکِ مرآتِ حلب ماہِ ربیع الاول

نعت شریف

مطلع

شہِ دیارِ فنا و بقا رسولِ کریم — مدارِ دورِ سما و علا رسولِ کریم

سراجِ عقل و محیطِ علوم و حیطۂ فضل ‏ ‏ مناطِ سلسلۂ انبیا رسولِ کریم

طغرائے عرشِ بریں۔ زیبِ کرسئ توحید ‏ ‏ ہمائے کنگرۂ ارتقا رسولِ کریم

شعاعِ شمسِ نبوت۔ ضیائے بدرِ کمال ‏ ‏ ز حدِّ فہم ورا، الورا رسولِ کریم

معین و عینِ عنایات و مستعانِ ہما ‏ ‏ ملاذ و مامن و ماوائے ما رسولِ کریم

مریضِ ہجر تو از ہر علاج مستغنی است ‏ ‏ مسیح نام تو۔ یادت دوا رسولِ کریم

گدائے کوئے توام غیر ازیں پناہی نیست ‏ ‏ ترحمے بمنِ خستہ یا رسولِ کریم

ز ہوش رفت چو موسیٰ ہر آنکہ جرعہ کشید ‏ ‏ ز کاسۂ تو مئے پُر صفا رسولِ کریم

بداں کہ حبلِ متینِ خدا بہ مذہبِ ما ‏ ‏ علاقہ ایست کہ داریم یا رسولِ کریم

نبیٔ محمد و محمود و احمد و حامد ‏ ‏ شفیع و شافع و کہف الوریٰ رسولِ کریم

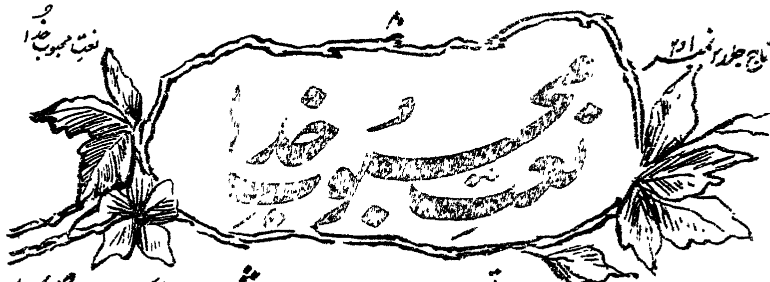
اگرچہ شاملِ خلق است لیکن اے عثمانؔ ‏ ‏ مقطع ہم از خدا نباشد جدا رسولِ کریم



عشقے بدلم ہست ز سردارِ مدینہ ‏ ‏ مطلع یارب بسرِ من کن بسرِ کارِ مدینہ

چون مسکنِ آن مطلعِ انوارِ خداست | نوریست عیان از در و دیوارِ مدینه
یک نفحۂ عنبر بدماغم برسان زود | اے بادِ صبا زان گلِ بیخارِ مدینه
اے شیخ ترا جنتِ فردوس مبارک | با شمِ منِ شوریده و گلزارِ مدینه
از بہرِ خریداریِ رحمت ملک آیند | پا ساخته از سر سوے بازارِ مدینه
اے ساقیِ کوثر زفیوضِ تو بخواہد | ایں تشنه دہن شربتِ دیدارِ مدینه
از عرش بہر شام و سحر بہرِ زیارت | افواجِ ملائک شده حضّارِ مدینه
عمریست که ہستم بدل و جان من شیدا | جوینده و مشتاق و طلبگارِ مدینه
باشد چه فلکِ عرشِ بریں نیست سزاوارش | اے صلِّ علیٰ رفعت و انوارِ مدینه
ہر خاک نشیں تخت نشین است در آنجا | چتر است بسر سایۂ اشجارِ مدینه





ہوا جب ہر طرف نعرہ بلند اللہ اکبر کا
جہاں پر آشکارا ہو گیا رتبہ پیمبر کا

کوئی سلطان ابراہیم ادہم کا جگر دیکھے
نہیں شاہی کا خواہاں جو گدا ہے آپ کے در کا

تھی اک خلقِ خدا گمرہ نہ تھی توحید سے آگہ
دکھایا دین کا رستہ یہ احساں ہے پیمبر کا

عجب تھا خلق حضرت کا عجب تاثیر باتیں تھیں
بنے وہ موم جو کہتے تھے دل سینہ میں پتھر کا

جو محبوبِ خدا بھی ہیں شفیعِ عاصیاں بھی ہیں
وہی اپنے نبی ہیں خوف پھر کیا ہم کو محشر کا

خدا کا نور جس میں ہو وہ اک اللہ کا دل ہے
نہ ایسا جام تھا جم کا نہ آئینہ سکندر کا

[illegible] دیتا تیری درگہ کے قرباں ہے
گدا کو تیرے یارب کب ہے لالچ لعل و گوہر کا

پشیماں ہو کے بخشے جاتے ہیں اب معصیت اپنے
الٰہی کیوں نہیں احساں ہو اس دیدۂ تر کا

ہمیں تفضیل نہیں مخلوق میں کوئی بھی حضرت سے
خدا کے بعد ہے رتبہ عالی پیمبر کا

سید غلام مصطفیٰ ہاشمی



بھوکا کھانا طلب کرتا ہے۔ اور اس کو کھا کر اپنی اشتہاء پوری کرتا ہے۔ پیاسا پانی ڈھونڈتا ہے اور پانی پی کر اپنا دِل ٹھنڈا کرتا ہے اس طلب میں کوئی اس کو ملامت نہیں کرتا۔ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کان سنتے ہیں۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسا کیوں کرتے ہو؟

اسی طرح ہر دل میں خدا کی جستجو ہے۔ ہر دماغ میں اس کی تلاش ہے۔ یہ کیوں؟ یہ انسان کی فطرت ہے۔

اس پیاس کے بجھانے کو ایمان کا آبِ حیات دیکر خدا نے پیغمبر بھیجے۔ خدا تو ایک [illegible] ہے۔ اس کے متعلق جو کہیگا ایک ہی بات کہیگا۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر
وما کنا معذبین حتی نبعث فیھم رسولا۔

پیغمبروں کے زمانے سے بعد ہوتا گیا، تو عقلی تفسیرات اور غیر معصوم الہامات کی وجہ سے پیغمبروں کی تعلیم مسخ ہوتی گئی۔ بزرگانِ مذہب کو خدا ماننے لگے۔ گھر گھر جدا جدا خدا پوجنے لگا۔

مذہب جو روح کی راحت، اور دِل کے اطمینان کے لئے تھا۔ وہی بگڑ کر باعثِ زحمت اور موجبِ [illegible] ہوتا گیا۔ الٰہی سلسلہ میں شامل ہونے کے عوض لوگ جنگ و جدل میں داخل ہو گئے۔

زمانہ کے مرقع کا ورق الٹتا گیا۔ مقتداؤں کی تصویریں بدلتی گئیں۔ آخر علتِ غائی عالم علماً اول وجوداً آخر۔ صندوقِ قدرت کی مکمل تصویر، رکھنے میں پہلے، نکالنے میں بعد، فضائے ہستی میں نمودار ہو گئی۔ کون؟ وہ جو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا سے مخاطب تھا۔ اس کی سراپا اعجاز کتاب قائم۔ اس کا [illegible] دین دائم۔ اس نے عالم کو سکھایا۔ کسی قوت کو ضائع مت کرو۔ تمام قوتوں میں اعتدال قائم رکھو۔ ہر شئے کے اقتضاء کو دیکھو۔ مستحق کو اسکا حق ادا کرو۔ دنیا میں کوئی شئے بیکار نہیں۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا ہر شے مناسب استعمال سے فائدہ اٹھاؤ۔ خاندان کی نخوت۔ زمین کی عصبیت چھوڑ دو۔ الٰہی رشتہ جوڑ دو۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اس نے کبھی دعوے خدائی نہیں کیا۔ بندگی میں شاداں [illegible]

ت فرحاں ۔ وہ دنیا کو بتاتا ہے ۔ انانیت میں خواری ہے ۔ فرعونیت میں زیاں کاری ہے ۔ اپنی شخصیت
ناؤ ۔ اور خدا کی بندگی کا لطف اٹھاؤ ۔

قرب و معیت میں اپنی بندگی کو نہ بھولنا ۔ اس کا شیوہ ہے ۔ مستیٔ محبت میں ہوشیار ۔ صہبائے بیخودی
ں خوددار رہنا اس کا خاصہ ہے ۔ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۔

وہ تمام کتب سماویہ کی تصدیق کرتا ہے ۔ اور تمام کتب سماویہ اس کی تصدیق کرتے ہیں ۔ وَآمِنُوا
بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا
قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۔

اسلام کے کلمۂ طیبہ کے دو جز ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہر ایک جزو کی سند میں
ہبی کتابوں سے شہادتیں دکھاؤنگا ۔ اور بھولی بسری باتیں یاد دلاؤنگا ۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ	اے اہل کتاب آؤ ایک سیدھی بات کی طرف ہمارے
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا	تمہارے درمیان کہ اسکے سوا کسی کی عبادت
إِيَّاهُ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ۔	نہ کریں اور اس سے شرک نہ کریں ۔

لا الٰہ الا اللہ

ہندو مذہب

صرف ایک بغیر دوسرے کے

چاندوگیا اپانی شت ۶-۲-۱

اس وقت نہ کوئی موجود تھا نہ معدوم ۔ وہ بالذاتہ ہی تھا ۔ اسکے سوا کچھ نہ تھا ۔

رگوید ۱۰

وہ نظر نہیں آتا مگر سب کو دیکھتا ہے ۔ اس کی آواز سنائی نہیں دیتی اور وہ سب کچھ سنتا ہے
اس کو کوئی خیال نہیں کرسکتا ۔ اور وہ سب کو خیال کرتا ہے ۔ اس کا کسی کو علم نہیں ۔ سب کا اسکو
علم ہے ۔ وہی بصیر ہے ۔ وہی سمیع ہے ۔ وہی خبیر ہے ۔ وہی علیم ہے ۔ وہ بالذات ہے ۔ وہ باطنی
عالم ہے ۔ وہ باقی ہے ۔ اس کا غیر فانی ہے ۔

بڑھ ڈانی لا ۔ ابانی شت

۔۔ تاریکی نہ تھی ۔ جب نہ دن تھا نہ رات ۔ نہ کوئی موجود تھا ۔ نہ معدوم ۔ اس وقت حیر
محض تھا ۔ اور وہ بھی تنہا ۔ اسے کوئی ادراک نہیں کرسکتا ۔ نہ عالم علوی میں ۔ نہ سفلی میں نہ ان دونوں

کے درمیان۔ اس کے لئے جلال وعظمت ہے۔ جس کا نام غیر محدود ہے۔ اور اس کا کوئی شبیہ نہیں۔ نہ نظر میں اس کی صورت قائم ہوتی ہے۔ نہ کوئی اس کو آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ جو کہ جانتے ہیں کہ وہ نفوس میں موجود ہے۔ محبت وعقل کے ذریعے سے۔ وہ بھی باقی ہو جاتے ہیں۔

شوی تاش وتارا اپانی شت۔

ظاہر۔ قریب۔ دل میں یقیناً رہنے والا مقصد اعظم ہے۔ اسی پر قایم ہیں۔ تمام حرکت کرنے والے سانس لینے والے، آنکھیں بند کرنے والے۔ وہی محبت کے لائق ہے۔ جو مخلوقات کے ادراک سے باہر ہے وہ نور ہے۔ حکمت والوں سے زیادہ حکمت والا جس پر عوالم قائم ہیں اور جو عوالم میں ہے۔

من دوکا اپانی شت

مجوسی مذہب

اہور امزد کے لئے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ میں عظمت کا راگ گاتا ہوں۔

یس نا - ۲۸ - ۶ -

وہ ازلی ابدی ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ضد۔ نہ شبیہ۔ نہ باپ۔ نہ ماں۔ نہ بیوی نہ بچہ۔ نہ مکان۔ نہ وضع۔ نہ جسم۔ نہ کوئی مواد۔ نہ رنگ۔ نہ بو۔

وہ حی ہے۔ حکیم ہے۔ قوی ہے۔ خود مختار ہے۔ حق وعدل ہے۔ اس کا علم محیط ہے۔ اس کو جو سنا گیا۔ یا دیکھا گیا۔ یا موجود ہوا۔

تمام موجودات اس کو معلوم ہیں بغیر زمانے کے اور اس سے کوئی شے مخفی نہیں۔

دساتر - ۴ - ۸ -

یہودی مذہب

رب اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔

ڈیوٹرانمی - ۴ - ۲۵ -

سُن اے اسرائیل۔ ہمارا رب اللہ ایک ہی رب ہے۔

ایضاً

کون معبود ہے بجز اللہ کے۔

مزامیر

خدا کی آنکھیں ہر جگہ ہیں۔ نیک وبد کو دیکھتی۔ امثال - ۱۵ - ۳ -

میں اول ہوں میں آخر ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اشعیا - ۴۴ - ۶

وہ ہے۔ اللہ حی۔ قائم و دائم۔ اس کی سلطنت نابود نہیں کی جا سکتی۔ اس کی مملکت ابد میں بھی رہیگی۔

دانیال ۶ - ۲۶

تو جان لیگا کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے۔ کیونکہ میرے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں۔

عیسائی مذہب

ہمارا تو ایک ہی خدا ہے۔ باپ۔ جس سے سب چیزیں ہیں۔ اور ہم اسی میں ہیں۔

کارنتھی انس۔ باب ۸ - ۶

اطلاع میں نے ان مقولات کا ترجمہ انی بسنٹ صاحبہ کے یونیورسل ٹکٹ بک آف رلی جن اینڈ مورلس سے کیا ہے۔ لہذا ان کا ممنون ہوں۔

محمد رسول اللہ

اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دونگا۔ اور اسے برومند کرونگا۔ اور اسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا۔

پیدایش باب ۱۵ - ۲۰

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔

استثنا۔ باب ۱۸۔ آیت ۸ تا ۲۰

اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اس نے کہا کہ (کلام) خداوند سینا سے (موسیٰ) آیا۔ اور ساعیر سے (عیسیٰ) ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ (فتح مکہ کے وقت) آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشیں شریعت (قرآن) ان کے لئے تھی۔ (استثناء باب ۳۳۔ ورس ۱ تا ۲)

میرا حبیب سرخ و سپید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کے مانند کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا سر ایسا ہے جیسا چوکھا سونا۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ ہیں اور کوے کی سی کالی ہیں اُس کی آنکھیں ان کبوتروں کے مانند ہیں۔ جو لب دریا دودھ میں نہا کے تمکنت سے بیٹھے ہیں۔ اُس کے رخسارے پھولوں کے چمن اور بلسان کی اُبھری ہوئی کیاری کی مانند ہیں۔ اس کے لب سوسن ہیں جن سے بہتا مُر ٹپکتا ہے۔ اُس کے ہاتھ ایسے ہیں جیسے سونے کی کڑیاں جن میں ترسیس کے جواہر جڑے گئے۔ اُسکا پیٹ ہاتھی دانت کا سا کام ہے جس پر نیلم کے سے گل بنے ہوئے ہیں۔ اُس کے پیر ایسے جیسے سنگ مرمر کے ستون جو سونے کے پایوں پر کھڑے کئے جائیں۔ اُس کی قامت کوہ لبنان کی سی (بلند) وہ جوان رشک سرو ہے۔ اُس کا گلا شیریں ہے وہ سراپا محامدیم (ستودہ) ہے۔ اے یروشلیم کی بیٹیو! یہ میرا حبیب ہے۔ یہ میرا خلیل ہے۔

غزل الغزلات باب ۵۔ آیت ۱۰ تا ۱۶۔

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران (مکہ) سے آیا۔ سلاہ۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اُس کی جگمگاہٹ نور کے مانند تھی۔ اُس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔

حبقوق۔ باب ۳۔ ورس ۳ تا ۵۔

رب الافواج فرماتا ہے۔ کہ ہنوز ایک مرتبہ اور تھوڑی سی مدت بعد میں آسمان زمین اور تری اور خشکی کو ہلا دونگا۔ بلکہ میں ساری قوموں کو ہلا دوں گا۔ اور ساری قوموں کا حمدث (احمد) آئے گا۔ اور میں اس گھر کو جلال سے بھر دوں گا۔

حجی۔ باب ۲۔ ورس ۶۔ ۷

اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔ تو وہ تمہیں احمد (فارقلیط) دیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (خاتم الرسل)

یوحنا۔ باب ۱۴۔ ورس ۱۱۔

میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہکر تم سے کہیں، لیکن احمد (فارقلیط) جس کو باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، وہ سب تمہیں یاد دلائے گا میں تمہیں اطمینان دئے جاتا ہوں۔

یوحنا۔ ورس ۲۵ تا ۲۰۔

اطلاع اِن پیشین گوئیوں کی تحقیق خطباتِ احمدیہ۔ پیارے نبی کے پیارے حالات میں دیکھو۔

کوہِ کیلاس پر مہادیو جی۔ پاربتی جی سے کہتے ہیں۔

چھ ہزار سال کے بعد مندر (مکہ) کے ملک میں کہ دریا کے درمیان (جزیرہ نمائے عرب میں) وہ زمین واقع ہے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کریگا۔ وہ زمین لائق پرستش کے (بیت اللہ) ہو گی۔ جس عورت کے پیٹ سے پیدا ہو گا اس کا نام سانک رکھیا (آمنہ) ہو گا۔ وہ مخلوق سے نہیں ڈریگا اور نہایت شجاعت اور عرفان والا ہو گا۔ اور اس کا نام **محامت** ہو گا۔

اتر کھنڈ مصنفہ شِیَت جی

آئندہ زمانے میں **محامت** پیدا ہونگے ان کے سر پر بدلی سایہ کریگی اور انکے جسم کا سایہ نہ ہوگا اور مکھی جسم پر نہ بیٹھے گی۔

بھونک اوتر پران بیاس جی

راج سینت بہو پریت دکہائے — آپن مت سب کا سمجھائے
سنگم اگم موئے تیج اوپارا — پتی ابا او نمت مجھا را
تب لگ سندر م چھے کوئے — بنا **محامت** پار نہ ہوئے

رامائن۔ بالکنڈ مصنفہ تلسی جی

ان پیشین گوئیوں کی مزید تحقیق۔ بشارات احمدیہ۔ تصدیق الہنود۔ کشف الاستار سے ہو سکتی ہے۔

اطلاع۔ اس مضمون میں رسالہ واعظ سے بڑی مدد ملی۔ لہٰذا مدیر صاحب کا شکریہ۔

زہے رتبت و عزو شانِ محمد — کہ روح الامین پاسبانِ محمد
چہ جود و سخاوت چہ لطف و عنایت — کہ عالم ہمہ میہمانِ محمد
نہ ذکرِ قیامت نہ فکرِ معیشت — خوشا حال وارفتگانِ محمد
دلِ مضطرب مضطرب تر بہادا — خدایا ز سوزِ نہانِ محمد
نیابم چرا لطف قند مکرر — کلامِ خدا و زبانِ محمد
گر حسرت سوختہ دل نباشد — بشب ہا می شنیدم فغانِ محمد

محمد عبد القدیر صدیقی پروفیسر عثمانیہ کالج



اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۵

ہم نے زمین و آسمانوں پر اپنی امانت پیش کی (کہ اسکے اٹھانے کی کس میں ہمت ہے) سب نے ڈر کر اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور جاہل ظالم انسان نے اُس کو قبول کرلیا۔ اس بات کو نجانا کہ کس کی امانت ہے۔ اور کیا چیز ہے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ حامل امانت الٰہی ہونے کے بعد تمام شیاطین واجنہ و ملائکہ دشمن اور مخالف ہوجائیں گے تو کن مصیبتوں کا سامنا ہوگا۔ خواہ مخواہ ناتوان وضعیف انسان نے خود کو آفتوں میں ڈالکر اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ۱۲

وہ خدا کی امانت کیا چیز ہے؟ اسکو بعض عشق کہتے ہیں اور بعض تکلیف شرع۔ مختلف آدمی مختلف خیال ظاہر کرتے ہیں۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔ میں چھپا خزانہ تھا میں اس امر کو محبوب سمجھا کہ میرا جاننے والا بھی ہو۔ عارف کی محبت پیدا ہوتے ہی مقام واحدیت سے ایک نور آموجود ہوا۔ اور ہزارہا سال باری تعالیٰ سبحانہ کے آگے تسبیح تحمید قیام رکوع وسجود میں مشغول رہا پھر مشیت ہوئی کہ اور مخلوق پیدا ہوتا میرا اور اس نور کا عرفان حاصل کرے اور عارف نوری ہو غیر عارف ناری لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اس نور مبارک سے آسمان زمین، ملائکہ جن انس، جنت و دوزخ، اور تمام مخلوق کا ظہور ہوا اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِيْ تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں تیار فرمادیا اور پھر ارشاد فرماتا ہے اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِيْنٍ ۵ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ ملائک خوش ہیں کہ ہم نوری ہیں اور پیدا ہونے والا بشر خاکی ہوگا۔ پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے آدم کی مٹی کو چالیس روز خمیر دیا خَمَّرْتُ طِيْنَةَ اٰدَمَ بِيَدِيْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا۔ اللہ اکبر آدم کی بھی کیا شان ہے کہ ساری دنیا چھ دن میں بنی اور چالیس روز میں آدم کا خمیر اٹھا اور خاص ید قدرت سے اور احسن تقویم میں کالبد انسانی تیار ہوا اور وہ نور

پاک جو باعث ایجاد خلق ہوا قلب آدم میں پوشیدہ بطور امانت رکھدیا گیا۔ ابھی قالب آدم زمین پر پڑا ہوا ہی ہے کہ تمام ملائک اور معلم الملکوت اسکے دیکھنے کو آئے اور معلم الملکوت بدن آدم کے اطراف گھومنے لگا کہ کہیں اندر جانے کا راستہ ملجائے تو گھس جائے۔ منہ کھلا ہوا جو دیکھا تو گھس گیا اور سارے بدن میں چکر لگا کر باہر نکل آیا۔ اور ملائکہ سے کہنے لگا کہ اس خاکی پتلے میں غصہ ہے، حسد ہے، کینہ ہے، شہوت ہے طرح طرح کے فسادی مادے جمع ہیں۔ لیکن قلب میں خدا جانے کیا ہے۔ اسکے حوالی میں تک گذر نہ ہوسکا وہاں سخت انتظام ہے۔ پھر کہنے لگا کہ غالباً یہ میرا تابع کردیا جائیگا۔ اگر میں اس کا تابع کردیا گیا تو خدائتعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم۔ میں کبھی اس کی اطاعت نہ کرونگا۔ اور جب پوری طرح بنانے کے بعد کالبد آدم میں روح پھونکی گئی اور تمام ملائکہ کو سجدہ کرنے کا فرمان صادر ہوا حکم کے ساتھ ہی تمام ملائکہ سجدے میں گر گئے۔ سوا ابلیس کے کہ وہ اپنے غرور میں اکڑا کھڑا تھا۔ سجدہ نہ کیا۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ ہوا کہ جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہو۔ اسکو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ تونے تکبر کیا یا تو ہی بڑا رتبہ والا ہے۔ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝ اس نادان ابلیس نے قالب آدم پر نگاہ کی اور قلب آدم کا خیال نہ کیا کہ اس میں کیا چیز امانت رکھی گئی اور کس نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا اور کس نے سجدے کا حکم فرمایا۔ اس جہالت میں کہدیا میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اس کو کیچڑ سے قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ فرمان خداوندی کی تعمیل نہ کرنے اور نور مبارک کی جانب سر عجز و نیاز زمین پر نہ رکھنے کی وجہ سے مردود کردیا گیا۔ وہ نور مبارک صلب آدم سے منتقل ہوتے ہوئے نوح کے صلب میں آیا۔ پھر ہوتے ہوئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صلب مبارک میں آیا یہاں نور اور نار کا مقابلہ ہوا۔ اور نور نار کو گلزار بنا دیا۔ پھر اصلاب طاہرہ سے ارحام زکیہ فاخرہ میں منتقل ہوتا ہوا عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم کے صلب میں آگیا جس کے انوار پیشانی سے نمایاں ہونے لگے۔ یہ دیکھ دیکھ کر ہر ایک عورت حضرت عبداللہ کی دیوانی ہوگئی سب کا یہی مقصد تھا کہ اس نور مبارک کے حاملہ ہونے کا شرف حاصل ہو۔ یہ شرف اور یہ عزت تو حضرت آمنہ کی تقدیر میں لکھا تھا۔ بعد نکاح شب جمعہ صلب حضرت عبداللہ سے نور مبارک بطن حضرت آمنہ میں منتقل ہوا۔ اس وقت عالم ارواح میں ایک دھوم تھی ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا تھا

سیّد الانبیاء کے ظہور کی خوشخبری سناتا تھا۔ سیّدہ آمنہ کے خواب میں اول ماہ میں سیّدنا آدم
صفی اللہ اور ماہ دوم میں ادریس نبی اللہ ماہ سوم میں نوح نجی اللہ ماہ چہارم میں
ابراہیم خلیل اللہ ماہ پنجم میں اسمٰعیل ذبیح اللہ ماہ ششم میں موسیٰ کلیم اللہ
ماہ ہفتم میں داؤد رسول اللہ ماہ ہشتم میں سلیمان ولی اللہ ماہ نہم میں عیسیٰ روح اللہ
تشریف لاتے اور حبیب اللہ کے تولد ہونے۔ اور دنیا میں خیر الانبیاء اور سیّد الاصفیا
ہو کر ظہور فرمانے کی مبارکباد دیتے تھے۔ اور ہر ایک نبی سیّد الانبیاء کے فضائل بیان کر کے
تاکید فرماتے کہ آمنہ جب ہدایت کے چراغ مدینہ کے چاند تولد فرمائیں تو صاحبزادے کا نام مبارک
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔

جب نو مہینے ہو چکتے ہیں اور شب دوشنبہ میلاد کی رات آتی ہے تو تمام عالم منور ہو جاتا ہے پرندے
اپنے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آج
سیّد المرسلین کا ظہور ہے۔ کوئی خوش خبری سناتا ہے شفیع المذنبین آج دنیا میں
ظہور فرمائیں گے کوئی کہتا ہے کہ آج رحمۃ للعالمین کے ظہور سے عالم منور ہو گا۔ کوئی کہتا ہے کہ
آج صاحب لولاک لما تشریف فرما ہو گا۔ آج صاحب قاب قوسین او ادنیٰ کا ظہور ہو گا
آج اللہ کی امانت بشکل انسان کامل و مکمل بنام محمد و احمد ظاہر ہو گی (صلی اللہ علیہ وسلم)
سیّدتی آمنہ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ پرندوں میں یہ دھوم ہے۔ اور ملائکہ صف بستہ حبیب اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج رہے ہیں۔ رضوان (داروغۂ جنت) کو جنت آراستہ کرنے کا
کرنے کا حکم ہو رہا ہے اور مالک (داروغۂ دوزخ) جہنم کے دروازے بند کرنیکا فرمان ہے۔ خانہ کعبہ
پر ایک علم سبز مغرب میں ایک مشرق میں ایک جنوب و شمال میں ایک ایک علم سبز نصب کیا جا رہا ہے
تمام عالم میں ایک عجیب مسرت کی لہر دوڑ رہی ہے اور ایک عجیب سنسنی پھیل رہی ہے سبحان
اللہ ماشاء اللہ۔ سیّدتی آمنہ کے گھر میں خدمت کے لئے حوریں اور بی بی آسیہ و
و بی بی مریم کمربستہ حاضر ہیں۔ سارا گھر منور ہو گیا ہے۔ ایک نورانی پرندہ سیّدتی آمنہ
کے شکم مبارک پر پر پھیرتے ہوئے کہتا۔ اظہر یا رسول اللہ۔ اظہر یا نبی اللہ۔ اظہر یا حبیب اللہ ساتھ ہی
اللہ کا نور بشکل انسانی ظہور کرتا ہے اور ہم عاصیوں کی شفاعت کا ذریعہ بنتا ہے الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ الصلوٰۃ
والسلام علیک یا حبیب اللہ ؎

شے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل
بہر دل بروں من صورت انسان واری

اللّٰھم انا نسئلک بجاہ ھذا النبی المصطفٰی و آلہ اھل الصدق والوفا کن لنا معینا و مسعفا و بوئنا من الجنۃ غرفا وارزقنا بجاھہ عندک قبولا و عزا و شرفا۔ اللّٰھم انا نتوسل الیک بنبیک المختار و آلہ الاطہار و اصحابہ الاخیار کفر عنا الذنوب والاوزار و احرسنا من جمیع المخاوف والاخطار واجمع بیننا و بینہ فی دار القرار۔ آمین یا رب العلمین

محمد عبد المقتدر صدیقی فضل

رکھو مرے پیارے مجھے اپنے ہمراہ
گر پاس رہو تم مجھے کس کی پروا
بے یار کے رہنا بھی کوئی جینا ہے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

نامے مرا نامہ اعمال سیاہ
اس کی رحمت ہے اس سے بڑھ کر واللہ
قطرہ بھی سمندر سے کہیں بڑھتا ہے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

محمد عبد المقتدر صدیقی فضل

نقش است بدل ولاء امی لقبی
جانم شدہ مبتلاء امی لقبی
جز امتی امتی ورا ذکر نبود
امی و ابی فدائے امی لقبی

سید احمد حسین امجد

نعتِ مبارک

دیدارِ یار آٹھ پہر اپنا کام ہے — نعتِ حبیبِ پاک ہمارا کلام ہے
ہم جن کو چاہتے تھے وہ دنیا سے چل بسے — دنیائے دوں تجھے بھی ہمارا سلام ہے
اٹھو رہو گے خواب میں غفلت کے کب تلک — اپنے خدا کے سامنے اک دن قیام ہے

دیر و حرم میں جا کے ہی کہو شیخ و برہمن — اپنے یہاں [illegible] بیتِ حرام ہے
جس نے شرابِ عالمِ دنیا کیا ہے نوش — اس پر شرابِ عالمِ عقبیٰ حرام ہے
آمد ہے میرے دل میں رسولِ کریم کی — ساقی پلا دے حبِّ نبی کا [illegible] جام ہے
محشر بپا ہے حور و ملائک میں کہ اٹھے — پیغمبروں میں [illegible]
رضوان دست بستہ ہے کروبیاں ہیں مست — اور عاشقوں کی ایک طرف [illegible] ہے
آراستہ ہے خلد جہنم ہے آج سرد — آتا ہے کون آج [illegible] انتظام ہے
کس کی امید میں ہیں کھڑے سب گناہگار — عرشِ بریں ہے پاس [illegible] مقام ہے
وہ آئے کون فخرِ رسل سیدِ عرب — ہر ہر ادا پہ جن کی فدا [illegible] ہے
مقبولِ رب ہے سیدِ کونین ہے وہی — محبوبِ حق ہے اور شفیعِ انام ہے
یوسف بھی جن کے سامنے ہوں منفعل کھڑے — بیقدر جن کے سامنے ماہِ تمام ہے
تشریف لاؤ بہرِ خدا وقتِ نزع میں — نکلے گا میرا کام تمہارا ہی نام ہے
کیسے ملوں نبی سے خدایا میں حشر میں — میں ہوں گناہگار وہ عالی مقام ہے
بجلی کی طرح جائیں گے ہم پل صراط سے — شکرِ خدا کہ غوث ہمارا امام ہے
فضلِ رسول مجھ کو مجسم بنا خدا — جس طرح میرا عالمِ دنیا میں نام ہے

محمد عبد المقتدر صاحب [illegible]



رشکِ فردوس ہے بے شبہ دیارِ یثرب
ہے نہیں جسکو خزاں وہ ہے بہارِ یثرب

سرمۂ دیدۂ گریاں میں بناؤنگا اُسے
ہاتھ آجائے اگر مجھ کو غبارِ یثرب

جو ہیں محبوبِ خدا اُن کا یہیں مسکن ہے
زہے اعزاز وہ جسے عزّ و وقارِ یثرب

کون ہم پایہ ہے میدانِ شرف میں اسکا
ہے شجاعِ قرشی شاہسوارِ یثرب

حق کے محبوب کا مسکن نہ ہو کیونکر محبوب
جان ہے میری فدا دل ہے نثارِ یثرب

اس کا خالق ہے محب اسکی زلیخا ہیں محب
ماہِ کنعاں سے بھی بڑھکر ہے نگارِ یثرب

قابلِ دید ہے یہ داغِ محبت کی بہار
باغ یہ سینے میں ہے سینہ فگارِ یثرب

جان کی ایذا میں بھی ہے دردِ محبت کا مزہ
پھول کیا ہونگے جو ہوں پھول سے خارِ یثرب

سینہ صافی ہے جو ہو نورِ بصیرت حاصل
بقعۂ نور نظر آئیں مزارِ یثرب

ہے عجب باعثِ تسکینِ دل و فرحتِ روح
زمزمہ سنجیِ طوطی و ہزارِ یثرب

غیرتِ طرۂ لیلیٰ شبِ یلدا اس کی
روکشِ شمس و قمر لیل و نہارِ یثرب

دلِ پژمردہ کا احوال سناؤنگا اُسے
اس طرف آئے اگر بادِ بہارِ یثرب

راحتِ امن و اماں ملتی ہے کسے اے فیاضؔ
امن ملجائے جو مسکن ہو دیارِ یثرب

ابو الفیض فیاضؔ حیدرآبادی



اَللّٰهُمَّ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ وَنَتَوَسَّلُ بِرَسُوْلِكَ هُوَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ وَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلَیْهِ اُلُوْفُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِیْمِ فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اس کے قبل کہ نفس مسئلہ کی طرف توجہ کی جائے ضرورت اس امر کی ہے کہ مختصر طور پر تین امور پہلے سمجھ لئے جائیں تاکہ نفس مسئلہ میں کسی طرح کی پیچیدگی باقی نہ رہ جائے۔

(۱) سب سے اول یہ کہ نبوت کیا ہے (۲) ثانیاً نبوت و رسالت کی طرف بنی آدم کا احتیاج (۳) ثالثاً اس حاجت کا بدرجۂ اتم پورا ہو جانا۔

تمہید یا مقدمہ متعلق نبوت

مسئلۂ نبوت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے پہلے اس مقدمہ کو سمجھئے کہ سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی بالاتفاق بنی آدم ہے لیکن جب یہ عدم سے وجود میں آتا ہے تو ہر طرح کے وہ سامان و لوازم جو حیات کے لئے یا اپنے ماسوا سے بہرہ مند ہونے کے لئے اسے چاہئیں اُن میں سے ایک بھی اُسکے پاس نہیں ہوتا۔ ہر شئے کے حصول کے لئے اُسے ایک زمانہ اور مدتِ معینہ درکار ہے پھر یہ کہ قدم قدم پر ایک معلم کی تعلیم بھی اس کی دستگیر ہو۔ انسان میں پانچ حواس ودیعت کئے گئے ہیں جن کا اس عالم کون و فساد میں آکر آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے عمل شروع ہوتا ہے۔ جب یہ حواس اپنا عمل شروع کرتے ہیں تو بتدریج ترقی بقوت میں کمال پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اور پھر جب انسان کی عمر تقریباً سات برس کی ہوتی ہے تو اس میں ایک اور قوت حاسہ پیدا ہوتا ہے جسے تمیز کہتے ہیں۔ اب حواس خمسہ اور تمیز ملکر اپنا کام کرنا شروع کرتے ہیں اور کچھ دنوں بعد ان سب سے ایک زبردست قوت کا ظہور ہوتا ہے جسے عقل کہتے ہیں۔ بائیس برس کی عمر میں حواس خمسہ تمیز اور عقل سب اپنے مرتبۂ کمال پر پہونچ جاتے ہیں لیکن اگر معلم کی تعلیم دستگیری نہ کرے تو یہ ساری قوتیں اپنے اُس اعلیٰ منصب کے حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں جس اعلیٰ منصب کے پانے کا انہیں نوع انسان میں اگر حق تھا عکس ریز خوردبین۔ دوربین۔ ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف۔ موٹر۔ ریل۔ جہاز کے اقسام۔ حصون و قلعے کے انواع۔ اسلحہ جنگ کے

اصناف۔ ان سب پر اگر ایک دقیق نظر ڈالی جائے تو عیاناً یہ امر روشن ہو جائیگا کہ یہ سب کی سب حواس کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ انسان نے اپنی اس بے مائیگی وضعف کو تعلیم کی وساطت سے اس طرح نہ صرف پورا کیا بلکہ مشاعر و حواس کو وہ رتبہ عطا کیا جو انہیں انسان اشرف المخلوقات کے پاس آکر ملنا تھا۔ یہی حال تمدن و معاشرتی زندگی کا ہے۔ آکل و مشارب میں تنوعات۔ ملابس و مساکن میں بوقلمونی یہ بھی اپنی اسی کمی کا تکملہ ہے جو تعلیم کے ہاتھوں سے کیا گیا ہے۔

جہاں کہیں سحاب تعلیم کی فیض رساں بارش نہیں ہوئی وہاں انہیں مشاعر و حواس کو دیکھئے کہ کس حالت میں ہیں ظاہری شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں لیکن آثار و عمل کے اعتبار سے پژمردہ و افسردہ بلکہ مردہ نہ رہنے کے لئے مکان۔ نہ کھانے کے لئے اجناس و اقسام۔ نہ ستر پوشی کے لئے لباس۔ نہ محافظت کے سامان۔ نہ اندفاع کے آلات۔ یہ تفاوت صرف تعلیم قوائے دماغی کی تربیت کا ہے۔ جہاں کہیں تعلیم کی آبیاری ہو گئی تو وہاں انسان اپنے صحیح معنوں میں انسان کہلائے جانے کا مستحق ٹھہرا اور اس کے مشاعر و حواس انسانی مشاعر و حواس بنے لیکن جہاں تعلیم کی آب حیات نے سیرابی نہیں کی وہاں انسان اور حیوان میں فرق اسمی کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا۔

لیکن انسان کی ترقی اس جگہ ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ اپنے ملابس و مساکن۔ آکل و مشارب۔ محافظت و اندفاع وغیرہ وغیرہ میں ایک حد تک کمال پیدا کرلے۔ اسلئے گو سطور بالا میں یہ کہا جا چکا کہ یہ سب حواس مادی کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں لیکن غایت انسانی صرف انہیں امور کی ترقی پر اکتفا کرنے سے ابا کرتی ہے۔ یہ جزو حیوانیت کے مقتضیات تھے جو انفرادی نوعی میں آکر بن سنور گئے جزو ناطق کی پرواز ایک خاص اوج کی طرف جایا چاہتی ہے جیسے مولانا رومی نے اشعار ذیل میں بیان کیا ہے ؎

پنج حسے ہست جز این پنج حس — آں چو زر سرخ و این حسہا چو مس

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقش ہا بینی بروں از آب و خاک

اگر انسان کے ان حواس کی جن کی طرف اشعار مذکورہ میں اشارہ ہے تعلیم سے تربیت نہیں کی گئی تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان حواس کے لئے تعلیم سے بے بہرہ رہنا اسی طرح کی مصیبت عظمےٰ ہے جیسا کہ اُن حواس مذکورہ کے لئے تعلیم سے بے خبری جفا و ستم تھا۔ جب تک اقتضائے جزو ناطق کا تکملہ نہ ہوا اُس وقت تک انسان حقیقت میں انسانی کمال سے بالکل محروم ہے تمدن و معاشرت قوت و شوکت میں چاہے جس قدر بھی ترقی کیوں نہ ہو جائے لیکن ہنوز وہ اصلی معنوں میں انسان کہے جانے کا مستحق نہیں۔ پس اس حصہ کے تکملہ کے لئے بھی انسان کو ایک خاص تعلیم اور ایک خاص معلم کی حاجت ہے۔

حقیقت نبوت | کمال انسانیت کا یہ عظیم الشان حصہ اس طرح کمال پذیر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ انسانوں میں سے

کسی ایک کو منتخب فرماتا ہے اور اسے علاوہ عام حواس کے ایک زبردست و قوی حاسّہ عطا فرماتا ہے جس کی
بدولت وہ براہِ راست وحی الٰہی کے خطاب و نزول کا متحمل ہوتا ہے۔ تعلیمِ الٰہی کے قبول کرنے اور سمجھنے کی
اُس میں استعداد ہوتی ہے۔ وحی الٰہی اور تعلیم ربانی چونکہ اس حاسّہ کی معلوم و معروف ہوتی ہے اس لئے نہ اس میں
خطا کا امکان نہ شبہ کی گنجائش۔ اس قوت و حاسّہ کے سامنے تمام حواسِ عامہ پست مغلوب بیچارے معاونت کے
خواستگار رہیں۔ یہ ہر ایک شخص کے حواسِ خمسہ ظاہری، تمیز اور عقل کے اغلاط کو پہچانتا ہے۔ خطا کاریوں کو بتاتا
اُن کے مواقع زلات سے آگاہ ہوتا ہے۔ جہاں یہ مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں یا تھک کر رہ جاتے ہیں تو وہ شخص جسے
منجانب اللہ وہ حاسّہ عطا ہوا ہے اپنی اسی قوت کی وجہ سے انہیں مغالطات سے آگاہ کرتا ہے اور ان کے
تاریک راستوں میں ایک شمعِ ہدایت رکھتا ہے۔ منزل کو ان پر آسان اور مطلوب کو ان سے قریب کر دیتا ہے
اس حاسّہ و قوت کا نام نبوت و رسالت ہے اور جسے یہ عطا کیا جاتا ہے اسے نبی اور رسول کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اُسے نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو پھر وہ اُن چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو ہماری آنکھیں
کسی طرح نہیں دیکھ سکتی ہیں وہ آوازیں سنتا ہے جن کو سننے سے ہمارے کان عاجز ہیں ایسے مضامین سمجھتا ہے
جن کے تعقل سے ہماری عقول بے بہرہ ہیں وہ اعلیٰ علوم اپنی نسبت قانونی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے سیکھتا ہے
اور خلق کو پھر وہ باتیں بتاتا ہے اور ایسی راہ صراطِ مستقیم کی دکھاتا ہے جن کے سمجھنے سے اور جس راہ کے پانے سے
انسان بغیر اُس کی تعلیم و تلقین کے مجبور و درماندہ ہے۔ ہاں اگر اُس کے نورِ نبوت سے انسان اُسی کے بتائے ہوئے
اُصول اور اُسی کے سکھائے ہوئے علوم کے بموجب اپنے اُن حواسِ خمسہ کو جن کا اشارہ مولانا رومی نے فرمایا ہے
مستنیر بنالے تو پھر وہ آہی وہمی انسانوں سے اُسی قدر بلند ہو جاتا ہے جس قدر بصیر نابینا سے ارفع ہے اور
یہی وہ بلندی ہے جو مقتضائے انسانیت ہے اور یہی وہ کمال ہے جو انسان کو صحیح منصب انسانیت
عطا کرتا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا واضح ہے جس کا انکار ایک منصف کر نہیں سکتا۔ لہٰذا اب ہم دوسرے پہلو سے اس
بحث کو صاف کرتے ہیں۔

تعلیمِ نبوت اور بنی آدم کی حاجت

انسان کی طبیعت تمدن کی مقتضی ہے اور چونکہ تمدن اقتضائے طبع ہے اس لئے
ہر وہ اصول جس کا تعلق تمدن سے ہوا اور تمام وہ علوم جو تمدن کے بارونق بنانے والے
ہوں انسان بالطبع اُن کی طرف راغب و مائل ہوتا ہے۔ یہ تمدن کے اقتضائے طبعی ہونے کا نتیجہ ہے جو علم
انسان کے لئے ناگزیر اور ضروری ہو گیا۔ اب یہاں پر یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ تمدن زندگی ایک زبردست اور
کامل دستور العمل چاہتی ہے تاکہ معاملات باہمی میں ایک دوسرے کے حقوق کی محافظت رہے۔ توازن و تعدیل
سے ہر ایک کمال و فضل اور صنعت و حرفت اپنے اپنے مقام میں ترقی پذیر ہوتے رہیں۔ ایک کی صنعت و حرفت اور

کہاں سے دوسرا بجز اس کے کہ جانبین میں سے کسی پر زیادتی ہو آپس میں متمتع ہوتے رہیں۔ انسانی بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کو اعتدال پر قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ عوض و معاوضہ اور انتقام میں تعیین مقدار و حدود کو قائم کر سکتا۔ اور حق تو یوں ہے کہ جذبات پر قدرت حاصل کرنا اور انہیں افراط و تفریط سے بچا رکھنا نہایت ہی دشوار ہے۔ انسان کا اُس حال میں جبکہ نفس کا اُس پر سخت حملہ ہوتا ہے عدل و انصاف پر قائم رہنا از بس ہی دشوار اور کٹھن آزمائش ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مواخذہ کی نگاہ اُسے دیکھ نہیں رہی ہے اور عوض لینے والا ہاتھ اُس کے جبروت و قدرت تک پہونچنے سے قاصر ہے ایسی صورت میں طبع بشریہ و جماعت کو اپنے اپنے جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے ایک کامل و صحیح اصول کا دستور العمل چاہیئے لیکن دستور العمل سے استفادہ و استفاضہ اُسی وقت پوری طرح حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی ایسی ذات بھی موجود ہو جو اجتماعی عملی زندگی سے ہر ضابطہ و قانون کی تفسیر کر دے جس سے بنی آدم کو اس دستور العمل کا قابل العمل ہونا معلوم ہو اور اس پر عمل کی جو ذمہ داری دستور العمل کا ذمہ دار ہے پاکیزہ و صاف و ستھری زندگی ایک دوسرے کے متعلق ہو جائے۔

دستور العمل کی صفت اور اُس کا واضع

اب سوال یہ ہے کہ وہ دستور العمل کیسا ہو۔ اور اُس کا بنانے والا کون ہو۔ ایک کامل دستور العمل میں حسب ذیل باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) قواعد ایسے ہوں کہ جن پر عمل کرنا ممکن ہو اور اُس پر عمل کا لازمی نتیجہ فلاح و بہبود ہو۔

(۲) اُس دستور العمل کی واضع وہ ذات ہو جس کی نسبت تمام مخاطبین سے یکساں ہو تاکہ اُس میں کسی جماعت یا فرد کی رعایت قرابت یا ہم وطن یا ہم قوم یا اور کسی خاص علاقہ کے سبب سے نہ کی گئی ہو۔

(۳) واضع قانون کا علم حوائج مخاطبین پر ایسا گہرا ہوا ہو کہ کسی حالت میں اُنہیں دوسری جانب التفات کی ضرورت باقی نہ رہے۔

(۴) بعد اشاعت دستور العمل اُس کا علم عمل کرنے والوں کے حالات سے اور تعمیل کرنے والوں کے خیالات سے ہر آن خبر رکھتا ہو

(۵) اُس کا دائرۂ حکومت اس قدر وسیع ہو کہ جس سے نکل کر بھاگ جانا محال ہو

(۶) اُس میں سزا و جزا کی قوت تامہ ہو۔

(۷) سہو و نسیان کو قصد و عزم سے جدا رکھ سکتا ہو۔

(۸) اطاعت و عدم اطاعت کا اثر اُس کی ذات یا سلطنت پر نہ پڑتا ہو۔

(۹) کوئی دوسرا اُس کا کسی امر جزئی میں بھی شریک نہ ہو۔

(۱۰) سزا و جزا کا مدار اطاعت و نافرمانی ہو اور اُس میں ایسی مساوات ہو کہ ایک فقیر و شہنشاہ دونوں پر ایک جرم کی ایک ہی سزا اور ایک ہی مقدار میں ہو خصوصیات شخصی کا ذرا شائبہ بھی نہ ہو۔

کیا ایسا دستور العمل بنانا امکانِ بشر میں ہے؟ نہیں یقیناً نہیں ہرگز نہیں۔ کیا کوئی طاقت عالم مبدء، عالم برزخ اور عالم معاد تک سوائے قدرت خداوندی کے چھائی ہوئی ہے؟ کیا کوئی سلطان عدیم یا بیدار سلطنت یا فیلسوف زماں یا مقنن ذی فنون سراً وعلانیۃً یہاں تک کہ افعال قلوب پر بجز علم الٰہی کے محیط ہے؟ کیا کوئی قوت ایسی ہے جس کا مقابلہ ہر حال اور ہر وقت محال ہو؟

پس اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی ہی میں ہے تو ہم بانگ دہل یہ کہیں گے کہ اُس جل مجدہٗ نے جس نے انسان کو پیدا کیا اُس میں جذبات عطا کئے اُس کی طبیعت میں تمدن کا اقتضا خلق فرمایا اُسی نے اس کے لئے ایک کامل دستور العمل اپنے رسول کی معرفت بھیجا جس کو مطالبِ بعثت بشر میں وحی و کتاب اللہ کہتے ہیں اور وہ ذات جس پر یہ کتاب نازل ہوئی اور جس نے اپنی مقدس ذات سے اُن قوانین الٰہیہ کی پابندی کر کے تعلیم کو عملی صورت میں پیش کر کے دکھا دیا وہ نبی اور رسول ہے۔ اب ہم اس مسئلہ کے خط و خال ایک اور مستقل و مصفیٰ آئینہ میں دکھاتے ہیں۔

مسئلہ سابق کی ایک دوسری تقریر

عالم میں جس قدر اشیا کہ پائی جاتی ہیں جہاں ان کا وجود ان کے موجد کی طرف رہبری کرتا ہے وہاں اس امر کا بھی سراغ لگتا ہے کہ یہ تمام اشیا کسی ایک مربی کی تربیت کے موافق اپنی خلقت کی غایت کو پورا کر رہی ہیں کائنات کا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جو اپنے فاطر کے الہام سے بے بہرہ و محروم ہو ایسی کوئی ہستی نہیں جس کی خلقت اپنی ذات میں کوئی مقصد مضمر نہ رکھتی ہو اور اپنے وجود کے فرائض کما حقہٗ ادا نہ کر رہی ہو نہیں موالید ثلاثہ کو دیکھو ان میں جماد کا یہ فرض و مقصد ہے کہ ایک خاص جگہ و مکان میں ثابت قدم رہ کر اپنے وجود کو اپنے سے بلند تر کے لئے راحت و حیات کا موجب بنائیں۔ پس ہر وہ شئے جو مصداق جماد ہے اپنی اس خدمت کو انجام دینے میں ہمہ تن سرگرم پائی جاتی ہے۔ مثلاً پہاڑ اپنے سکون و وقار کے ساتھ ایک جگہ قدم جمائے ہوئے چشموں کو رواں اور معدنی اشیاء کی پرورش کر رہا ہے اور کبھی اپنے اجزا سے سڑکوں اور مکانوں کے استحکام کا پشت پناہ اور ان کے تزئین کا زیور بنتا ہے زمین فرش خدمت میں بچھی ہوئی ہے پانی سیرابی میں مصروف ہے آگ اپنی حرارت سے جلا رہی ہے گرما رہی ہے۔ اسی طرح نبات غذا حاصل کرنے اور نشو و نما میں مصروف رہ کر اپنے پھول پھل اور سبزہ پتوں سے نگاہوں کو خنک دماغ کو معطر کام و زبان کو لذت دے رہے ہیں۔ کہیں غذا بنتے ہیں اور کہیں دوا ہو کر درد و الم کھوتے ہیں۔ اب ایک قدم آگے بڑھاؤ حیوان لایعقل یا بالفاظ دیگر غیر ناطق اُن کو دیکھو یہ اپنی حرکت ارادی اور احساس کے فرض میں سراپا محو ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں راحت کی زندگی تلاش

کرتے ہیں سکونت کے لئے مکان کے جویا ہیں دوست و دشمن میں تمیز کرتے ہیں۔ غرض حس و ارادہ کے جو لازمی نتائج ہیں ان سب کا صدور ان سے برابر ہو رہا ہے۔ الحاصل جماد سکون و قرار۔ نباتات غتذا اور نشو و نما اور حیوان احساس و ارادہ کی منازل کے راہ رو ہیں اور ان سب کا رہبر مخفی طور پر وہی الہام خاطر ہے۔ پس انسان جو سلسلۂ کائنات میں اپنا خصوصی امتیاز رکھتا ہے کیا اس کی ذات میں کوئی مقصد مضمر نہ ہوگا کیا یہ سب سے خصوصیت کا مرتبہ پاکر تعلیم الٰہی اور الہام ربانی سے بے نصیب رہیگا نہیں بلکہ اس کا الہام سب کے الہاموں سے زیادہ واضح و اجلیٰ ہوگا اور اس کے الہام میں وہ خصوصیت خاصہ ہوگی جس کا کوئی حصہ دیگر اجناسوں کے الہام میں نہ تھا۔

اسی ذیل میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ محققانہ نگاہ ارتقا کی پر بہار جھلملیوں سے جس وقت چھنتی ہوئی گذرتی ہے تو اسے صاف طور پر دکھائی دے جاتا ہے کہ سلسلۂ ارتقا کے ساتھ یہ تعلق بھی برابر مسلسل چلا آرہا ہے کہ ادون و اسفل جنس اپنے سے اعلیٰ کی خدمت میں سرگرم رہتی ہے اپنے وجود کو باقی رکھنا اور مایحتاج کا حاصل کرنا اس کے مقصد کا ایک جز ہے اور اپنے سے بلند ہستی کے سامنے نہایت فیاضی سے اپنے آپ کو پیش کر دینا اس کے مقصد کا دوسرا جز ہے۔

اب انسان کو کون بتائے کہ کائنات میں اس کا کیا منصب و مقام ہے اُن کے باہمی افراد نوعی میں کیا نسبت قائم ہے اور انسان سے بلند وہ کون ہستی ہے جس کے آگے بیچون و چرا اسے اطاعت گذار ہونا چاہیئے یہ وہ اہم معلومات ہیں کہ انسانی حیات کا دار و مدار انہیں سے وابستہ ہے اقوام و ملل کی گمراہی و گم غدگی انہیں معلومات سے تجاہل و تغافل کا نتیجہ ہے مخلوق پرستی۔ مآکل و مشارب میں بے احتیاطی۔ معاشرت میں بیحیائی۔ وحی الٰہی سے اپنے کو بے نصیب رکھنے کا ثمرہ ہے۔

پس انسان کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے الہام و وحی کی حاجت تھی اگر ان کا پیدا کرنیوالا انہیں یہ تعلیمات کا فیض نہ پہنچاتا تو ہزاروں برس میں بھی اس صحت کے ساتھ اپنے حقیقی مقصد کو نہ پاتے اور بفرض محال صدیوں بعد اگر انہیں معلوم بھی ہوتا تو جس قدر نسلیں دوران تجربہ میں قید حیات سے فضائے موت میں پہنچتیں وہ دنیا سے بغیر اپنا مقصد پورا کئے بے نصیب بیمرہ گذر جاتیں اسلئے آفرینش انسان کی ابتدا نبی ہی کی ذات سے کی گئی یعنی سب سے پہلے فرد انسان جو دنیا میں بھیجے گئے وہ نبی آدم علیہ السلام تھے۔

بعثت نبی کے مقصد کا تعین آیات قرآن کریم سے

یہاں تک دلیل عقلی اور فراست کی رہنمائی سے تقریر کی گئی لیکن اس بحث کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات

بھی یہی بتلاتی ہیں کہ بعثت نبی کا مقصد ہدایت ہے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں اس آیت شریفہ کی تلاوت کیجئے فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ اس سے آگے چار مختلف مقامات پر بعثت رسول کے مقصد کو خود حق جل مجدہ نے نہایت روشن الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے

(۱) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(۳) کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

(۴) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

آیات مذکورہ بالا اس باب میں نص صریح ہیں کہ انبیا علیہم السلام کے فرائض چار ہیں۔ اوّلاً آیات الٰہیہ کا پڑھ کر سنانا۔ ثانیاً بندگان خدا کے قوائے روحانی اور جذبات ایمانی میں نشو و نما پیدا کرنا۔ ثالثاً انہیں حکمت سکھلانا۔ رابعاً اتباع وحی اور اطاعت الٰہی کی حکمتوں اور مصلحتوں کو بتانا۔ انہیں باتوں کو تعلیم دینے کیلئے ہر ایک نبی اپنے زمانہ میں خلق کی طرف مبعوث ہوئے لیکن اس سلسلۂ انبیائی کا ہر ایک نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا اور اپنی اس قوم کے لئے ایک شریعت لاتا۔ کوئی معجزہ بھی اس کے پاس ہوتا جسے اپنی امت و قوم کے سامنے پیش کرتا لیکن اس نبی کی تعلیم میں علاوہ اصول دین و امہات مسائل مثل توحید و اثبات نبوت و رسالت و معاد و حشر جن میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا کچھ ایسی باتیں بھی شامل ہوتیں جنھیں مقتضیات قومی اور وقتی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ زمانہ کے لوٹ پھیر اور چند نسلوں کے گزر جانے کے بعد اب جو دوسرا نبی آتا تو اس کی تعلیم میں بجائے گزشتہ مقتضیات کے موجودہ اقتضا کی تعلیم ہوتی۔ مثلاً موسیٰ اور عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام دونوں انبیائے مرسل اور دونوں نبیوں کی بعثت و دعوت تبلیغ ایک ہی قوم بنی اسرائیل کی طرف لیکن دونوں کے معجزے غیر اور بعض زمانی و حالی تفاوت تعلیم میں موجود۔ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ عصا کا اژدہا بنجانا اور ید بیضا تھا کما قال اللّٰہ تعالیٰ (۱) فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (۲) فَاَخْرَجَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ ہوتا ہے کہ اندھا مادرزاد اچھا ہوکر بینا و بصیر ہوتا ہے کوڑھی شفا پاکر صحت یاب ہوتا ہے۔ مردہ زندہ ہوتا ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ

اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اسی طرح توریت کی تعلیم حمیت و غیرت کے جذبات کو بھڑکاتی ہے شجاعت و مردانگی کی طرف للکارتی ہے لیکن انجیل عجز و نیاز تواضع و تحمل کا درس بلیغ دیتی ہے۔ معجزوں میں تغایر تعلیم میں تفاوت یہ سب اپنے اپنے وقت کے مقتضیات و مناسبات ہیں الغرض صرف انہیں دو مثالوں سے امورذیل استنباط کئے جاتے ہیں۔ (۱) ہر نبی کی اُمت ایک قوم متعین و متشخص بھی۔ (۲) اُس کی تعلیم میں ایسے عناصر بھی تھے جن کی تعمیل ایک خاص زمانہ کی مقتضی تھی (۳) ہر نبی کا معجزہ اُسکی اُمت کے لئے معجزہ تھا لیکن مرور ایّام کے بعد وہ ایک صحیح و سچی روایت کے ذیل میں تھا۔

انہیں تین امور کی جانب اگر امعان نظر سے کام لیا جائے تو یہ مسلہ روشن ہو جاتا ہے کہ جس نبی کی نبوت ان قیودات و خصوصیات سے مطلق و عام ہو گی وہ نبی خاتم النبیین ہو گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے تا عیسے علیہ السلام کوئی نبی اس کا مدعی نہیں کہ میری شریعت تمام عالم کے لئے ہے۔ ہمیشہ کے لئے ہے میرے بعد کوئی نبی نہ آئیگا نہ خود اُن کتب ہائے آسمانی کو اس کا دعوے۔

قرآنِ کریم کا باقی اور محفوظ رہنا پہلی دلیل ختم نبوت ہے

لیکن ان تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ایک ایسا نبی مرسل معبوث کیا جاتا ہے جس کی ہر ایک شان کا دامن ابد کی دامنا سے پیوستہ ہے صاحب وحی و کتاب ہے لیکن کتاب اس خاص فضل و رحمت کے ساتھ اسے دی جاتی ہے کہ اُس کی محافظت کا خود ہی اُس کا اُتارنے والا وعدہ فرمالیتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ دوسری جگہ اسی وعدہ کو ایک عجیب بندہ نوازی کے الفاظ میں یوں فرماتا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ یہ ظاہر ہے کہ عطا ہبہ ان سب میں رد او ر واپسی ممکن لیکن وراثت کا وارث سے لیا جانا ناممکن پس اس کتاب کا جب کہ اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو وارث قرار دیا تو یہ کھلا ہوا وعدہ ہے کہ مثل اُمم سابقہ یہ کتاب تم سے چھینی نہ جائیگی جس طرح اُن کی کتابیں محرف متغیر ہو کر کلام الٰہی کی حیثیت سے اُن کے پاس باقی نہ رہیں۔ اُس طرح اس کتاب کا جو تمھیں دی گئی ہے حال نہ ہو گا۔ پھر اسی امر کی طرف ان آیات مبارکہ میں بھی اشارہ ہے (۱) لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (۲) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۳) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ ان تمام آیات پر اگر غور کیا جائے تو یہ مسلہ بداہتہً واضح ہو جاتا ہے کہ ابقاء محافظت قرآن پاک کسی جدید کتاب کے نزول کو بے ضرورت ثابت کرتی ہے یہ وہ خاص وعدہ ہے کہ جو فرقان حمید کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں

کے لئے کوئی اس طرح کا مژدہ نہیں سنایا گیا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کتاب یعنی قرآن مجید جبکہ خاتم الکتب ہے تو اس کا مبلغ خاتم الانبیاء و خاتم الرسل ہے تعلیم الٰہی اور وحی ربانی کی جو غایت تھی وہ جب پوری ہوگئی تو پھر انبیاء علیہم السلام کیوں مبعوث ہوں۔ الحاصل قرآن کریم کا باقی و محفوظ رہنا پہلی دلیل ختم نبوت ہے۔

قرآن کریم کا عام بنی آدم کے لئے ہدایت ہونا دوسری دلیل ختم نبوت کی ہے

قرآن کریم مثل کتب و صحف سابقہ کسی خاص قوم کے مصالح پر مقتصر نہیں بلکہ اس میں تمام عالم کے مصالح اور الی یوم القیامۃ تک کے اصلاحات موجود اس کا افادہ نہ ایک خاص زمانہ کے لئے نہ خاص قوم کیلئے نہ ایک خاص قسم کیلئے بلکہ ہر شعبۂ عمل و اخلاق۔ اس لئے جہاں کہیں قرآن کریم اپنی نصیحت ہدایت اور مصلح ہونے کا ذکر کرتا ہے وہاں لفظ عالمین یا بشر یا انسان کا فرماتا ہے جس کی دلالت عموم و اطلاق پر ہے۔ (۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (۲) وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ (۳) وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (۴) لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ سارے عالم کی ہدایت کے لئے جو کتاب کافی ہو اس کے بعد [illegible] سارے بنی آدم کی رہبری کا ذمہ لیا وہ ایسی ہی ایک کتاب قرآن مجید ہے پس قرآن کریم کا [illegible] دوسری دلیل ختم نبوت کی ہے۔

کمال دین و اتمام نعمت تیسری دلیل ختم نبوت ہے

کتاب آسمانی کا ہر طرح کے تغیر و تحریف سے محفوظ رہنا اور اس کا تمام عالم کے لئے ہدایت ہونا جیسا کہ اس قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہے ویسے ہی یہ خصوصیت بھی اسی میں ہے کہ دین کا اکمال اسی کتاب سے ہوا۔ ہر وہ امور جن کا بیان کرنا وحی الٰہی کے ذمہ تھا ان سب کی حامل یہی آخری وحی ہے۔ حیات دنیا کے اب جتنے ادوار ہونگے اور انقلاب و تغیر کی جس قدر صورتیں ہونگی ان سب کی رہنمائی اسی آخری تعلیم سے ہوگی۔ (۱) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (۲) وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ (۳) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ۔ یہ آیات بینات اس پر شاہد ہیں کہ بیان کئے جانے کے قابل جو باتیں تھیں وہ سب بیان کردی گئیں ارشاد ہوتا ہے اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ دین کامل کر دیا گیا اور نعمتیں تمام کردی گئیں اب اگر نبوت ختم نہیں ہوتی ہے تو پھر یہ کیا اتمام و اکمال تھا کہ جس کے تتمہ و تکملہ کی حاجت رہ گئی اور یہ کیسی خبر تھی جو نعوذ باللہ صادق نہیں آئی پس اگر اتمام کے بعد تمام اور کمال کے بعد کمال محال ہے تو اب کسی اور نبی کا آنا بھی محال ہے۔ الحاصل اکمال دین اتمام نعمت اور تبیان لکل شئی یہ ختم نبوت کی تیسری دلیل ہے۔

سارے عالم کے لئے ایک ہی وجود کا مبلغ ہونا چوتھی دلیل ختم نبوت ہے

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہر نبی و رسول کی بعثت ایک خاص قوم کی طرف ہوئی چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ

هُوْدًا (۲) وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا (۳) وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (۴) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ یہاں تک کہ عیسے علیہ السلام کے متعلق یوں ارشاد ہو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ دوسری جگہ اس سے بھی واضح بیان وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔
لیکن جبکہ دنیا میں ایک شریعتِ عامّہ و مطلقہ بھیجی گئی تو پھر اُس شریعت کا لانے والا زمان و قوم کی خصوصیات کا کیوں مقید ہوتا اس لئے قرآن کریم اُس مہبطِ وحی الٰہی کے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے (۱) وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲) وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (۳) قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (۴) تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ ذرا فکر صحیح سے کام لینا چاہیے۔ کتاب مجید اپنے متعلق یوں کہے کہ میں تمام عالم کے لئے ہوں دین کی مکمل ہوں نعمتوں کی متمم ہوں۔ ہر شئے کی مبین ہوں۔ صاحب کتاب کی شان بھی الٰہی ہمہ گیری و عموم اطلاق کے ساتھ بیان کرے تو کیا یہ کھلا اعلان اس امر کا نہیں کہ نبوت ختم اور صاحب شریعت خاتم النبیین یہ ختم نبوت کی چوتھی دلیل ہے۔

اخلاق خاتم النبیین کی جامعیت پانچویں دلیل ختم نبوت ہے

خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن حکیم لیں ارشاد فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ دوسرے مقام پر اٹھارہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا ذکر فرما کر پیغمبر کو یوں ارشاد ہوتا ہے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ اور ظاہر کہ اقتداء تقلید ایمان و اعتقاد میں جب کہ عوام تک کے لئے نادرا تو پھر اس کا حکم انبیاء اور پھر انبیاء میں بھی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر دیا جائے گا۔ پس لامحالہ جیسا کہ تمام اکابر علماء اہل سنت کا مجمع علیہ مسئلہ ہے وہی حق ہے یعنی بہا اقتدہ کا حکم اُن فضائلِ جزئیہ مخصوصہ میں تھا جو ہر انبیاء علیہم السلام میں خاص خاص تھے تاکہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وجذبات میں وہ تمام مجموعی خوبیاں یکجا جمع ہو جائیں جو اپنے اپنے وقتوں میں علے سبیل الانفراد انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور اس طرح خلق خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاؤں کے اخلاق کا مجموعہ بن جائے۔ ولنعم ما قیل ؎

حسن یوسف دمِ عیسے ید بیضا داری ۔۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رحمۃ اللہ و رضوانہ علے من قال ؎

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ۔۔۔ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

پس اخلاق [illegible] کا [illegible] احمد علیہ [illegible] اول دلیل ختم نبوت ہے۔

خاتم النبیین کا معجزہ چھٹی دلیل ختم نبوت ہے

ہر ایک پیغمبر کا معجزہ اُس پیغمبر کے عہد میں معجزہ تھا اور بعد میں سچی و صحیح روایت لیکن خاتم النبیین کا معجزہ جس طرح کہ ظہور ختم المرسلین کے وقت میں معجزہ تھا آج بھی اُسی تازگی و رونق اُسی اُبہت و شوکت اُسی زور و قوت کے ساتھ معجزہ ہے اور ابد تک اسی حشمت و جبروت کے ساتھ معجزہ رہیگا یعنی خود قرآن مجید اُس کا معجزہ تھا اور ہے۔ اہل عرب کو اپنی زبان پر ناز تھا۔ اپنے بیان پر گھمنڈ تھا۔ فصاحت کی موجیں اُن کی زبان سے لہریں مارتی تھیں بلاغت اُن کے بیان کا ایک بہتا دریا تھا اُن کے پاس ایک اُمّی رسول آتا ہے اور کہتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اُن کے عرق غیرت کو یوں جوش میں لاتا ہے وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اب بھی بس نہیں کرتا بلکہ اس پر ایک تازیانہ کی ضرب اور لگاتا ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عرب کی غیور قوم اس کو سنتی ہے اور عجز کے ہاتھوں ناکامیابی کا جام پی جاتی ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا غرض بار بار انھیں غیرت دلائی جاتی ہے جوش میں لایا جاتا ہے طرح طرح سے ابھارا جاتا ہے لیکن حروف کا جواب سیف سے دیتے ہیں مگر صرف ایک سورۂ کوثر کا بھی جو تین آیات پر مشتمل ہے مقابل بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ الحاصل خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ آج سے چودہ سو برس جس طرح کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کا اعلان پکار کر منکرین کو خائب و خاسر کر رہا تھا آج بھی اُسی طرح منکرین کو سرنگوں کرنے میں سرگرم ہے پس سدا رہنے والا معجزہ جس پیغمبر کو عطا کیا گیا اور باقی رہنے والی شریعت جسے بخشش فرمائی گئی وہ نبی بے شک خاتم النبیین ہے و نعم ما قیل ؎

مُردوں کو جلاتی ہے تری ناز کی آواز
آواز کی آواز ہے اعجاز کا اعجاز

میں نثار تیرے کلام کے ملی یوں تو کسکو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

پس بقائے معجزہ چھٹی دلیل ختم نبوت ہے۔

اس امت کی ایک خاص فضیلت ساتویں دلیل ختم نبوت ہے

اس اُمت مرحومہ کے حق میں مولی تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اگر بفرض محال نبوت ختم نہ مانی جائے تو اب جو نبی آئے گا اُس کی اُمت کون ہوگی۔ نیز یہ پچھلی اُمت اُمم سابقہ کی شہید قرار دی گئی اور اس پر اس کا پیغمبر شہید بنایا گیا۔ تنہا وسط کی یہ ترتیب کھلے طور پر بتا رہی ہے کہ نبوت ختم ہو گئی۔

ورنہ اب جو نبی آتا اُس کی اُمت اس اُمت پر شہید ہوتی اور اُن کا نبی اپنی اُمت پر۔ لیکن جب کہ سلسلہ شہادت یہ فرما کر ختم کر دیا گیا کہ گذشتہ اُمتوں کی شہید یہ پچھلی اُمت اور اس کا شہید اس کا نبی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ دروازہ نبوت کا بند اور یہ ساتویں دلیل ختم نبوت ہے

ختم المرسلین کے بعض فضائل آٹھویں دلیل ختم نبوت ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ قرآن کریم کا یہ محاورہ ظاہر ہے کہ حذف مفعول وہاں سے ہوتا ہے جہاں اطلاق وعموم مراد ہو۔ اسی محاورہ کے بموجب یہاں فتح مطلق وعام سمجھی جائے گی جس کی دلالت فتوحات گوناگون اور کشود متنوعہ پر محیط۔ صرف اسی آیت پاک نے یہ بتا دیا کہ جسے تمام عالم کا جاتی دنیا تک کیلئے مبلغ بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کی صدائے تبلیغ فضائے عالم میں گونج کر فنا ہونے والی نہ تھی اس کے لئے فتح بھی عام عطا کر دی گئی۔ تاکہ سارے عقود کھل جائیں اور کسی طرح کی کوئی گرہ باقی نہ رہ جائے۔ فتح کا عام ومطلق ہونا دلیل ختم نبوت ہے۔ دوسری فضیلت وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اس آیۂ شریفہ میں رحمت کو ہر شئے پر محیط وسیع فرمایا۔ دوسری جگہ اس رحمت کی تفسیر فرما دی وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ پس معلوم ہوا کہ کائنات کا کوئی ذرہ اور عالم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں رحمۃ اللعالمین کی رحمت نہ پہنچی ہو۔ شریعت کامل مبلغ کامل تبلیغ پہنچنے کے لئے راہیں مفتوح مشکلات کی گرہیں کشادہ پھر اُس کے سحاب رحمت کے چھینٹے تمام اکناف عالم میں فیض رساں یہ سب اس امر کا ثبوت کہ حجۃ الٰہیہ کا اتمام ہوا اور نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور یہ آٹھویں دلیل ختم نبوت کی ہے۔

خاتم النبیین کی کامل سوانح وسیرت کا پایا جانا نویں دلیل ختم نبوت ہے

ہر ایک چیز کا انحصار اُس کی ضرورت پر ہے۔ نبوت کی بعثت اور نزول شریعت کی جب تک ضرورت باقی رہی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور شریعت نازل ہوتی رہی لیکن جب کہ شریعت کا اکمال اور دین کا اتمام اعلیٰ وجہ الکمال کر دیا گیا تو پھر ضرورت باقی نہ رہی اور یہ پچھلا نبی صاحب شریعت جامعہ متصف باوصاف کمالیہ جس کے صحیفۂ زندگانی کا ایک ایک صفحہ بلکہ ایک ایک لفظ اور ایک حرف باقی رکھا گیا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قرار پایا۔ دنیا میں کس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اُن کی صحیح تعداد تو اُن کا بھیجنے والا رب العٰلمین ہی جانتا ہے۔ لیکن جن انبیاء علیہم السلام کا نام معلوم اگر انہیں کے حالات زندگی اور واقعات نبوت کی جستجو کی جائے تو مشکل سے کچھ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ قرآن کریم جو خاتم الکتب آسمانی ہے وہی کچھ اُن کی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن خاتم النبیین کی زندگی اسطرح کامل محفوظ ہے کہ یوم ولادت سے یوم وصال تک کے ہر لمحات زندگی صحت کے ساتھ ہیں۔ یہاں تک کہ

اُس کی زندگی کا وہ حصہ جو ازواج مطہرات کے ساتھ گزرتا تھا وہ بھی معلوم و مشہود۔ اُس خاتم النبیینؐ کی حالت میں اس قدر جامعیت کہ حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی مثال اُس کی عملی زندگی میں نہ پائی جائے مظلومیت و بیکسی سے اُس کی تبلیغی زندگی شروع ہوتی ہے اور شاہنشاہی پر آکر ختم ہوتی ہے۔ ان دونوں حالتوں کے بیچ میں جتنے مراتب ہیں اور جس طرح طے کئے جا سکتے ہیں وہ سب موجود۔ انصاف شرط ہے جس ذات کو ختم المرسلین بنانا تھا اُس کے تمام حالات زندگی اگر محفوظ نہ رکھے جاتے تو تعلیم کا وہ حصہ جو عمل دیکھنے سے ہی پورا ہوتا ہے کیوں کر کمال پذیر ہوتا۔ پس خاتم النبیینؐ کی پوری اور کامل سوانح و سیرت کا محفوظ رہنا یہ نویں دلیل ختم نبوت ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ
یعنی دسویں دلیل ختم نبوت

ان دلائل کے بعد آخر میں اس آیت پاک کی تلاوت کروں جو اثبات مدعا میں نص صریح اور جس میں خاتم النبیینؐ کے اسم مقدس کی تصریح

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ نبی اور رسول میں نسبت عام خاص مطلق ہے ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں پس جو رسول خاتم النبیینؐ ہوگا وہ خاتم المرسلین بھی ہوگا۔ نفی عام نفی خاص کو لازم۔ مثلاً اگر حیوان کا وجود باقی نہ رہے تو انسان کا فنا لازم۔ دوسرے یہ مسلمہ قاعدہ قابل لحاظ کہ جمع محلی بالف ولام فائدہ استغراق و عموم کا دیا کرتا لفظ (النبیینؐ) کہ جمع محلی باللام ہے صیغہ عموم و استغراق کا ہے۔ اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہوئے خاتم النبیینؐ کا یہی مقصد و مطلب ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک اُن نفوس کے لئے جن پر لفظ نبی صادق آسکتا ہو خاتم قرار پائے۔ اب اگر خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی شخص بفرض محال نبی تسلیم کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیینؐ کہنا نعوذ باللہ صادق نہ ہوا۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ اس کے صدق کو واجب و ضروری بتا رہا ہے۔ خدا کی پناہ اگر ارشاد رب العلمین میں مومن جھلک بھی شبہ کی آجائے تو ایمان غائب۔ غرض خاتم النبیینؐ پر ختم نبوت کا نہ تسلیم کرنا مستلزم کذب باری جو خود کفر صریح اور بہت سے دیگر کفریات صریحہ کو متضمن اور یہ تمام خرابی اس سے پیدا ہوئی کہ خاتم النبیینؐ کو خاتم النبیینؐ تسلیم نہ کیا گیا پھر یہ بھی ظاہر کہ جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال پس خاتم النبیینؐ کا خاتم النبیینؐ نہ ہونا محال وھو المدعی تفصیل اس اجمال کی اس طرح ہے کہ نعوت و صفات کمالیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں اور ان کا اختصاص اُسی ذات اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں مثلاً اسلام و ایمان نبوت و رسالت۔ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ نعوت و صفات کمالیہ مختص ذات اقدس روحی فداہ کے ساتھ ہوں

اور کسی اور میں پائے بھی نہ جاتے ہوں۔ اس کی پھر دو قسمیں ہوں گی ایک تو وہ کہ اگر کسی اور میں اُن کا پایا جانا فرض کر لیا جائے تو اس سے کوئی محال لازم نہ آئے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مختصہ میں سے ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

(۲) فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ اس طرح کی صفتیں اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں لیکن ان میں اشتراک بین اثنین کی صلاحیت ہے۔ یہ متعدد پر منقسم ہونے سے ابا نہیں کرتیں اُن صفات سے متصف اگر متعدد نفوس فرض کر لئے جائیں تو اس سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔ لیکن اسکی دوسری قسم وہ ہے کہ وہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس میں اشتراک بین اثنین کی صلاحیت نہیں۔ متعدد پر منقسم ہونے سے ابا کرتی ہے۔ دو یا اس سے زیادہ نفوس اگر اُس صفت سے متصف فرض کر لئے جائیں تو اس سے محال عقلی لازم آئے۔ یہ وہ صفات ہیں کہ ان کا ثبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُسی وقت ہوگا جب کہ جملہ ماسوا، وما عدا سے اُن صفات کا سلب ہو۔ اور اگر کسی اور کیلئے وہ ثابت ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کا سلب لازم آئے۔ انھیں صفات میں سے ایک صفت خاتم النبیین کی ہے۔ وصف خاتمیت کسی کیلئے اُسی وقت ثابت ہوگا جب کہ جملہ ماعدا اور اس کے سارے ماسوا سے اس کا سلب ثابت ہو۔ پس جب کہ قرآن پاک نے یہ فرمادیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ تو سوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمیت سب سے سلب ہوگئی اور صرف اُسی ذات مقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت و مبرہن و مدلل ہوگئی۔ اگر کوئی اس کے خلاف تسلیم کرے تو سراسر عقل و نقل سب کا مخالف ہے۔ کتاب قدیم یعنی قرآن حکیم سے دس شہادتیں پیش کی جا چکیں اب احادیث ملاحظہ ہوں جس سے یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ آیات الہیہ مسطورۂ بالا کا یہی مطلب ہے جو بیان ہوا۔ اگر اُن تمام احادیث شریفہ کا بیان کروں جن کی دلالت ختم نبوت پر ہے تو مضمون بڑھکر ایک مستقل کتاب بن جائے۔ اس لئے صرف مرفوع حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نوع اوّل خصوص نصوص ختم نبوت

(صحیح مسلم شریف) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضلت علی الانبیاء بست

(ترجمہ) حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں اور مخالفوں کے

اعطیت جوامع الکلام ونصرت بالرعب — دل میں میرا رعب ڈالنے سے میری مدد کی گئی اور
واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض — میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں اور میرے لئے زمین
مسجدا وطهورا وارسلت الی الخلق — پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ قرار دی گئی اور میں تمام جہان
کافة وختم بی النبیون ۵ — سارے ماسوا اللہ کا رسول ہوا اور مجھ سے انبیا ختم کئے گئے

(۲) دارمی سنن میں بسند صحیح اور بخاری تاریخ۔ طبرانی اوسط اور بیہقی سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ — (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تمام پیغمبروں کا
وسلم انا قائد المرسلین ولا فخر — پیشوا ہوں اور کچھ براہ فخر نہیں مانا اور میں تمام پیغمبروں کا
وانا خاتم النبیین ولا فخر ۵ — خاتم ہوں اور بطور فخر نہیں ارشاد فرمایا۔

(۳) احمد و حاکم و بیہقی و ابن حبان عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ — (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک بالیقین
علیہ وسلم انی عند اللہ — میں اللہ کے حضور لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا
فی ام الکتاب لخاتم النبیین — اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں پڑے تھے ولنعم ما قال ہے
وان آدم لمنجدل فی طینتہ ۵ — آدم سروتن بآب و گل داشت کو حکم مبارک جان و دل داشت۔

(۴) بخاری و مسلم و ترمذی و احمد حضرت جابر بن عبداللہ سے اور احمد و شیخین حضرت ابوہریرہ سے اور احمد و مسلم حضرت ابو سعید خدری سے اور احمد ترمذی حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ — (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن — اور تمام انبیاء کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک محل نہایت
بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف — عمدہ بنایا گیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے
بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا — دیکھنے والے اس کے آس پاس پھرتے اور اسکی خوبی تعمیر
موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت — سے تعجب کرتے مگر وہی ایک اینٹ کی جگہ کہ نگاہوں میں
موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل — کھٹکتی ہے میں نے تشریف لاکر وہ جگہ بند کی۔ مجھ سے
وفی لفظ للشیخین فانا اللبنۃ وانا — یہ عمارت پوری کی گئی مجھ سے رسولوں کی انتہا ہوئی میں عمارت
خاتم النبیین ۵ — نبوت کی وہ پچھلی اینٹ ہوں میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۵) امام ترمذی حکیم عارف باللہ محمد ابن علی نوادر الاصول میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول الرسول آدم و آخرھم محمد ۵ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب رسولوں میں پہلے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور سب میں پچھلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۶) طبرانی معجم اوسط و معجم صغیر میں ابن عدی اور حاکم کتاب المعجزات میں بیہقی اور ابو نعیم دلائل النبوۃ اور ابن عساکر تاریخ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی۔ ایک بادیہ نشین اعرابی گوہ کا سوسمار شکار کر کے لاتا ہے وہ جوان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے اپنی امانت پھر حق تعالیٰ کی الوہیت بیان کر کے یوں عرض کرتا ہے۔

انت رسول رب العالمین و خاتم النبیین قد افلح من صدقک وقد خاب من کذبک ۵ (ترجمہ) حضور پروردگار عالم کے رسول اور رسولوں کے خاتم ہیں جنے حضور کی تصدیق کی وہ مراد کو پہنچا اور جسنے نہ مانا وہ نامراد رہا۔ اتنے بعد وہ اعرابی بھی کلمہ طیبہ پڑھ کر ایمان واسلام کی دولت پا گیا۔ مختصراً

نوع ثانی نبوت ہی منقطع ہوئی جب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی اب کسی دوسرے کو ملنی نہیں

(۱) صحیح بخاری شریف میں روایت موجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و لا نبی بعدی (ترجمہ) انبیاء بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے جب ایک نبی تشریف لیجاتا دوسرا اسکے بعد آتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح بر شرط صحیح مسلم کما قال لہ الحاکم و اقرہ الناقدون حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترجمہ) بیشک رسالت ختم ہوگئی اب میرے بعد نہ کوئی رسول نہ کوئی نبی۔

(۳) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احمد و ابن ماجہ و خزیمہ و حبان کی حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے بسند حسن طبرانی معجم کبیر میں حضرت حذیفہ ابن اسید رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح اور صحیح مسلم ابی داؤد و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے الفاظ متقاربہ و معانی متقاربہ روایت موجود۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ) اے لوگو نبوت کی بشارتوں سے کچھ نہ رہا مگر اچھا

یا ایہا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرویا الصالحۃ یراہا المسلم او تری لہ

خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کیلئے دوسرے کو دکھایا جائے کہیں یہ الفاظ ذہبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی یعنے نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں۔

نوع ثالث

(۱) طبرانی معجم کبیر میں اور حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی حضرت آدم علیہ السلام کا مغفرت طلب کرنا اور بہت سے فوائد جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

صدقت یا آدم انہ لاحب الخلق الی واذ سالتنی بحقہ فقد غفرت لک ولو محمد ما خلقتک وزاد الطبرانی وھو آخر الانبیاء من ذریتک

(ترجمہ) اے آدم تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے مجھ سے اس کا واسطہ دیکر سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت فرمائی اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا نبی ہے۔

(۲) ان موسی لما انزلت علیہ التوراۃ وقرأھا وجد فیہا ذکر ھذہ الامۃ فقال یارب انی اجد فی الالواح امۃ ھم الآخرون السابقون فاجعلہا امتی قال تلک امۃ احمد

(ترجمہ) جب موسی علیہ الصلوۃ والسلام پر توریت اتری اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا۔ عرض کی اے رب میرے میں ان لوحوں میں ایک امت پاتا ہوں کہ وہ زمانہ میں سب سے پچھلے اور مرتبہ میں سب سے اگلی تو یہ امت میری کر کہ یہ امت احمد کی ہے۔

(۳) ابن عساکر حضرت ابوہریرہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ آدم خیرہ ببنیہ فجعل یری فضائل بعضہم علی بعض فرأی نورا ساطعا فی اسفلہم فقال یارب من ھذا قال ابنک احمد ھو الاول ھو الآخر

(ترجمہ) جب اللہ تعالی نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا اللہ انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا وہ ان میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کئے مجھے ان سب کے آخر میں بلند و روشن دیکھا عرض کی الٰہی یہ کون ہے فرمایا تیرا بیٹا احمد یہی اول ہے یہی آخر ہے۔

(۴) ابن مسعود عامر شعبی سے راوی۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے صحیفوں میں ارشاد ہوا۔

انہ کائن من ولدک شعوب وشعوب

(ترجمہ) بیشک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے

حتی یاتی النبی الامی خاتم الانبیاء ۔ یہاں تک کہ نبی اُمّی خاتم الانبیا جلوہ فرما ہو صلے اللہ علیہ وسلم

(۵) ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔

قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسمی فی الکتب القدیمۃ احمد ومحمد والمقفی ونبی الملاحم وحمطایا وفارقلیطا وماذ ماذ ۔

(ترجمہ) اگلی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نام تھے احمد محمد۔ ماحی یعنی کفر و شرک کو مٹانے والے۔ مقفی سب پیغمبروں سے پیچھے تشریف لانے والے نبی الملاحم جہاد والے پیغمبر حمطایا حرم الٰہی کے حمایتی فارقلیطا حق کو باطل سے جدا کرنے والے ماذ ماذ ستھرے پاکیزہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) خطیب بغدادی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ کقاب قوسین او ادنی فقال لی یا محمد ھل غمک ان جعلتک اخر النبیین قلت لا قال فھل غم امتک ان جعلتھم اخر الامم قلت لا الی آخر الحدیث ۔

(ترجمہ) شب اسریٰ مجھے میرے رب نے نزدیک کیا یہاں تک کہ مجھ میں اور اس میں دو کمان بلکہ کم کا فاصلہ رہا اور مجھ سے فرمایا کہ اے محمد کیا تجھے کچھ اس کا غم ہوا کہ میں نے تجھے سب پیغمبروں سے پیچھے بھیجا میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تیری امت کو اس کا غم ہوا کہ میں نے انھیں سب امتوں کے پیچھے رکھا میں نے عرض کی نہیں۔

(۷) ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بزار و ابو یعلی و بیہقی بطریق ابو العالیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اسریٰ میں راوی۔ ثم لقی الارواح الانبیاء فاثنوا علی ربھم فقال ابراھیم ثم موسیٰ۔ ثم داود۔ ثم سلیمان۔ ثم عیسیٰ۔ ثم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم اثنی علی ربہ فقال کلکم اثنی علی ربہ وانی مثن علی ربی الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعٰلمین وکافۃ للناس بشیرا ونذیرا ونزل علی الفرقان تبیان کل شیئ وجعلنی فاتحا وخاتما ثم انتھی الی السدرۃ فکلمہ تعالیٰ عند ذالک فقال جعلتک اول النبیین خلقا واخرھم بعثا وجعلتک فاتحا وخاتما ھذا مختصر وملتقطا

نوع رابع بعد طلوع آفتاب عالمتاب خاتمیت صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الکرام وصحابہ العظام جو ادعای نبوت کرے وہ دجال کذاب مستحق لعنت وعذاب ہے

(۱) امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے اور احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت ثوبان سے

راوی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین ولا نبی بعدی ولفظ النجار بعدی دجالون کذابون قریبًا من ثلثین (ترجمہ) عنقریب اس امت میں قریب تیس کے دجال وکذاب نکلیں گے ہر ایک ادعا کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی نہیں۔

جس طرح آیات قرآن مجید کی تفسیر احادیث مصطفویہ سے کیگئی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تشریح احادیث کے لئے چند اقوال ائمہ مجتہدین وعلمائے دین متین کے بھی نقل کر دئے جائیں تاکہ دلیل اپنے ہر ارکان اربعہ سے حجت قاطع ہو جائے۔

(۱) امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں۔ تنبأ فی زمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجل قال امھلونی حتی اتی بعلامۃ فقال من طلب علامۃ کفر لانہ بطلبہ ذالک مکذب لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی (ترجمہ) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک مدعی نبوت نے کہا مجھے مہلت دو کہ کوئی نشانی دکھاؤں امام ہمام نے فرمایا جو اوس سے نشانی مانگے گا وہ کافر ہو جائے گا کہ وہ اس مانگنے کے سبب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تکذیب کرتا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) فتاوی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوی ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ واللفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر ولو انہ حین قال ھذہ المقالۃ طلب غیرہ من المعجزۃ قیل یکفر الطالب والمتاخرون من المشائخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ وافتضاحہ لا یکفر اھ ترجمہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائے گا اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہونچانے والا ایلچی ہوں اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقًا کافر ہے اور مشائخ متاخرین نے فرمایا کہ اگر اوسے عاجز ورسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا گیا تو کافر نہو گا۔

(۳) تیمۃ الدہر پھر ہندیہ میں بعض ائمہ حنیفہ سے اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں ہے (واللفظ لھا) اذا لم یعرف ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات (ترجمہ) جب نہ پہچانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پچھلے نبی ہیں تو مسلمان نہیں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

(۴) تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے رجل قال لآخر من فرشتہ توام فی موضع کذا اعینک بیخوی برای شغلک قیل انہ لا یکفر وکذا اذا قیل مطلقاً انا ملک بخلاف ما اذا قال انا نبی (ترجمہ) ایک نے دوسرے سے کہا میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں جگہ تیرے کام میں مدد کروں گا اس پر بعض نے بیشک کہا کافر نہ ہوگا یونہی اگر مطلقاً کہا میں فرشتہ ہوں بخلاف اس کے جبکہ اوس نے کہا کہ میں نبی ہوں

(۵) شفا شریف امام قاضی عیاض مالکی اور اوس کی شرح نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی میں ہے وکذالک یکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ ای فی زمنہ کمسیلمۃ الکذاب والاسود العنسی اوادعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القران والحدیث فہذا تکذیب اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم (ترجمہ) اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کی نبوت کا ادعا کرے جیسے مسیلمہ کذاب و اسود عنسی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت مانے اسلئے کہ قرآن و حدیث میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی تصریح ہے تو یہ شخص اللہ و رسول کو جھٹلاتا ہے۔

(۶) امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں۔ ان الامۃ فہمت من ہذا اللفظ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا و عدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر موول ولا مخصوص یعنی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑیے نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور کی ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقے سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل و تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشہ یا سرسام سے بہکنے بڑانے کے قبیل سے ہے اُسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اُمت مرحومہ کا اجماع ہو چکا ہے۔

احادیث مبارکہ کی طرف غور فرمائیے ختم نبوت کے مسئلہ کو کس طرح بار بار متعدد و مختلف حالات و مقامات میں سمجھایا گیا۔ خاتم النبیین کی تفسیر کہیں آخر الانبیاء سے کی ہے اور یہ مسئلہ مسلمہ کہ صیغہ تفضیل جب مضاف ہو تو

مضاف الیہ کے جمیع افراد پر فضیلت مضاف سمجھی جائے گی "آخر" صیغہ تفضیل ہے "الانبیاء" اس کا مضاف الیہ تو ہر وہ ہستی جو الانبیا کے افراد میں شامل ہے چاہے کسی جگہ ہو اور کسی وقت میں ہو اس کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آخر الانبیاء۔

آدم علیہ السلام نے ختم نبوت کی گواہی دی۔ صحیفہ ابراہیم نے خاتمیۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اعلان فرمایا تورات شریف نے اس امت مرحومہ کو پچھلی امت بتایا خود نصوص صریحہ نے خاتمیت کے معانی بانواع واقسام مختلف اوقات میں بالفاظ گوناگوں سمجھا دیئے۔ کہیں خاتم النبیین فرمایا کہیں آخر الانبیا ارشاد ہوا۔ کہیں لانبی بعدی فرمایا کہیں نبوت کا انقطاع کہیں اس کا ذہاب ارشاد ہوا۔ غرض ہر حدیث منقولہ بالا ایک طرز خاص سے ختم نبوت ظاہر کر رہی ہے۔ اسلئے احادیث مکررہ سے قطع نظر کر کے انہیں نصوص خصوص پر اکتفا کیا گیا آخر میں وہ حدیث جلیل نقل کر دی گئی جس میں ارشاد صریح کہ بعد آنحضرت کے جو دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب وہ دجال ہے قیام قیامت تک انہیں جھوٹے دجالوں کے ادعاے باطل وقتاً فوقتاً طرح طرح کے تاویلات باطلہ سے ختم نبوت مٹانا چاہیں گے اور الحمدللہ کہ خائب وخاسر رہیں گے۔ پھر علمائے امت کی تحریر دیکھئے کس کس پہلو سے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور ہر طرح کا تاویل وتشکیک کا کس طرح بیخ کنی کی ہے۔ اگر احادیث منقولہ کی طرف ذرا العمق نگاہ وامعان نظر سے دیکھا جائے تو ایک ایک حدیث کے ذیل میں دلائل وبراہین قاطعہ بے شمار۔ والحمد للہ العزیز الجبار والصلوٰۃ والسلام علے النبی المختار۔ اب میں اس مضمون کو صرف دو حدیثیں لکھ کر ختم کرتا ہوں۔

(۱) حج کا موسم ہے خدا کا آخری پیغمبر حجۃ الوداع کے لئے آیا ہوا ہے میدان عرفات میں جب کہ ہزاروں موحدین ومومنین کا مجمع ہے آیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ نازل ہوتی ہے ان کا پیغمبر خطبہ دیتا ہے اُن نصائح میں اشارہ اپنی رخصت کا بھی کرتا جاتا ہے۔ اکمال دین واتمام نعمت بتا رہی ہے کہ جو کچھ دین کے متعلق اس خاکدان عالم میں ہدایت وتبلیغ ہونے والی تھی وہ ہو چکی آخر میں وہ پوچھتا ہے الاھل بلغت سارا میدان اللھم نعم کی صدا سے گونج اٹھتا ہے پیغمبر پھر پوچھتا ہے اور پھر دوسری مرتبہ اللھم نعم کی آواز وادی میں گونج جاتی ہے۔ پھر پوچھتا ہے اور پھر سارے فضا میں اللھم نعم کی صدا پھیل جاتی ہے۔ اس دنیا میں یہ نظارہ تو بس ایک ہی مرتبہ اور یہ وہ دلکش ایمان افروز نظارہ تھا جس کا دنیا کو انتظار ابتدا یوم آفرینش سے تھا۔ وہ امر اہم جس کی ہدایت آدم علیہ السلام سے کی گئی تھی مختلف قرنوں میں

بے شمار نفوس قدسیہ انبیائے کرام علی سبیل الانفراد اوسے اکناف عالم میں انجام دیتے رہے تھے آج اُس کا ایک جوان عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے زبردست ہاتھوں سے تکملہ کرایا جارہا ہے وہ اپنے ادائی فرض کی تصدیق چاہتا ہے اور اُس کے غلام بار بار اللّٰھم نعم کہتے ہیں۔ اب وہ دوسری حدیث سنیے جس میں اُس آخری خطبہ کا ذکر جس کی بعد امت کو پھر کوئی خطبہ اُس زبانِ مقدس سے سننا نصیب نہوا۔ اُس وقت جس قدر نصائح جامعہ ارشاد ہوئیں ان میں ایک لانبی بعدی بھی ہے اس سے اہمیت اس مسئلہ کی فہمایش و تبلیغ کی بہت اچھی طرح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ آخری خطبہ میں جو آخری نصیحت و تبلیغ ہو وہ کیوں کر اہم نہوگی۔

(۲) امام اجل فقیہ محدث ابو اللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں فرماتے ہیں۔ حدثنا ابوبکر محمد ابن احمد ثنا ابو عمران ثنا عبد الرحمن ثنا داؤد ثنا عباس ابن الکثیر عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال شریف میں نازل ہوئی حضور فوراً برآمد ہوئے پنجشنبہ کا دن تھا منبر پر جلوس فرمایا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں ندا کردو لوگو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت سننے چلو یہ آواز سنتے ہی سب چھوٹے بڑے جمع ہوئے گھروں کے دروازہ ویسے ہی کھلے چھوڑ دئے یہاں تک کہ کنواریاں پردوں سے نکل آئیں یہانتک کہ مسجد شریف حاضرین پر تنگ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اپنے پچھلوں کیلئے جگہ وسیع کرو پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرماکر حمد و ثنائے الٰہی بجا لا کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجی پھر ارشاد فرمایا انا محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب بن ہاشم العربی الحرمی المکی لانبی بعدی الحدیث میں محمد ابن عبد اللہ بن المطلب بن ہاشم عربی صاحب حرم محترم و مکہ معظمہ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ھذا مختصراً۔ اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے زمین و آسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں خوشی و شادمانی ہے کہ در و دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے مدینہ کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انار ہو رہا ہے باچھیں کھلی جاتی ہیں دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے سینوں پر جامے تنگ جاموں میں قبائے گل کا رنگ۔ نور ہے کہ جھما جھم برس رہا ہے فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے پردہ نشین کنواریاں شوق دیدار محبوب کردگار میں گاتی ہوئی باہر آئی ہیں کہ ؎

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

بنی النجار کی لڑکیاں کوچے کوچے محو نغمہ سرائی ہیں کہ

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے۔ مجلس آخری وصیت ہے مجمع تو آج بھی وہی ہے بچوں سے بوڑھوں تک مردوں سے پردہ نشینوں تک سب کا ہجوم ہے۔ نالے ہلال سنتے ہی سینوں سے دل کی طرح بیتابانہ نکلے ہیں۔ شہر بھر نے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دئیے ہیں دل کملائے چہرہ مرجھائے۔ دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی ہے کہ آفتاب جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے۔ آسمان پژمردہ زمین افسردہ جدھر دیکھو سناٹے کا عالم اتنا ازدحام اور ہو کا مقام آخری نگاہیں اس محبوب کے روئے حق نما تک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی۔ اور ضعف نومیدی سے ہلکان ہوکر بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں۔ فرط ادب سے لب بند مگر دل کے ہونٹوں سے یہ صدا بلند ہے

کنت سواد الناظری فعمی علیک الناظر

من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

اللہ کا محبوب امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انھیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے۔ شان رحمت کو انکی جدائی کا غم بھی ہے اور فوج فوج امت کے ہوئے آنے کی خوشی بھی کہ محنت ٹھکانے لگی جس خدمت کو مالک العرش نے بھیجا تھا باحسن وجوہ انجام کو پہنچی۔ یہ مجلس وصیت ہے تبلیغ کی آخری ساعت ہے۔ اس میں ارشاد ہو رہا ہے لانبی بعدی۔

الا ھو اول الانام خلقا الا ھو للنبیین الختام

محمد ن الشفیع لکل اثم بعاقبۃ العقوبۃ والاثام

ملاذ مفزع ھو مفزع للوری اذا اھال افزاع عظام

حباہ اللہ اوحانا ابن ادم یکون لھا اشتراک وانقسام

رسالتہ التی عمت وتمت کمال للرسول بہ انصرام

بہ تم المکارم والمعالی وھل بعد التمام لھا تمام

قسیم لا یجوز لہ قسیم بہ تم المحاسن وانقسام

فدیت محمدا خیر البرایا علیہ صلوۃ ربی والسلام

غلام غوث متعلم علیگڑھ



رخ مہر ہے۔ قد خطِ شعاعی کی طرح
ہے گلۂ امت میں وہ راعی کی طرح
اُس خاتمِ انبیاء کا آخر میں ظہور
ہے مصرعۂ آخرِ رباعی کی طرح

معبود کی شان عبد میں تاباں ہو
تنزیہ سے تشبیہ کی سمت تاباں ہو
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نامِ نبیؐ
کعبے سے مدینے کی طرف شتاباں ہو

ہیں خاتمِ عشق کا نگینہ آنکھیں
ہیں بحرِ محبت کا سفینہ آنکھیں
ہے گنبدِ پُرنور کی صورت بالکل
کعبہ ہے اگر دل تو مدینہ آنکھیں

سیّد احمد حسین امجد

جذباتِ تسنیم

مجھے عشقِ رسولِ دو جہاں ہے — مری رفعت سے بھی کم آسماں ہے

زباں بھی میری اللہ کیا زباں ہے — ثنائے رب میں جب رطب اللساں ہے

زمیں بھی واں کی رشکِ آسماں ہے — مزارِ اقدسِ احمدؐ جہاں ہے

نہیں نارِ سقر کا خوف ہرگز — رسولِ پاک جب خود پاسباں ہے

ہمارا مشغلہ ہے رات دن یہ — کہ نامِ پنجتن وردِ زباں ہے

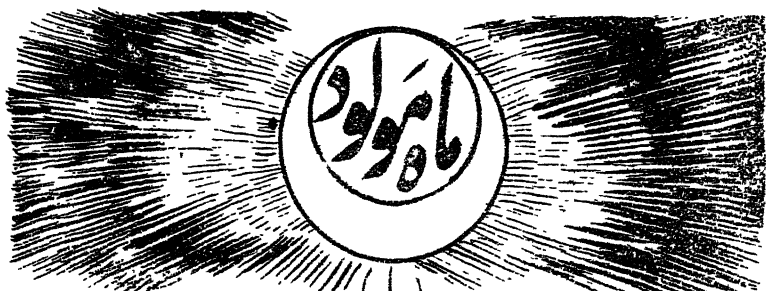
جسے ہو صدقِ دل سے حبِ احمدؐ — وہ اہلِ خلد بے شک بے گماں ہے

اگر عصیاں ہمارے ہیں بہت بھی — تری رحمت کا پلہ بھی گراں ہے

فنا فی اللہ کرنا اپنی ہستی — یہی بس سخت سے سخت امتحاں ہے

ثناخوانِ محمدِ مصطفےٰ ہے — نہ کہ تسنیم رسوائے جہاں ہے

تسنیم حیدرآبادی



(۱)

پھر دہر میں دورِ جشن مسعود آیا — سرتاجِ شہور ماہِ محمود آیا

ہے وقفِ درود قدسیوں تک کی زباں — اے صلِّ علیٰ کہ "ماہِ مولود" آیا

(۲)

ایماں سے پھر دلوں میں قوت آئی — پھر آدمیوں میں آدمیت آئی

آیا مہِ عرفاں مہِ مولود آیا — رحمت آئی خدا کی رحمت آئی

(۳)

کیوں فخر کرے نہ تیری امت تجھ پر — حق کی ہے سوا سب سے عنایت تجھ پر

اوروں نے نبوت سے شرف پایا ہے — نازاں ہے مگر ذاتِ نبوت تجھ پر

(۴)

ہے خاتمِ مرسلین رسالت تیری — ہے شافعِ مذنبین شفاعت تیری

اللہ کا ساجھی ہے ترا شیدائی — ایماں سے بڑھکر ہے محبت تیری

خاکسار

میر قطب الدین علی تسلی

مصر میں میلاد النبیؐ

عموماً انسان ممالک غیر کے حالات معلوم کرنے کا شایق ہے اور اس امر وہ پسند کو نسبت واقعات موجودہ کے گزشتہ حالات زیادہ مرغوب ہیں یہی اصول ملحوظ رکھکر میں اسوقت اڈورڈ ولیم لین صاحب کی کتاب ماڈرن ایجپشی انز (موجودہ اہل مصر) سے ایک صدی قبل کے حالاتِ جشن میلاد النبیؐ ترجمہ کرکے ہدیۂ ناظرین "تاج" کرتا ہوں۔ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ میں جس طرح یہ جشن قاہرہ میں منایا گیا تھا اُسکے چشم دید حالات ولیم لین صاحب نے قلمبند کئے ہیں۔

اس نوے سال کی مدت میں باعتبار رسم و رواج بہت کچھ رد و بدل کی توقع کیجاسکتی ہے۔ اس لئے دل چاہتا تھا کہ یہ مضمون زیادہ مکمل صورت میں پیش کیا جاتا اور اس عرصہ میں جو تغیرات اس مبارک تقریب میں ہوئے ان کی تفصیل اور جو رسوم اسوقت مصر میں میلاد النبیؐ کے موقعہ پر انجام دیجاتی ہیں انکی کامل تشریح کیجاتی ہے مگر مجھے اپنے ارادہ میں ناکامی ہوئی میں نے متعدد ہندوستانی سیاحانِ مصر کے سفرنامے[1] بڑے شوق سے کھولے اور نہایت مایوسی کے ساتھ فاتحہ پڑھکر بند کر دئے۔ میلاد النبیؐ کا ذکر تو کہاں بعض صاحبوں نے تو اسکے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ البتہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم اور حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری کے سفرنامجات میں کچھ حالات موجود ہیں جن کا ضروری اقتباس موقعہ بموقعہ حاشیہ میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ مجھے نہایت رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اہل مصر نے میلاد نبی جیسی مبارک تقریب میں بہت سی لغویات اور خلافِ شرع امور کو شریکِ رسم کر لیا ہے جو مصریوں کے ضعفِ ایمانی اور فرمانروایانِ مصر کے تغافل کے نتیجے شاہد ہیں۔ اس موقعہ پر غالباً میری یہ استدعا بیجا نہوگی کہ حامی دین و ملت و ماحی بدعت و ضلالت ہمارے بادشاہ ظل اللہ نے میلاد مبارک کے متعلق حال میں جو فرامین ہدایت آئین نافذ فرما کر بعض مکروہات و خلافِ شرع امور کا انسداد فرما دیا اُس پر بطور اظہار شکر و سپاس ہم حضرت اقدس و اعلیٰ کو

---

[1] آنریبل نواب عماد الملک بہادر، شاہزادہ ابو الفتح محی الدین مرحوم، خواجہ حسن نظامی دہلوی اور حاجی عبد الرحیم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنگلور کے سفرنامجات اور بعض دوسرے صاحبان کے سفرنامے۔

بقائے عمر واقبال وصحت وسلامتی کیلئے حق تعالےٰ سے دعا کریں۔ اگر ہمارے حاکم الشریعت وحکیم السیاست سلطان دکن کی نظر کیمیا اثر اس جانب ملتفت نہوتی تو اندیشہ تھا کہ بعض غیر شرعی حرکات جو اس وقت بظاہر خفیف معلوم ہورہی تھیں اور اظہار شوکت اسلامی کا ایک ذریعہ نظر آرہی تھیں آئندہ چلکر وہ سخت بدعات اور دینی و دنیوی فسادات کا پیش خیمہ ثابت ہوتیں۔

اے بیش ازانکہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہل مشرق و مغرب دعائے تو

اب میں اصل مضمون شروع کرتا ہوں۔ ولیسم لین صاحب کہتے ہیں۔

"ربیع الاول کا چاند ہوتے ہی قاہرہ میں جشن میلاد النبیؐ[1] کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ تہوار بالخصوص شہر قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ برکۃ[2] الاذبکیہ کے ایک بڑے میدان میں منایا جاتا ہے۔ برسات کے دنوں میں یہ جگہہ پورا تالاب بن جاتی ہے۔ جس کے کنارے میلاد کے جلسے منعقد ہوتے ہیں جب بارش نہ ہو تو خشک تالاب میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ تماشائیوں اور خصوصًا درویشوں کے لیئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کردیئے جاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول تک ذکر وشغل کے لیئے ان میں درویش آتے جاتے رہتے ہیں شامیانوں کے بیچ میں ایک مستول رسیوں سے باندھ کر کھڑا کر دیتے ہیں اور اس میں لیمپ باندھ کے لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ اس مستول کے چاروں طرف پچاس ساٹھ درویش حلقہ باندھ کر ذکر کرتے ہیں اسی کے قریب چار مستولوں کی ایک اور قطار بناتے ہیں جسے قائم کہتے ہیں۔ ہر مستول کے بیچ میں

ف۱ مصر میں اس کو مولد النبیؐ کہتے ہیں۔ مولد کے معنی مکان ولادت اور زمان ولادت دونوں ہیں۔ ۱۲ ف۲ برکہ حوض یا تالاب کو کہتے ہیں اُزبک تاتاری ترکوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ آجکل محلہ اذبکیہ میں ایک بڑا بازار اور خوشنما چمن ہے ایک جھیل کوئی سات فٹ گہری ہے جو چمن کو سیراب کرتی ہے۔ شام کو اس چمن میں بڑا مجمع رہتا ہے ف۳ حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری جنہوں نے ۱۸۹۵ء میں مصر کا سفر کیا ہے اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ میدان عباسیہ میں جلسہ ہائے میلاد منعقد ہوتے ہیں (سفرنامہ صفحہ ۵۹) مولوی شبلی نعمانی جن کا سفر ۱۸۹۲ء میں ہوا فرماتے ہیں کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطہ زمین ہے جس کو ایک معزز خاتون نے اسی کام کے لئے وقف کر دیا ہے اسی میدان میں جشن میلاد ہوتا ہے۔ اس میدان کا محل وقوع دونوں صاحبوں نے نہیں لکھا ف۴ بقول حافظ عبد الرحمن صاحب کثیر التعداد خیمے نصب کئے جاتے ہیں۔ ارکان دولت۔ مفتی بلاد مصر، شیخ الازہر، علما اور قاضیوں کے خیمے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ خدیو معظم کا بھی ایک عالیشان خیمہ ہوتا ہے جس میں انکی طرف سے ایک نائب رہتا ہے ان خیموں کی قطاریں بیضوی شکل کی ہوتی ہیں بیچ میں ایک وسیع میدان خالی رکھا جاتا ہے۔ چاروں طرف جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں جنکے پھریرے خوشنما اور رنگین ہوتے ہیں ۱۲

کئی کئی گز کا فاصلہ رہتا ہے۔ ان ستونوں پر بہت ساری رسیاں پھیلا دی جاتی ہیں اور بہت سی زمین پر بھی لٹکتی رہتی ہیں۔ گویا رسیوں کا ایک جال سا بنا دیتے ہیں اور بہت سے چراغ ان میں اس طرح پر لٹکاتے ہیں کہ کہیں ان سے پھول بیل اور کہیں شیر وغیرہ۔ کسی جانور کی تصویر کہیں کلمہ یا خدا کا نام بنجاتا ہے کہیں محض خوشنما طریقہ سے چراغ لٹکا دیتے ہیں[1]۔ میلاد النبی کے لئے روشنی و فرش و فروش کی ساری تیاریاں ہی وسط ربیع الاول تک ختم ہوجاتی ہیں اور تیسری تاریخ سے خوشی اور تقاریب شروع ہوجاتی ہیں جو شب و روز [?] دن رات ہوتی رہتی ہیں۔ ان دس دنوں میں قاہرہ والوں کا محلہ ازبکیہ میں ہر وقت مجمع رہتا ہے۔ دن کے وقت جو لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اُن کی دل لگی کے لیے شاعر[2]۔ داستان گو[3]۔ بازیگر[4] اور مسخرے اپنے کمال دکھاتے ہیں۔ آجکل طوائفوں کو حکم دیدیا گیا ہے کہ وہ تائب ہوکر ناچنے گانے کا پیشہ ترک کردیں اسلئے کسی طوائف کی صورت یہاں نظر نہیں آ سکتی ہے۔ محلہ ازبکیہ کی آس پاس کی گلیوں میں

---

[1] مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤں اور امراؤں کے ہوتے ہیں نہایت تکلف اور نفاست سے آراستہ کئے جاتے ہیں۔ ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہے۔ جھاڑ فانوس کی روشنی ہوتی ہے اور کثرت سے ہوتی ہے (سفرنامہ صفحہ ۱۱۳)

خواجہ حسن نظامی جو ۱۹۱۱ء میں مصر گئے تھے اگرچہ انہوں نے میلاد کے متعلق اپنے سفرنامہ میں کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ تاہم ایک عکسی تصویر "مصر میں جشن میلاد شریف" کے عنوان سے شریک سفرنامہ کی ہے جس سے ظاہر ہے کہ عالیشان شامیانوں کی قطار دور تک چلی گئی ہے جھنڈیاں لہرا رہی ہیں اور شیشہ آلات و برقی روشنی سے مجلس بقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔ ۱۲

[2] مصر میں شاعر ایک قسم کی سارنگی پر جسے رباب الشاعر کہتے ہیں شعر خوانی کرتے ہیں جس وقت ان کا کوئی ساتھی بھی رباب بجاتا ہے

[3] مصر میں داستان گو بھی بہت ہیں جو سارنگی بجا کر داستان بیان کرتے ہیں۔ یہ داستانیں ڈراما کے طور پر بیان کیجاتی ہیں جن میں نظم و نثر دونوں ملی رہتی ہیں۔ ۱۲

[4] ہندوستان کی طرح مصر میں بھی بازیگر۔ بھان متی اور مداری ہوتے ہیں اور عموماً رفاعی یا سعدیہ سلسلہ کے درویش یہ کرتب دکھاتے ہیں یہ لوگ سپیرے کا پیشہ کرتے ہیں۔ اپنی ٹوپیوں میں بچھو بٹھائے پھرتے ہیں اور انواع و اقسام کے شعبدے اور چھو منتر دکھاتے ہیں

[5] یہ ۱۲۳۲ھ کی کیفیت تھی اسکے بعد ۱۸۹۲ء میں مولوی شبلی لکھتے ہیں دو تین باتیں قابل اعتراض ہیں اول یہ کہ گیارہویں اور بارہویں کو آتشبازی ہوتی ہے۔ اور یہ اسراف اس رسم کے شایاں نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کا اجتماع دیکھکر اس مجمع کے قریب کہیں پر تھیٹر وغیرہ قائم ہوجاتے ہیں اسکے بعد ۱۹۰۶ء میں اور ترقی ملاحظہ ہو۔

حافظ عبدالرحمن فرماتے ہیں "مصر میں آزادی اس درجہ ترقی کر گئی ہے کہ اس متبرک مجلس کے موقع پر بھی شاہدان بازاری اپنے خیمے لگاتے ہیں اور محفل رقص و سرود گرم رکھتے ہیں اور شائقین ٹکٹ لیکر شریک محفل ہوتے ہیں شراب کی دوکانیں بھی ہوتی ہیں" ۱۲

چھوٹے بڑے نصب کردیے جاتے ہیں اور مٹھائی وغیرہ کی بہت سی دوکانیں لگا دیجاتی ہیں[1] کہیں کہیں نٹ بھی اپنی قلابازیاں دکھلاتے ہیں۔ اِن گلیوں میں بھی بڑی روشنی ہوتی ہے اور بہت سے چراغ لکڑی کی قندیلوں میں آویزاں کردیے جاتے ہیں۔ حلوائیوں کی دوکانیں اور وہ اسٹال جس میں خورد و نوش کا سامان ہوتا ہے ساری رات کھلی رہتی ہیں اور قہوہ خانے بھی رات بھر گرم رہتے ہیں۔ کسی کسی قہوہ خانے میں داستان گو جنکو یہاں محدث کہتے ہیں قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ ہر رات کو اس محلے سے آدھی رات گئے درویشوں کے جلوس گزرتے ہیں۔ دن کے وقت عموماً یہ لوگ جھنڈے لیکر نکلتے ہیں لیکن رات کو بجائے جھنڈوں کے ان کے ہاتھوں میں لمبی لمبی لکڑیاں ہوتی ہیں جنکے اوپر کے سرے میں کئی کئی چراغ لگا دیتے ہیں۔ ان قندیلوں کو قاہرہ میں منور کہتے ہیں۔ درویشوں کے غول کو (خواہ دن میں وہ جھنڈے لیکر نکلے یا رات کو منور کے ساتھ گزرے) اشارہ فرقہ کہتے ہیں یعنے علم سلسلہ۔ بعض اوقات اشارہ سے مراد جلوس بھی لیجاتی ہے۔ یہ درویش عموماً ادنٰے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں اور ان کا کوئی خاص لباس نہیں ہوتا۔ ان میں کے بہت سے معمولی عمامے باندھے رہتے ہیں یا بعض کے سروں پر کلاہ یا اونی بھری ہوئی ٹوپیاں ہوتی ہیں اور جسم میں سوتی۔ اونی یا سن کے کپڑے کی نیلی قمیص غرض کہ اسوقت بھی ان کا وہی لباس ہوتا ہے جو وہ اپنی دوکانوں پر پہنکر بیٹھتے ہیں یا اپنے کام کاج کے وقت پہنے رہتے ہیں۔

بمقابلہ ابتدائی راتوں کے آخری دو راتوں کو اس جشن میں بڑی دھوم دھام اور گہما گہمی ہوجاتی ہے اور لوگوں کے جمگھٹ بھی بہت ہوتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ محلہ سوق البکری میں[3]

---

[1] حافظ صاحب کہتے ہیں۔ مولود خوانی کے خیموں کے احاطہ کے باہر دوکانیں لگجاتی ہیں جو نہایت خوبی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور فروخت کا سامان ان میں موجود رہتا ہے ایک طرف ہنڈولے ہوتے ہیں۔ نقاش تصویریں بھی فروخت کرتے ہیں۔ بیرونی اجماع بادی النظر میں میلوں کا مشابہ معلوم ہوتا ہے۔

[2] مولوی شبلی فرماتے ہیں۔ ہر خیمے میں خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہیں۔ درویشان کا خاص کر لباس بھی ایک خاص وضع کا ہوتا ہے۔ پوری ہیئت تو خیال میں نہیں لیکن اسقدر یاد ہے کہ پیجامہ اور کمربند میں فرق ہوتا ہے۔" آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں ایک اور گروہ تھا ان لوگوں کے جامے اونچے اور زیادہ گھیر دار تھے قریباً جیسے گھاگرا اوالی ملبوس ...

[3] سوق بازار کو کہتے ہیں۔ مصر کے شیخ المشائخ جو قبیلہ بکر سے تعلق رکھتے ہیں اُسی جگہ رہتے ہیں اس وجہ سے اس بازار کا نام سوق البکری ہو گیا ہے۔ (۱۲)

جو برکۃ الاذبکیہ کے جنوب میں ہے ذکر و تنقل سب جگہ سے اچھا ہوتا ہے چنانچہ گیارھویں تاریخ میں جو کچھ ہوا یہاں کی سڑکوں پر تماشائیوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور آج بغیر لالٹین کے بھی چلنے پھرنے کی اجازت تھی۔ یہاں رات کے وقت عموماً عورتیں باہر نہیں نکلتیں چنانچہ آج بھی راہگیروں میں کوئی اکا دکا ہی عورت نظر آرہی تھی۔ سوق اسکری میں جس جگہ ذکر ہونے والا تھا اور جہاں سب سے زیادہ بھیڑ تھی ایک بہت بڑا بلوری جھاڑ لٹکایا گیا تھا اصل میں تھے تو وہ کئی جھاڑ مگر ایک کے نیچے ایک اس طرح لٹکا دیئے گئے تھے کہ وہ سب ملکر ایک ہی جھاڑ معلوم ہو رہا تھا جس میں شیشے کے کوئی دو تین سو گلاس تھے۔ اس جھاڑ کے چاروں طرف لکڑی کے چہل چراغ زمین میں گڑے ہوئے تھے یہاں یہ روشنی صرف میلاد النبی ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ آج شیخ درویش الغشاوی کا بھی میلاد[1] تھا۔ یہ بزرگ اسی محلہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں دفن ہیں۔ یوں تو ہر جمعرات کو یہاں ذکر ہوا کرتا ہے مگر اس وقت میلاد النبی اور شیخ الغشاوی کے میلاد کی وجہ سے دھوم دھام زائد کر دی گئی تھی۔ میں نے یہاں بہت سے عیسائیوں کو بھی دیکھا دوسری سڑکوں پر یہ لوگ نظر نہیں آئے تھے۔ اس جگہ میں نے متواتر یہ آواز بھی سنی:-

"آنحضرت پر جو درود نہ پڑھے اسکی آنکھوں میں خاک جھونک دو"

مسلمان مٹھائی فروش وغیرہ جن کا جوش ایسے موقعوں پر غیر معمولی ہو جاتا ہے عیسائیوں اور یہودیوں کو چھیڑنے کیلئے یہ آوازے کس رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں اس ذکر میں بکثرت قبطی عیسائیوں کے آنے کا کیا باعث ہے تو معلوم ہوا کہ ایک عیسائی برضا و رغبت مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے شیخ درویش کے میلاد کے کل اخراجات اپنے ذمہ لے لئے ہیں (گویہ عیسائی اپنے ایک بھائی کی دریا دلی کے کرشمے دیکھنے آئے تھے) شیخ غشاوی کوئی مجذوب تھے۔ انکی وفات کو آٹھ برس گزرے ہیں۔ یہاں والے انکے بہت معتقد ہیں۔ اس مسجد کے قریب سڑک پر ایک طرف بوریا چھادیا گیا تھا اور کوئی تیس پینتیس درویش آلتی پالتی مارے ہوئے ایک مستطیل حلقے کی شکل میں ذکر کے واسطے بیٹھے تھے۔ حلقے کے بیچ میں تین بڑی بڑی موم بتیاں کوئی چار چار فٹ اونچی روشن تھیں۔ ذاکر[2] زیادہ تر ادنیٰ طبقے کے احمدی[3] درویش تھے۔ یہ موٹے جھوٹے کپڑے

---

[1] مصر میں درویشوں اور صوفیوں کے عرس کو بھی میلاد کہتے ہیں ۱۲ [2] مصر میں ذاکر کو ذکیر کہتے ہیں۔ ۱۲

[3] سید احمد بدوی کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے درویش احمدی کہلاتے ہیں سید احمد بدوی کا مرتبہ بلاد مصر میں حضرت خواجہ اجمیری کے مثل مانا جاتا ہے۔ ان کا مزار قاہرہ سے کوئی آٹھ دس کوس مقام طنطنہ میں ہے۔ موجودہ شیخ سنوسی بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں ۱۲

پہنے ہوئے تھے۔ اکثروں کے سر پر سبز عمامہ تھا۔ حلقے کے ایک طرف چار منشد (قوال[1]) بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ ایک بانسری بجانے والا بھی تھا۔ میں اولاً ایک قہوہ خانہ میں ٹک گیا۔ اور پھر تھوڑی سی دیر کا پیلی کے بعد اپنے ملازم کی مدد سے ان منشدوں کے برابر جا بیٹھا۔ ذاکرین نے استفتاح الذکر یعنے فاتحہ اور درود وغیرہ پڑھا۔ پھر ذکر[2] شروع ہوا۔ درویشوں نے اولاً آہستہ آواز سے لا الٰہ الا اللہ کہنا اور اس کو دہرانا شروع کیا۔ کلمہ کی تکرار کے ساتھ انکا سر و جسم بھی دو مرتبہ جھکتا تھا۔ کوئی پاؤ گھنٹے کے بعد انہوں نے تیزی کے ساتھ کلمے کی ضرب لگانی شروع کی۔ اسی اثنا میں منشد کلمہ گاتے رہے۔ کبھی کبھی وہ نعتیہ قصائد بھی گاتے تھے۔ ذکر میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے جب کبھی وقفہ ہوجاتا تھا تو اُس وقت منشد قصیدے گانے لگتے تھے۔ وقتاً فوقتاً یہ لوگ "مدد" کے نعرے لگاتے تھے جس سے روحانی مدد یا تائید غیبی طلب کی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ذاکروں نے پھر کلمہ پڑھنا شروع کیا۔ مگر اب کی دفعہ نے بدل دی تھی۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اول آہستہ آہستہ ذکر کیا پھر جلدی جلدی ضربیں لگانے لگے اس کے بعد جس ترتیب سے وہ بیٹھے تھے اسی ترتیب سے کھڑے ہوگئے اور اب ایک اور دھن میں وہی الفاظ بولنے لگے[3] اس وقت ان کے ساتھ ایک عمدہ لباس پہنے لمبے قد والا حبشی غلام شریک ہوگیا۔ اس کی حرکات و سکنات نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کی نسبت دریافت کروں۔ معلوم ہوا کہ وہ پاشا کا خواجہ سرا تھا۔ درویش کھڑے ہوئے ایک کرخت اور گہرے لہجے میں کلمہ دہرا رہے تھے اور لا الہ الا اللہ کی ضرب

---

[1] مصر کے قوال مختلف باجے مثلاً قانون۔ رباب۔ عود۔ نے وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور منشد جن کے معنے شعر پڑھنے والے کے ہیں عموماً ایسے موقعہ پر صرف ایک نے سے کام لیتے ہیں۔ ۱۲

[2] مولوی شبلی نعمانی اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ ہر فرقہ اپنے طریقے کے موافق ذکر کرتا ہے۔ ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جدا ہے۔ ۱۲

[3] اسکے متعلق مولوی شبلی لکھتے ہیں کہ سب لوگ حلقہ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ رکوع کے قریب جھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہیں اگر کوئی شخص دور سے دیکھے تو اُس کو ورزش کا دھوکہ ہو۔

[4] ولیم لین صاحب نے مولود خوانی کا کچھ ذکر اپنی کتاب میں نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ قصائد خوانی کو مولود خوانی پر حاوی سمجھا ہو۔ حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری کہتے ہیں کہ "علماء اور خوش بیان قاری ہر روز شام کو مولود پڑھتے ہیں آخری دن کا جلسہ بڑا عظیم الشان ہوتا ہے۔ ایک جید عالم جناب سرور کائنات کی ولادت باسعادت کے حالات نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھتا ہے۔ اس وقت سب لوگ حسب معمول کھڑے ہوجاتے ہیں اور دیر تک نہایت مسرت کے ساتھ دلی توجہ سے سنتے ہیں"۔ ۱۲

لگا رہے تھے وہ ایسی آواز نکال رہے تھے جیسی کہ طنبورہ کے کنارہ پر مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کو دوھراتے وقت ہر شاغل و ذاکر اپنا سر دائیں بائیں طرف ہلاتا تھا۔ اب حبشی غلام بے ہوش ہوگیا یعنی اس پر کیفیت طاری ہوگئی اُس نے اپنے ہتھیار پٹک دیئے اور جلدی جلدی لمبی لمبی آوازیں نکال کر یا عمی عثمادی[۱] یا عثماوی پکارنے لگا۔ رفتہ رفتہ اُس کی آواز دھیمی پڑتی گئی اور یہی الفاظ کہتا ہوا لوگوں کے سنبھالتے سنبھالتے زمین پر گر پڑا۔ اُس کے منہ میں جھاگ آگئے آنکھیں اوپر چڑھ گئیں۔ ہاتھ پاؤں اکڑ گئے اور مٹھیاں تشنج سے بند ہوگئیں۔ ایسے حال آنے پر کسی کو حیرت نہ ہوئی اس قسم کے واقعات ذکر میں اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ اب دوسرے درویش بھی زیادہ جوش میں آگئے اور نہایت تیزی کیساتھ سروں کو ہلا ہلا کر زور زور سے ذکر کرنے اور جھومنے لگے۔ بعض وقت وہ اُچھلنے کودنے بھی لگتے تھے۔ اُس خواجہ سرا پر کئی مرتبہ حالت طاری ہوئی۔ اس کو خصوصاً اسوقت وجد آتا تھا جب منشد دو ایک شعر گانے کے بعد خوب زور لگا کر سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے یا یوں کہو کہ عرفی کے اس مقولہ پر عمل کرتے تھے[۲]۔

نوارا تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
خدائے را تیز ترمیخواں چو محمل را گراں بینی

اُسوقت کا راگ بہت اچھا اور میرے مذاق کا تھا۔ ذکر کے دوران میں ایک سپاہی بھی جو شریک محفل ہوگیا تھا کئی مرتبہ ملبوس ہوا۔ یہ بُری طرح چیختا تھا اور بڑے زور سے اپنا سر اِدھر اُدھر اور اُدھر سے اِدھر ہلاتا تھا۔ ذکر کے ابتدا میں درویشوں کی سنجیدگی و متانت اور ختم کے وقت یہ ہو حق قابل دید تھی۔ ختم کے بعد منشدوں کے لئے کچھ چندہ کیا گیا ذکر کرنے والوں کو کچھ نہیں دیا جاتا۔

ذکر رات بھر ہوتا رہتا ہے۔ درمیان میں ٹھہر ٹھہر کر قہوہ اور حقہ پیتے رہتے ہیں[۳]۔ اس وقت رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ میں یہاں سے برکۃ الاذبکیہ کو گیا۔ چاندنی اور چراغوں کی روشنی

---

[۱] اے میرے چچا عثمادی۔ اے عثماوی یہ وہی شیخ عثمادی ہیں جن کا یہاں مولد ہو رہا تھا۔

[۲] ولیم لین صاحب نے عرفی کا شعر نہیں لکھا ہے۔ اس فقیر نے موقع کے لحاظ سے اس مقام پر چسپاں کر دیا۔ ۱۲

[۳] مولوی شبلی لکھتے ہیں۔ ہر خیمے میں چائے شربت یا اور کسی قسم کی چیز ہر وقت موجود رہتی ہے جسوقت کوئی شخص اگرچہ تماشائی ہو خیمے میں داخل ہوتا ہے فوراً اوسکی تواضع شربت چائے سے کیجاتی ہے۔ یہ امراء کے خیموں کی کیفیت ہے۔ ولیم لین صاحب نے اُن خیموں کا ذکر کیا ہے جس میں درویش ذکر کرتے ہیں۔ ۱۲

دل پر وجدانی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ڈیروں کے بہت سے چراغ خاموش ہو گئے اور بہت سے آدمی خیموں اور شامیوں میں پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ درویشوں کا ذکر ختم ہو چکا تھا اس لئے یہاں کی کیفیت اگلی رات کے حالات میں بیان کرونگا۔

دوسرے دن جس کی رات شب میلاد تھی میں کوئی گیارہ بجے دن کے پھر محلہ برکتہ الاذبکیہ کو گیا لیکن ابھی تک یہاں زیادہ مجمع نہیں ہوا تھا اور نہ یہاں کچھ زیادہ دلچسپی کا سامان تھا۔ صرف دو تین بازیگر کچھ مسخرے اور شاعر میں نے یہاں دیکھے۔ ان میں سے ہر ایک کے گرد تماشائیوں کا چھوٹا چھوٹا سا حلقہ تھا لیکن آج یہاں چونکہ ایک ایسا تماشا ہونے والا تھا جس کے دیکھنے کے لئے بڑا مجمع اکٹھا ہو جاتا ہے اس لئے تھوڑی دیر میں تماشائیوں کے ٹھٹ لگ گئے۔ یہ تماشا یا کرامات سعدیہ درویشوں کے مرشد سید محمد المنزلوی دکھایا کرتے ہیں۔ آج جمعہ تھا۔ شیخ ممدوح مسجد حسینؓ میں خطیب ہیں یہاں سے بعد نماز جمعہ و خطبہ شیخ گھوڑے سوار ہو کر شیخ الکبری کے مکان کو گئے جو شیخ المشایخ اور تمام مشایخ مصر کا خواہ وہ کسی سلسلہ کے ہوں، مرکز ہیں۔ شیخ الکبری کا مکان برکتہ الاذبکیہ کے جنوبی جانب ہے۔ راستہ میں سعدیہ درویشوں کی بہت سی ٹکڑیاں جو قاہرہ کے مختلف اضلاع سے آئی ہوئی تھیں ان کے ساتھ ہو گئیں۔ ہر ضلع کا غول اپنے دو جھنڈے علٰحدہ لئے چل رہا تھا۔ سید محمد منزلوی ایک نورانی صورت کے بزرگ ہیں اور ذہانت و ذکاوت کے آثار ان کے چہرہ سے ظاہر تھے۔ اسوقت یہ عبا قبا پہنے ایک متوسط قد و قامت کے گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔ شیخ برکتہ الاذبکیہ میں سعدیہ درویشوں کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ داخل ہوئے اس جگہ شیخ الکبری کے مکان سے تھوڑے فاصلہ پر جلوس ٹھہر گیا۔ اس جگہ کوئی سو ڈیڑھ سو درویش زمین پر برابر برابر اوندھے لیٹ گئے۔ انکی ٹانگیں پوری طرح پھیلی ہوئی تھیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ پیشانیوں کے نیچے رکھے ہوئے تھے یہ لوگ اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ اب کوئی بارہ تیرہ آدمی جن میں سے اکثر ننگے پاؤں تھے۔ اور بعض کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نقارے تھے اللہ اللہ کہتے نقارے بجاتے اپنے اوندھے پڑے ہوئے ساتھیوں پر بھاگتے ہوئے گزرے۔ ان کے بعد شیخ تشریف لائے۔ اول تو ان کا گھوڑا آدمیوں کی پشت پر چلنے سے جھجکا

---

۵ مصر کے تیسرے فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ نے جس کی سلطنت ۳۶۲ ہجری سے ۳۶۵ ہجری تک رہی جب شام پر تسلط حاصل کر لیا تو دمشق سے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا۔ اس مقبرہ کے پہلو میں ایک نہایت عالیشان مسجد ہے جو مسجد سیدنا حسینؓ کہلاتی ہے ہاں مقبرے اور مسجد کا انتظام نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے حسین مظلوم علیہ السلام کے سر کے متعلق اور بھی کئی روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کربلا میں جسد اطہر کے ساتھ دفن کر دیا گیا ایک یہ کہ جنت البقیع میں دفن ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ دمشق کے مسجد اموی کے متصل ایک بڑی مسجد ہے جسے مسجد السیدنا اسیر کہتے ہیں اس میں سر مبارک دفن ہے۔

مگر سامنے سے گھسٹنے اور پیچھے سے ڈھکیلنے پر پہلے شخص پر قدم رکھا اور پھر بے دھڑک تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔
دو آدمی جو اسکی باگیں پکڑے چل رہے تھے وہ بھی آدمیوں پر سے گزرے ان میں سے ایک شخص لوگوں کی
ٹانگوں پر قدم رکھتا تھا اور دوسرا سروں پر۔ تماشائیوں نے یہ کیفیت دیکھکر بڑے زور سے اللہ کا نعرہ
لگایا۔ جن پر گھوڑا گزرا اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچی جس پر سے گھوڑا گزر جاتا تھا وہ لپک کر کھڑا ہو جاتا تھا
اور آگے جا لیٹتا تھا تاکہ پھر اُس پر سے گھوڑا گزر جائے۔ ہر شخص کو گھوڑے نے دو دو مرتبہ کھُندلا
اولاً اگلے پاؤں سے پھر پچھلے پاؤں سے۔ کہتے ہیں کہ کسی کو ایذا نہ پہونچنے کے خیال سے شیخ ساری رات
عبادت میں گزارتے ہیں اور خاص دعائیں مانگتے ہیں اور مرید بھی کچھ دعائیں پڑھتے ہیں۔ کئی مرتبہ
ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جو لوگ دعا و عزیمت سے تیار نہ ہو کر آئے ان کو سخت صدمہ پہونچا یا مر ہی گئے۔
بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر گھوڑے کے نعل نکال ڈالے جاتے ہیں مگر میں نے خود دیکھا کہ
اُس کے نعل بندھے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ فرقہ سعدیہ کے بانی گھوڑے پر سوار ہو کر شیشوں پر چلا کرتے
تھے اور کوئی شیشی ٹوٹتی نہ تھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ گھوڑا پہلے سے سدھا ہوا رہتا ہے۔ یہ بھی غلط ہے
اگر ایسا ہوتا تو گھوڑا پہلے پہل آدمی پر قدم رکھنے میں بدکتا نہیں۔ کئی برس ہوئے موجودہ شیخ نے
یہ رسم جو دوسہ یعنی پاؤں سے روندنا کہلاتی ہے انجام دینے سے انکار کر دیا تھا مگر مریدوں کے اصرار سے
اپنے ایک مرید کو جو اندھا تھا یہ کرامات دکھانے کی اجازت دیدی تھی لیکن تھوڑے دن بعد وہ بھی مر گیا اور
شیخ نے اپنے مریدوں کے کہنے سننے سے پھر یہ عمل شروع کر دیا۔ یہ رسم نہایت خیر و خوبی کے ساتھ انجام
دینے کے بعد شیخ اسی گھوڑے پر سوار ایک باغ میں گئے اور وہاں سے شیخ اسبکری کے مکان میں پہونچ گئے۔
اسوقت ان کے ساتھ بہت کم درویش تھے جن کے پیچھے پیچھے میں بھی ہو لیا تھا۔ دربان نے مجھے اندر
جانے دیا۔ شیخ گھوڑے سے اترے اور ایک جانماز پر جو دالان میں بچھی ہوئی تھی افسردہ شکل بنائے
آبدیدہ جھک کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے۔ میں شیخ کے بالکل قریب کھڑا تھا سات آٹھ آدمی ان کے
پاس بیٹھے ہوئے تھے اور بیس بائیس درویش جو ان کے ساتھ آئے تھے وہ نصف دائرے کی شکل میں
ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اس حلقے میں سے چھ آدمی آگے بڑھے اور ذکر شروع کیا۔ ہر شخص اللہ ہو
حی کے نعرے لگا رہا تھا اور ایک چھوٹا سا نقارہ جو ہر ایک کے ہاتھ میں تھا ایک تسمے سے پیٹتا جاتا تھا
چند منٹ تک یہ ہوتا رہا۔ اتنے میں ایک حبشی غلام کو وجد آگیا۔ یہ درویشوں کی طرف جھپٹا اور اپنے تئیں
پھینک کر باواز بلند۔ اللہ اللہ کی ضربیں لگانے لگا۔ کچھ دیر بعد اسکو ہوش آگیا۔ پھر دوسرا ذکر شروع
ہوا۔ اس میں ایک آدمی اللہ ہو حی کہتا تھا دوسرے اُس کے جواب میں یا حی کہتے تھے اور ہر حرکت کے ساتھ

یہ لوگ دائیں بائیں جھلتے تھے۔ دس منٹ تک یہ ہوتا رہا پھر قائم اور یا دائم کا ذکر شروع ہوا۔ اسوقت میرا دل بھی چاہنے لگا کہ ان میں شریک ہو جاؤں چنانچہ درویشوں میں گھسکر میں نے بھی ہو حق کی اور الحمد للہ کہ کسی کی نظر میں کھٹکا نہیں۔ کچھ دیر تک ذکر ہوتا رہا پھر درویشوں نے شیخ کی دست بوسی کی اور وہ آرام کیلئے بالا خانہ میں چلے گئے۔

سعدیہ درویشوں کا پہلے یہ بھی طریقہ تھا کہ دوسہ کے بعد شیخ البکری کے مکان میں وہ خاص خاص آدمیوں کے سامنے سانپ بچھو کھانے کی کرامات دکھایا کرتے تھے مگر موجودہ شیخ نے اس خیال سے کہ مذہبًا سانپ حرام ہے انکی ممانعت کر دی ہے۔ یہ لوگ سانپوں کے زہریلے دانت اکھاڑ ڈالتے تھے یا اوپر نیچے کے ہونٹ ملا کر سی دیتے تھے تاکہ کاٹ نہ سکیں بعض وقت یہ لوگ دوسہ کے جلوس میں بھی سانپ لیکر نکلا کرتے تھے اور ان کے ہونٹوں میں چاندی کے دو چھلے ڈالدیتے تھے۔ جسوقت کوئی سعدی درویش سانپ کھانے کو تیار ہوتا تو اسکو اسوقت ایک قسم کا جذبہ یا جنون چڑھ جاتا تھا۔ وہ اپنے انگوٹھے سے سانپ کا پھن بڑے زور کیساتھ سر سے کوئی ایک انچ کے فاصلہ پر پکڑ لیتا تھا اور دونوں دانتوں میں سانپ کا پھن کچا چبا جاتا تھا جسم کا باقی حصہ پھینکدیا جاتا تھا۔[۱]

شب دوازدہم کو جو خصوصًا شب میلاد کہلاتی ہے میں پھر میلے کے مقام پر گیا۔ یہاں کوئی ۷۰ ستر درویش ایک شامیانے میں ذکر کر رہے تھے۔ اس حلقہ میں مختلف سلسلوں کے درویش شریک تھے مگر ذکر جو اسوقت ہو رہا تھا خصوصًا سلسلہ بیومیہ کا تھا جسمیں ذاکر یا اللہ کے نعرے لگاتے ہیں اور ہر نعرے کیساتھ اپنا سر جھکاتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی اپنے ہاتھ چلیپا کی شکل میں سینہ کے سامنے کرتے ہیں پھر سر اٹھاتے ہیں اور سب ملکر ایک تھپا اپنے چہرہ کے سامنے تالی بجاتے ہیں۔

حلقے کے باہر بہت سے تماشائی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ درویش کوئی آدھ گھنٹہ تک ذکر کرتے رہے اس کے بعد انہوں نے پانچ پانچ چھ چھ آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی بڑے بڑے حلقوں کی شکل میں اس طرح بنائی کہ ہر شخص نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے قریب والے کی پیٹھ پر اور اپنا پنجہ اس کے کندھے پر رکھا۔ ان سب کے چہرے حلقے کے باہر حاضرین کی جانب تھے۔ یہ لوگ نہایت کرخت لہجہ میں لفظ اللہ اللہ اپنے حلق سے ادا کر رہے تھے۔ اور ہر نعرے کے ساتھ ایک قدم پہلے آگے اور پھر پیچھے رکھتے تھے اور ہر دفعہ قدم آگے اٹھاتے وقت اپنے دائیں جانب ذرا ہٹتے جاتے تھے اور اس طرح نہایت آہستگی کیساتھ یہ حلقہ گردش کر رہا تھا۔[۲] ہر ذاکر اپنا سیدھا ہاتھ اٹھا کر تماشائیوں کو جو حلقے کے باہر تھے سلام بھی کرتا جاتا تھا بعض لوگ

---

[۱] اس قسم کے درویشوں کو بعض سیاحوں نے جھونکنے والے یا دھاڑنے والے درویش لکھا ہے۔

[۲] اکثر سیاحان مصر و شام قسطنطنیہ وغیرہ نے درویشان رقاص یا حال قال والے درویشوں کا ذکر کیا ہے اس تحریر ان درویشوں کا صرف اس قدر ذکر کافی معلوم ہوتا ہے جو مولوی شبلی نعمانی نے میلاد النبی کے حالات میں رقاص درویشوں کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ (۵۷) بقیہ حاشیہ۔

جب یہ درویش ان کے قریب پہونچتے تھے تو ان کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں سے مصافحہ اور دست بوسی بھی کر رہے تھے۔ اس وقت کے ذکر کوئی تین بجے رات تک ہوتے رہے۔ دوسرے تماشے صبح کی نماز کے وقت ختم ہوئے اور پورے صبح دن نکلے اٹھا دیے گئے۔"



تو نے بہ نظرِ جلوۂ رب دیکھ لیا — جو کچھ مجھے دیکھنا تھا سب دیکھ لیا

بنکر ہمہ عین اپنی آنکھوں سے آج — میں نے تجھے یا شاہِ عرب دیکھ لیا

اِس طرح ہو سورۂ مراسم عطا — لکھ مدحِ رسولِ دوسرا مدح سرا
علیٰ منقول صو

مسرور ہو دل اگر ہو سرگرمِ درود — لو آؤ کہو اہلِ ولا صلِّ علیٰ

بقیہ مضمون صفحہ (۵۲) "وہ لکھتے ہیں" درویشان رقاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہے اور سچ یہ ہے کہ فقر و تصوف کی تضحیک و توہین ہے۔ ان کا لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہے۔ پوری ہئیت تو خیال میں نہیں آتی لیکن اسقدر یاد ہے کہ پیجامہ اور کمر بند میں سبز پٹکا ہوتا ہے۔ یہ لوگ صف باندھکر بیٹھتے ہیں اور ان میں جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہے وہ وسطِ محفل میں جاکر ناچنا شروع کرتا ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ناچ کے تمام اصول ادا کئے جاتے ہیں لیکن میں نے جو دیکھا وہ اسقدر تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہو کر پھرکی کی طرح چکر لگاتا تھا۔ تقریبًا ایک گھنٹے تک ناچتا رہا لیکن ہاتھ یا اور کسی عضو کو حرکت نہیں ہوتی تھی۔ ایک اور گروہ تھا جسکا طریقہ اس سے کسیقدر مختلف تھا۔ ان لوگوں کے جامے اونچے اور زیادہ گھیردار تھے تقریبًا جسطرح گھاگرا والی پلٹن۔ ناچنے کے وقت یہ لوگ دونوں ہاتھ پھیلا کر ناچتے تھے۔ مجھکو سخت افسوس ہوا کہ اس بیہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ لوگ غوث قطب۔ ابدال اور اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہیں"

(سفرنامہ صفحہ ۲۱۲)



پہنچا ہے سرِ عرش مقدر میرا
مرکز پہ ہوا ہے ختم چکر میرا
ہے سارے جہاں کا سر مرے قدموں پر
تیرے قدموں پہ جب ہے سر میرا

سو مرتبہ در پہ تیرے آنے والا
آنکھیں تری راہ میں بچھانے والا
اے عرش نشین کیا تو مجھے بھول گیا
میں ہوں وہی نعلین اٹھانے والا

مشتاقِ قدم ہے آستانِ دیدہ
خالی ہے ترے لئے مکانِ دیدہ
اے چشم و چراغ جانِ امجدؔ! آجا
نادیدہ ہیں تیرے مردمانِ دیدہ

جھولی بندگی بندہ پرور بھر دے
کشکول میں مقصود کے گوہر بھر دے
صدقے ترے میخانے کے میخواروں کا
اے ساقیِ کوثر مرا ساغر بھر دے

سید احمد حسین امجد



نیلے

آسمان میں اُفقِ مغرب پر جو چیز کہ دکھائی دے رہی ہے اور جسے دنیا تک رہی ہے وہ چاند ہے اور ماہ میلاد المبارک کا چاند ہے یہ چاند تو سب کا چاند ہے مگر میرا چاند مدینے کا چاند ہے جو سنہ ۵۷۱ء میں سرزمین عرب کے پیاری زمین مکہ مکرمہ پر بڑی شان کیساتھ چمکا تھا اسوقت آسمانی فضا چتر کی ہوئی فضائے بسیط گھری ہوئی تھی نور و انوار کی بارش رحمتوں کا مینھ برس رہا تھا ہرے بھرے باغ میں پودے جھوم رہے تھے کلیاں چٹخ رہی تھیں پھول مہک رہے تھے آبشار محو ترنم تھے ہوا ناچتی گاتی پھر رہی تھی سمندر کی موجیں اٹھ اٹھ کے دف سا بجاتی تھیں پانی لہرا رہا تھا نغمے سنا رہا تھا اور یہ آسمانی چاند ستاروں کے ساتھ سلامی آ آ رہا تھا معصوم ہستیاں خوشی کا گیت گا رہی تھیں نورانی نورانی صورتیں مسرت کا راگ الاپ رہے تھے غرض کہ عرش سے لیکر فرش تک اِک دھوم تھی اور یہ چہچہے اپنے میں بستی اپنی مستی میں تھی۔ تمام عربستان ریگستان ہے اور مدینہ بھی ریتلا دیار ہے جو عربی دیار کا شہر یار ہے کھجور کے لانبے لانبے درخت ریتلی زمین پر چشموں کے اطراف عجیب بہار دیتے ہیں کچھ درخت میرے چاند کے بارگہِ قدس کے سامنے بھی ہیں جو خادم سا کھڑے ہوئے ہیں اس چاند کی کالی کالی رعایا (عرب) چاندنی میں ایسی دکھائی دیتی ہے جیسے دودھی رات میں آسمان پر کالے بادل۔ مدینے کا چاند آنکھ اور آنکھ کی پتلیوں میں ہے سینہ اور دل میں ہے جس کا فوٹو کیمرۂ دل لیتا رہتا ہے۔ مجھ جیسے اسی کا نام رٹتے اسی کا مالا جپتے ہیں اس چاند کے چاہنے والے ہر خطہ میں ضرور ملیں گے اس کی حکومت اسلامی دنیا پر ہے اس کا سکہ زمانے بھر میں چلتا ہے اس کے نام کا خطبہ ہر جا پڑھا جاتا ہے ساڑھے تیرہ سو برس گزرے دنیا کیا سے کیا ہو گئی مگر اس کی یاد اب تک دلوں میں تازہ ہے پس مدینے کے چاند کا پلہ اس آسمانی چاند سے بھاری ہے مدینے کا چاند آنکھوں کو کافی نور دل کو دائمی سرور بخشے۔ آسمانی چاند چوٹ پایا ہوا داغ کھایا ہوا ہے اسلئے داغدار ہے نور و منت کیش ہے اسکی کیا ہستی جو مدینے کی چاند کی برابری یا ہمسری کرے کیونکہ اس نے اس چاند کا معجزہ حسن دیکھ لیا۔

آسمانی چاند نے ماہ کی آمد کی خبر دیتا ماہ میلاد المبارک کا مژدہ سناتا ہے اس لئے یہ چاند

میرے چاند کا خیر سگاں ہے۔ ہر قوم کا ایک چاند ضرور ہے مگر ہم مسلمانوں کا چاند مدینے کا چاند ہے زمانہ لاکھ رنگ بدلے یا یاد بھلادے مگر اس چاند کا نام تاریخ عالم کے صفحوں میں سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا ہے اس نے اپنی زندگی میں جو جاہلیت کے زمانہ میں جو کام کئے جس طریقہ پر بسر کی جیسا حکمرانی کا حق ادا کیا وہ مدینے کے چاند کا ہی حصہ تھا۔

مدینے کے چاند اور ستاروں کے مقابل ہو کر آسمان عرب پر کفار مکہ اکثر بادل بنکر گرجے بجلیوں سا کوندے چمکے اسلامیوں کے خرمن جلانے اندھیوں سا آئے بگولوں سا لپٹے آخر خدا کے فضل سے عرب کا یہ ابر سیاہ آکو مطلع صاف ہو گیا یعنی ۸ھ کو مکہ فتح ہو گیا اس موقع پر اس چاند نے ظالم کفار مکہ کے ساتھ جس طرز سے اپنی حکمرانی کو چار چاند لگا کر چمکائے اسکی مثال دنیا بھر کی تاریخ میں نہ مل سکتی ہے نہ ملے گی۔ پس مدینے کا چاند شاہوں کا شاہ دنیا کا سرتاج چاند کا آفتاب ہے بانکا رسیلا ہر یالہ متوالہ ہے جس کی کرنوں سے اک خوبیوں کا سمندر ابلتا ہے خیر و برکت کا دریا بہتا ہے اور یہ آسمانی چاند راتوں اور سورج دن میں روزانہ میرے چاند مدینے کے چاند کا تصدق ہوتا رہتا ہے۔ آہ ہم کدھر اور مدینے کا چاند کدھر اپنی غفلت نصیبی بد قسمتی سے کالے ملک میں پڑے ہوئے ہیں۔ عزت پایا دولت ملی سب کچھ دیکھ لیا گوری حکومت سے دل سیر ہو گیا۔ اب دل و جان ایمان سے لکھتا ہوں اور شام کے وقت یہ آسمانی چاند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری نظر میں سب سے بہتر مدینے کا چاند ہے پس میرے اندھیرے گھر کے اجالے آنکھوں کے تارے اسلامیوں کے پیارے اے مدینے کے چاند ؎

تو اگر عہد وفا باندھ کے میرا ہو جائے   گورے ملکوں کے اجالے میں اندھیرا ہو جائے

سلیم الدین وکیل پی نور (دکن)

رباعیات

اک ہیچمداں مدح تری لکھے کیا   محمود ہے تو اور ترا حامد ہے خدا
کہتے ہیں بشر تجھے مگر تجھ سا بشر   آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ کانوں نے سنا

اے رہبر کل فداک امی و ابی   اے شمع رسل فداک امی و ابی
پہنچایا قتیل کو خدا تک تو نے   یا شاہ رسل فداک امی و ابی

قتیل دانا پوری



لسان الآثار

کیست دُردی کش این میکدہ یارب کہ درش
قبلۂ حاجت و محراب دعا می بینم
(حافظ)

شکسپیرنیا و سیرِ محمدیؐ اور ان کے ہیرو۔

شکسپیر کی خوشہ چینی میں۔ اسکے کلام کی تحقیق و تدقیق میں۔ اسکی سوانحنگاری میں۔ اور اس کی حقیقی یا موہوم ہستی کو آفتاب بنا کر چمکانے میں۔ غرض یہ کہ "شکسپیرنیا" کو مرتب کرنے میں جس وسعت و عظمت سے کام لیا گیا ہے اسکی کوئی دوسری نظیر مغربی ادبیات کے دائرہ میں نظر نہیں آتی! البتہ ادبیاتِ عالم میں "سیرِ محمدی" کا ایک ایسا سدا بہار گلدستہ موجود ہے جس کے مقابل "شکسپیرنیا" کی یہ بہار خزاں سے بدل جاتی ہے۔ لیکن اسکے باوجود یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ موجودہ مادّی تہذیب کے عام پرستار "شکسپیرنیا" کی اس بہار۔ اور "سیرِ محمدیؐ" کی اس جنت کو بالکل معکوس اور متضاد نگاہوں سے مطالعہ کرتے ہیں اگر ان کے پاس "شکسپیرنیا" تحقیقات کا سرچشمہ ہے تو "سیرِ محمدیؐ" خرافات کے دفتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ "شکسپیرنیا" تحقیقت کا منبع اور ابتہاج و مسرت کا آگت سمجھا جاتا ہے تو "سیرِ محمدیؐ" خوش اعتقادی کی داستان اور قصہ پسند طبایع کی دلچسپیوں کا مشغلہ خیال کیجاتی ہے۔ شکسپیرنیا کا ایک ایک لفظ الہام کی کیفیت پیش کرتا ہے تو سیرِ محمدیؐ کے مستندات بھی نقائص سے مملو تصور کئے جاتے ہیں۔ شکسپیرنیا کا ہیرو اپنی فنی حیثیت سے دنیا کا عظیم الشان انسان۔ اہلِ تخیل کا سرتاج۔ فطرتِ انسانی کا ترجمانِ اعظم بنا ہوا ایک ایسی جلوہ نمائی کرتا ہے کہ اسکی عظمت کا راز دریافت کر لینا عقل کی پرواز سے باہر نظر آتا ہے۔ احرارِ مادیت نہ صرف اسکو مسیح کا مدِمقابل بنانے میں بلکہ مسیح پر اسکو ترجیح دینے میں بھی خود کو حق بجانب تصور کرتے ہیں۔ اسکے برخلاف "سیرِ محمدیؐ" کا ہیرو یا تو ہر قسم کے اخلاقی۔ سیاسی۔ اور معاشرتی عیوب کے ایک مجسّمہ کی شکل میں یا اقتدا پسندی کی یہ عدیم المثال صورت میں

نمایاں کیا جاتا ہے۔ اسکی ہستی ایک چیستان قرار دی جاتی ہے۔ اور ہیر پھیر کر اگر کچھ عقدہ کشائی کیجاتی ہے تو وہ یہ کہ محمدؐ میں روحانی کیفیات سے سرور حاصل کرتے وقت دماغ پر جنون کا ایک ایسا اثر پڑا کہ مرتے دم تک اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اور اسیطرح پیغمبری کا خود فریب نشہ جو سر چڑھا وہ کبھی دور نہ ہوا نعوذ باللہ من ذالک

حقیقتِ محمدیؐ

ذات و حیاتِ محمدیؐ کے متعلق پرستارانِ تہذیب کا یہ عام رجحان اگر سچ پوچھا جائے تو اُس متعصبانہ کلیسائی حکمتِ عملی کا باقیماندہ اثر ہے جو قرونِ وسطیٰ میں صلیبی تفوق کیلئے قصداً اختیار کی گئی تھی۔ لیکن کلیسائی گھٹا جب نشاۃِ جدیدہ کی شعاعوں سے دور ہو جاتی ہے اور تحقیقات کا ذوق آفتاب بنکر چمکنے لگتا ہے تو تہذیب سائرہ کے ہر مرکز سے گبن جیسے مستند محقق اور آرنلڈ جیسے انصاف شعار حقیقتِ محمدیؐ کو بھی دریافت کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے اور سمجھاتے ہیں کہ وہ ایک لاینحل راز ہے۔

عظمتِ محمدیؐ

حقیقتِ محمدیؐ بیشک ایک لاینحل راز ہے۔ اور اُسوقت تک صحیح طور پر اس راز کی عقدہ کشائی ناممکن سمجھی جائے جب تک کہ عقل اپنے معراجِ کمال پر نہ پہنچ جائے یا بالفاظِ دیگر مذہب اور سائنس کی معرکہ آرائی ختم نہ ہولے۔ لیکن پھر بھی سوانح نگاری کے موجودہ رجحان کو بنیاد اور سائنٹفک اصولِ تنقید کو رہبر سمجھکر حیاتِ محمدیؐ پر اگر نظر ڈالی جائے تو حق پرست نگاہیں کسی حجاب کے بغیر یہ مشاہدہ کرسکتی ہیں کہ تاریخِ عالم میں ابتدا سے اسوقت تک کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جو سیرِ محمدیؐ کے ہیرو کا مدِ مقابل قرار دیا جاسکے۔ اور تمام بنی نوعِ بشر میں عظمت کا تاج اگر کسی سر پر رکھا جاسکتا ہے تو یہ صرف انہی کا مبارک سر ہے۔ اور دوسرا کوئی نہیں۔ شکسپیر جسکی عظمت صرف ترجمانیِ فطرت اور ڈراما نویسی کے دائرہ میں محدود ہے ایک طرف۔ بکل الیقین کنفیکس جسکو دنیا کا سب سے زیادہ عظیم الشان انسان ثابت کرنے میں مسٹر پارکر نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔ ہمارے اس ہیرو کے روبرو طفلِ دبستاں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

قبل ازیں کہ قرار دادہ مسلک پر نگاہ ڈالی جائے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایک انسان کے مقابل دوسرے انسان کو اور ایک سوسائٹی کے توازن میں دوسری سوسائٹی کو مجموعی طور پر فوقیت دی جاسکتی ہے تو اس کا حقیقی معیار کیا ہے۔ اور عظمت کی جانچ کس طرح ہو سکتی ہے۔

عظمت کا معیار اور مفہوم

انسان خواہ وہ آدم و حوا کا فرزند ہو یا انڈہ سے نکلا ہوا چوزہ۔ دیوتاؤں کی غیر جنسی مواصلت کا ثمرہ ہو یا دُم بریدہ بندر۔ بہرحال کائنات میں اس کے رتبہ کے متعلق سائنٹفک دنیا کی یہ تھیوری ایک مسلّم حیثیت رکھتی ہے کہ وہ تغیر یاب۔ اور تشکل پذیر مادّہ کی آخری بہترین شکل ہے۔ اور اس کا مکمل ترین نمونہ 'متمدن انسان' ہے۔ تو گویا یہ ایک بدیہی امر ہے کہ انسانی 'فوقیت اور عظمت' کا حقیقی معیار صرف مدنیت ہے۔ ۔ با مدنیت کا حقیقی مفہوم تو وہ زیادہ صراحت طلب نہیں ہے۔ دنیا میں اسوقت بھی متمدن اور غیر متمدن دونوں طرح کے انسان موجود ہیں اور دونوں میں اصلی تفاوت بس یہی ہے کہ بقاء حیات کے لئے غیر متمدن انسان کے مقابل متمدن انسان کی جدّوجہد اور کد و کاوش بدرجہا زیادہ ہوا کرتی ہے۔ ابتدائے مدنیت سے اسوقت تک تہذیب و توحش کے مابین یہی جدّوجہد حدِ فاصل اور درجۂ تمیز بنی رہی اور جب تک انسان دنیا میں موجود ہے اسکی دونوں جنسوں میں یہی جدّوجہد فرقِ مراتب کا کام دیتی رہیگی۔ بقائے حیات کی اسی جدّوجہد اور کشمکش میں ابتدا ہی سے ایک ایسی چیز کی تلاش شروع ہو گئی ہے جو آب حیات کا کام دے سکے اور 'فنا' کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دے۔ اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ آب حیات 'کا چشمہ اگر کہیں دستیاب ہو سکتا ہے تو وہ صرف 'حقیقت کائنات' کی قلمرو میں۔ چنانچہ اس قلمرو میں چھان بین ہونے لگتی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے کہ تمدن کا رجحان تمدّن کی بنیاد۔ غرض یہ کہ تمام تمدن اسی 'حقیقت کائنات' کی بادیہ پیمائی رہی ہے۔ اب اس بادیہ پیمائی میں جس شخص نے حقیقی طور پر بنی نوعِ انسان کی رہبری کی ہو اور انھیں 'چشمۂ آب حیات' پر پہنچانے میں راستہ کی تمام صعوبتوں کو دُور کر دیا ہو وہی امامِ تمدن کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ کون ہے! اسکا جواب خود تاریخ تمدن اچھی طرح دے سکتی ہے۔

تاریخ تمدّن کا ایک سرسری نظارہ

تاریخ کی تدوین میں جسقدر سائنٹفک تحقیقات اور موشگافیوں سے کام لیا جا رہا ہے اسی قدر یہ بات زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے کہ ابتدا سے اسوقت تک تمدّن کے تمام مراحل و مدارج میں 'حقیقت کائنات' کے متعلق جو عقیدہ یا خیال مشترک طور پر ہمیشہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے وہ یہ کہ کائنات صرف ایک قادرِ علی الاطلاق کی نیرنگی قدرت کا پیچ در پیچ طلسم ہے۔ اور مقررہ

قوانین فطرت کے دائرہ میں پابہ زنجیر "حقیقت" کی یہ عقدہ کشائی انسانی جذبہ صادقہ کا کام رہی۔ لیکن عقل جو ہزارہا سال کے تجربوں اور بلند پروازیوں کے باوجود ابتک فضا میں کرۂ ہوائی سے پار نہ جا سکی ہو بھلا عہد طفولیت اور ایام جہالت[1] میں کہاں یہ قابلیت اور استعداد رکھتی ہوگی جو جذبہ صادقہ کی اس تلقین کو سمجھتی۔ چنانچہ جذبہ کو گمراہ کرنے اور منزل مقصود سے ... کانے میں اسنے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور "حقیقت" کو مسخ حالت میں پیش کرنے کیلئے اس نے وہ وہ روپ بنائے کہ بس یہ اسی کا حق تھا۔ سب سے پہلے مصر، عراق، ہند اور چین میں جہاں مدنیت تقریباً ایک ہی زمانہ میں جنم لیتی ہے اور بن مانس۔ مانس بنکر متمدن حالت میں نظر آتا ہے عقل کہیں تو اشیاء پرستی میں حیات جاوید کا مژدہ سناتی ہے اور کہیں بت پرستی میں آبحیات کا پتہ بتاتی ہے۔ کہیں برہمنی اور پھر بودھی شکل میں "نروانا" کی خوشخبری دیتی ہے تو کہیں سیموتوں کی پجار میں بقاء دوام کی تلقین کرتی ہے۔ لیکن عقلی ہدایت کی یہ گوناگوں شکلیں چونکہ ان قوانین فطرت کے بالکل متضاد ہوتی ہیں جن کے دائرہ میں کائنات کا یہ طلسم پابہ زنجیر ہے جذبہ صادقہ کی پیاس نہیں بجھتی اور آخر میں وہ ان کو غول بیابانی سمجھ کر لاحول بھیجنے لگتا ہے۔ عقل اب اس کو مجوسیت کی شکل میں نور و نار اور اہرمن و یزدان کا دورنگی جلوہ دکھا کر کچھ عرصہ کے لئے پھر اپنا فریفتہ کر لیتی ہے۔ مگر پھر وہی قوانین فطرت کی عدم مطابقت عقل کو کسی نیا روپ بدلنے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ یونانی دیوتاؤں کی شکل میں خضر طریقت بنکر اسکندر کو چشمۂ حیات تک پہنچا دینے کا بیڑہ اٹھاتی ہے۔ مگر پھر بھی جب یہ آب حیات زہر ہلاہل ثابت ہوتا ہے تو تریاق کی صورت میں تمدن روم پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی جب کسی طرح جاں بلب مریض کی تسکین میں کارگر ثابت نہیں ہوتا تو پھر تثلیثی مسیحا کے باب شفا پر مریض جذبہ کا بستر لگا دیا جاتا ہے اور یہ تشفی دیجاتی ہے کہ مسیحا نے خود اپنے خون کا تریاق تیار کیا ہے۔ مگر پھر بھی نسخہ کچھ مفید نظر نہ آیا۔

تمدن کی آخری مکمل ترین شکل یعنی اسلام کا ظہور

اس مرحلہ پر تاریخ تمدن میں وہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا ہے جو ہمیشہ جذبہ پر غالب اور فخمند رہنے والی عقل کو دائمی طور پر مغلوب بنا دیتا ہے۔ ریگستان حجاز سے لا الٰہ الا اللہ کی گونج دنیا میں اس سرے سے اس سرے

[1] IGNORANCE

یہ اعلان کر دیتی ہے کہ چشمۂ حیات کا سراغ لگ گیا۔ فطرت اسکی شاہد ہے۔ بید ہے چلے آؤ اور جام وحدت میں بھر بھر کر اس آبحیات کو نوش کرو اور حیات جاوید کے مزے لوٹو۔ مریضانِ حیات کیلئے یہ صدا جاں بخش ثابت ہوتی ہے۔ اور کشاں کشاں ان کو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے قوافل کا ایک ایسا تار لگ جاتا ہے کہ جسکا سلسلہ نہ کبھی منقطع ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

جذبہ کی اس عظیم الشان کامیابی کو ناکامیاب بنانے میں عقل جب سے ابتک بیسیوں طرح اپنے کیل کانٹے درست کرتی رہی۔ ہر مرتبہ زیادہ تر قوت کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہوئی۔ جدوجہد کا اس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا یہانتک کہ اب دخانی اور برقی مؤکلوں کو مسخر کر لینے کے بعد مادہ پرستی کے میدان میں سائنٹفک دیوتا بکر برسر پیکار ہے لیکن گذشتہ تاریخ اور موجودہ حالات ڈنکے کی چوٹ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ عقلی بیراٹری کا کوئی گولہ جذبہ کے توحیدی قلعہ پر اثر نہیں کر سکتا۔ عقلی مشین کے جسقدر بھی کل پرزے ہیں وہ دشمن ہی کی جے بلند کرتے رہے ہیں اور ضرور وہ دن آنیوالا ہے جبمیں عقل اپنی ہار مانکر ہتھیار ڈالدیگی اور لا الہ الا اللہ کی دہائی میں اپنی خیر سمجھے۔

بانی اسلام

عالم مذہبیت کا یہ عظیم الشان کارنامہ اس ذاتِ قدسی صفات کی رہبری کا نتیجہ ہے جسکو متعصبانہ چالبازیوں نے (نعوذ باللہ) کاہن۔ ساحر۔ شاعر۔ افتدار پسند۔ شہوت پرست یا مجنوں قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اگر بے تعصبی سے کام لیا تو ایک لاینحل ہستی سمجھا اور نبھایا۔ لیکن معارف شناس از خود یہ پکار اٹھتے ہیں کہ:-

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا۔ اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

کون کملی والا! روحی فداہ۔ محمد!! (صلی اللہ علیہ وسلم) ؎

زباں پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

ولادت اور ماحول

مسیح کی وفات کے پانسو ستر سال بعد یہ امام تمدن۔ مکہ۔ مرکز جزیرہ نمائے عرب میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مشیتی تمدن رومن امپائر کی فضا میں طلق الملک کا نقارہ بجا رہا ہے اور لگاتار اس امر کی

کوشش کر رہا ہے کہ مدنیت کی اس ماسبق ہیئت کو جو مجوسیت کی شکل میں حکمفرما ہی تھی نیست و نابود
کر دے۔ جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغرب، شمال مشرق اور جنوب میں غسان۔ لخم۔ اور حمیر اگرچہ
مدنیت کی ابھی ارتقائی حالت میں شامل نظر آتے ہیں۔ لیکن جزیرہ نما کی عام فضا اور خاص کر
ارض حجاز میں (جو آنحضرت کی نشو و نما اور تبلیغ کا مرکز ہے) اس ارتقاء کا کوئی نشان نہیں ملتا
ہے۔ عرب توحش اور جہالت کے میدان میں خون آشامی اور غمانہ بد وحشی سے آگے نہیں بڑھے
ہیں۔ البتہ بعض بعض حلقوں میں مدنیت کا ابتدائی سین نظر آتا ہے لیکن وہ بھی جہالت و توحش
کا الٹ بھگت بلکہ اس کا عکس انداز۔ آنحضرت کا مولد مکہ انہیں جہالت اثر۔ متمدن حلقوں
میں شامل تھا اور سالانہ تیوہار عکاظ (حج) اور معبد ہبل (کعبہ) کے لحاظ سے اسکو ان سب
حلقوں پر مرکزیت کا رتبہ بھی حاصل تھا۔ اس مذہبی مرکزیت کے علاوہ وہ تجارتی حیثیت سے بھی
وہ ممتاز تھا کیونکہ شمال مشرق اور شمال مغرب کی جو تجارت جنوبی اور جنوب مشرقی علاقوں سے
ہوا کرتی تھی اسکی منڈی بھی مکہ تھا۔ اسی قسم کا ایک اور متمدن حلقہ یثرب بھی تھا جو مکہ سے بجانب
شمالی تقریباً ڈھائی سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مکہ کیطرح گو یثرب کو مذہبی مرکزیت حاصل نہ
تھی مگر تجارتی لحاظ سے وہ بھی ضرور ممتاز تھا۔ یثرب کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ بھی تھی
کہ وہاں یہودی مدنیت کا عنصر شامل تھا۔ تثلیث کیطرح یہ بھی توحیدی تمدن کی ایک بگڑی
ہوئی شکل ہے اور پھر ایسی بگڑی ہوئی کہ غیر تبلیغی حیثیت اختیار کر لینے کے باعث اس پر مدنیت
کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا۔

یہ اس ماحول کا ایک سرسری خاکہ ہے جس میں آنحضرت کی ولادت ہوئی۔ آپ نے
نشو و نما پائی اور اپنا وہ عظیم الشان کام انجام دیا جو دنیا کا ایک حیرت انگیز کارنامہ شمار ہوتا رہا ہے۔
اس حیرت انگیز کارنامہ کے متعلق مخالفانہ کا پرداز یوں اور عقلی پرواز نے جہاں نت نئے شگوفے
چھوڑے ہیں انہیں ایک یہ بھی ہے کہ اسی ماحول کے اثرات اور اسکے مطالعہ نے آنحضرت کے
جوہر قابلیت کو اسلام سازی پر ابھارا۔ لیکن حالات و واقعات خود اس خیال آرائی کی
تردید کر رہے ہیں۔

طفولیت

ابھی آپ کو رحم مادر ہی میں رہتے دو ماہ کا عرصہ نہ گذرا تھا کہ آپ کے
والد عبد اللہ دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ولادت کے چھٹے سال
ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ جاتا ہے۔ اور آپ کے دادا عبد المطلب آپ کو پرورش کرتے ہیں۔

آٹھویں سال دادا بھی چل بسے اور چچا ابوطالب کی سرپرستی میں آپ داخل ہوتے ہیں۔ عبدالمطلب اور ابوطالب نہ صرف قبیلۂ بنی ہاشم کے رئیس ہی تھے بلکہ تیوہار عکاظ اور معبد ہبل کے منتظمین کی حیثیت سے قوم کے سربرآوردہ افراد بھی شمار کیے جاتے تھے۔ لیکن دونوں نہ صرف کثیر العیال تھے بلکہ انکی مالی حالت بھی چنداں متمول نہ تھی۔ ایسی صورت میں یہ ایک لازمی امر ہے کہ یتیم پوتے اور بھتیجے کی پرورش اور پرداخت میں کثیر العیال اور تنگدست دادا یا چچا کی وہ توجہ مبذول نہیں ہوسکتی تھی جو والدین اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں۔ اسطرح کی پدری اور مادرانہ شفقت سے محروم یتیم کی عمر کے ابتدائی چار پانچ سال بنی سعد کی چراگاہ میں بسر ہوتے ہیں اور چھٹے سال کچھ دن کیلئے ماں کے ہمراہ یثرب میں ننھیال کے پاس رہکر پھر مکہ واپسی عمل میں آتی ہے اور اس کے بعد بارھویں سال تک کسی اہم واقعہ کے بغیر مکہ میں زندگی بسر ہوتی ہے۔

بعض یورپین قلم برداروں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسی دوازدہ سالہ عمر میں آنحضرت نے مطالعۂ ماحول سے اسلام کی داغ بیل اپنے میدانِ خیال میں ڈالدی تھی تو اس عقیدہ کی ہمنوائی کرنے میں گو ہمیں کوئی پس وپیش نہ ہو لیکن عقل ہرگز یہ باور نہیں کرتی کہ اس طرح کی تبدیل پذیر سرپرستی میں اور پھر ایسے اسکول میں جو چراگاہ ہو اور جسکا نصاب اونٹ بکریاں رہیں اور سب پر طرہ جہاں مدنیت ابھی توحش وجہالت کی عکس اندازی ہو ایک دوازدہ سالہ ان پڑھ لڑکے نے نہ صرف مذاہبِ عالم۔ اور تاریخ وفلسفۂ مذاہب سے پوری پوری واقفیت پیدا کرلی ہوگی بلکہ غور وخوض کے بعد ایک مرکب مذہب کی جدید اسکیم بھی اپنے ذہن میں ترتیب دیدی ہوگی۔ وزارتِ انگلستان کی عدیم المثال تاریخ میں کو چاٹ پٹ سے زیادہ درخشاں نظیر بمشکل دستیاب ہوگی۔ پچیس سالہ عمر میں وزارتِ انگلستان جیسی عظیم الاقتدار ذمہ داری اسکے دستِ قدرت میں آجاتی ہے۔ اور پھر وہ پٹ جو لندن جیسے مرکزِ تہذیب کا باشندہ رہے۔ گھر سے امیر ہو۔ چاتھام جیسے باپ کی نگرانی میں تربیت پائے۔ اور کیمبرج کا تعلیم یافتہ بنے۔ لیکن ان تمام خصوصیتوں کے باوجود اگر اسکی سوانحعمری میں یہ دیکھا جائے کہ دوازدہ سالہ عمر میں اس نے اپنی شہرت کے میدان یعنی سیاست میں کسقدر استعداد حاصل کرلی تھی تو یہ واضح ہوگا کہ ابھی وہ ابجد سے بھی واقف نہ تھا۔ بہرحال عمر کے ساتھ ماحول کی مناسبت کے لحاظ سے پٹ کیا دنیا کے جسقدر بھی مشاہیر ہیں اکتسابات میں ان

سب کی یہی کیفیت نظر آئیگی۔ اب اگر آنحضرت نے اسی دوازدہ سالہ عمر اور اسکے ماحول میں اپنی تبلیغ اور اسکے دائرۂ عمل کا نشیب و فراز سمجھ لیا تھا تو بے شک یہ ایک مافوق الفطرت واقعہ ہے

عہد شباب اور ماقبل تبلیغ

بارھویں سال آپ کو ابوطالب کے ساتھ جو خالص تجارتی اغراض سے شام رواں ہو رہے تھے پہلی مرتبہ حجاز سے باہر نکلنے کا ایک موقع ملا۔ لیکن سرحدی موضع بصری سے ابوطالب واپس چلے آتے ہیں۔

اس واپسی کے بعد پچیس سالہ عمر تک کسی اہم واقعہ کے بغیر مکہ ہی میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ اور پچیسویں سال دوسری مرتبہ ایک اور تجارتی سیاحت عمل میں آئی۔ پہلے سفر کی طرح اس مرتبہ بھی آپ بصری ہی سے واپس چلے آتے ہیں۔ ان دونوں سیاحتوں کی مجموعی مدت چھ مہینوں سے زیادہ نہ رہی اور پھر چالیس سالہ عمر یعنی آغاز تبلیغ تک نہ تو آپ نے کبھی مکہ چھوڑا اور نہ آپ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جسکے متعلق مطالعۂ ماحول کا دعویٰ کیا جا سکے۔ اڈمنڈ برک موجودہ فلسفۂ سیاست کا ارسطو۔ اور یورپ کا نجات دہندہ مانا جاتا ہے۔ اسکی یہ عظمت ان اوراکات کا ثمرہ ہے جو انقلاب فرانس میں اس نے مطالعہ کئے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اس نے صرف فرانس بلکہ تمام یورپ کا کسقدر وسیع مطالعہ کیا ہوگا۔ اور اگر سچ پوچھا جائے تو عملاً اس نے نہایت وسیع مطالعہ کیا بھی ہے۔ لیکن بااین مورلے کا دعویٰ ہے کہ برک کا مطالعہ ناقص تھا۔ جب برک جیسے امام سیاست کے مطالعہ کی یہ حالت رہی ہو تو غور کا مقام ہے کہ دو چند روزہ خالص تجارتی سیاحتوں میں جو سرحد ہی پر ختم ہو گئی ہوں آنحضرت کو مطالعۂ ماحول کا کیا موقع ملا ہوگا اور تبلیغ اسلام جیسے حیرت انگیز کارنامے کے لئے کیا مواد فراہم ہو سکتا تھا۔

بہرحال آنحضرت کی ان دونوں تجارتی سیاحتوں کی بنیاد پر مطالعۂ ماحول کا دعویٰ خواہ وہ بنفسہ کیسا ہی مدلل کیوں نہو ہرگز قائم نہیں رہ سکتا البتہ یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ خود مکہ ہی میں ایسے اثرات اور اسباب موجود ہونگے جنھوں نے آپ کو تبلیغ اسلام پر ابھارا مگر جسقدر بھی شہادتیں موجود ہیں وہ سب اس احتمال کی مخالف ہی ہیں۔ موافق کوئی بھی نہیں۔ چنانچہ آغاز تبلیغ تک آنحضرت اپنے کیرکٹر کے لحاظ سے سوسائٹی میں سب سے اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں اور اسکے ثبوت میں اس سے بڑھکر اور کیا دلیل پیش کیجا سکتی ہے۔

کہ آپ کی تیس سالہ عمر میں جب ایک سیلاب کے اثر سے معبدِ ہبل (کعبہ) منہدم ہو جاتا ہے اور اسکی دوبارہ تعمیر میں معبد کا نشانِ امتیاز حجرِ اسود نصب کرنے کے لئے اکابرِ قوم مارنے مرنے پر تُل جاتے ہیں تو اسوقت آنحضرت ہی کا فیصلہ اس نازک حالت کو دُور کرتا ہے اور پھر حجرِ اسود کو نصب کرنے کا فخر امتیاز بھی آپ ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن یہی آنحضرتؐ ہیں کہ بعد میں صرف تبلیغِ اسلام کے جرم پر سینکڑوں قسم کے ناگفتہ بہ مصائب برداشت کرنیکے علاوہ جلا وطنی پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسقدر کی زبردست شخصیت کے بعد صرف تبلیغِ اسلام کے جُرم پر جلاوطن ہونا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ مکہ میں ہرگز اسطرح کے کوئی اثرات یا اسباب موجود نہ تھے جو سوسائٹی کو اسلام فہمی پر مائل کر سکیں۔ ایسی حالت میں پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تبلیغِ اسلام مطالعۂ ماحول کا نتیجہ ہو سکے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب مطالعۂ ماحول کی یہ من گھڑت کچھ کارگر نہیں ثابت ہوئی تو جنون کی ملمع سازی سے کام لینے کی کوشش کیجاتی ہے۔ مگر یہاں بھی واقعات قلعی کھول دیتے ہیں۔

آنحضرتؐ کی جس دوسری تجارتی سیاحت کا بیشتر ذکر کیا گیا ہے وہ ایک نہایت متمول خاتون (خدیجہ رضی اللہ عنہا) کے ایجنٹ کی حیثیت سے عمل میں آئی تھی۔ اگر آنحضرت پر جنون کا کچھ بھی اثر ہوتا تو ہرگز اسطرح کی مالی ذمّہ داری پر آپ کا تقرر نہ کیا جاتا۔ اور اُسپر طُرّہ سفر سے واپسی کے بعد یہ متمول خاتون)۔ جو اپنے حسب و نسب۔ حسن و جمال اور مال و دولت کے باعث نہ صرف سوسائٹی میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتی تھی بلکہ جسنے سوسائٹی کے سربرآوردہ ممبروں کو اپنا خواہانِ ازدواج بنا رکھا تھا آنحضرت سے ہرگز بیاہ نہ کرتیں۔

بہرحال آغازِ تبلیغ تک جس طرح آپ کی زندگی بسر ہوئی ہے اسکی تنقید میں ہرگز کوئی ایسا خارجی اثر نظر نہیں آتا جسنے آپ کو تبلیغِ اسلام پر یا بہ زبانِ مخالفین اسلام سازی پر اُبھارا ہو۔

تحریکِ تبلیغ اور کیفیتِ اولیٰ

اسطرح زندگی کے چالیس سال گذرنے کے بعد حیاتِ محمدیؐ کا وہ مہتم بالشان اور حیرت انگیز دور شروع ہوتا ہے جس نے دنیا میں ایک نئی روح پیدا کر دی اس دَور کی ابتداء ایک ایسے واقعہ سے ہوتی ہے جو تاریخ بشریت میں کوئی انوکھی مثال نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی ایک زبردست نظیر گوتما بدھ کی اُس چلّہ کشی میں نمایاں ہے جو ادراکِ حقیقت کی غرض سے "گیا" میں درخت تلے عمل پذیر ہوئی۔ ادراکِ حقیقت کا یہی جذبۂ صادقہ آنحضرتؐ کو بھی چالیس سالہ عمر میں کسی خارجی تحریک کے بغیر از خود اچانک اسقدر بے چین بنا دیتا ہے کہ کسی پہلو چین نہیں آتا۔ بے چینی روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے اور اس قدر

بڑھتی ہے کہ طبیعت سوسائٹی سے متنفر ہوجاتی ہے آخر عزلت گزینی کا ایک ولولہ آپ کو اس شہرۂ آفاق غار میں پہنچاتا ہے جو غارِ حرا سے موسوم اور مکہ سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر جبل نور کی چوٹی پر واقع ہے۔ متواتر کئی کئی دن اس غار میں شب بیداری۔ فاقہ کشی اور ریاضت کے بعد یکایک بے چینی دور ہوجاتی ہے۔ "حقیقت" کا پردہ اٹھتا ہے چشمۂ حیات نظر آتا ہے اور جویائے حقیقت "رہبر حقیقت" بنکر لا الٰہ الا اللہ کی مستانہ صدا لگاتے ہوئے غار سے باہر نکلتا ہے۔ لیکن باہر آنے کے بعد جلوہ حقیقت کی رنگارنگی قلب پر کچھ ایسا رعب طاری کردیتی ہے کہ کامل تین سال تک اسکا اثر باقی رہتا ہے اور بار بار خودکشی کا تہیہ کرلیا جاتا ہے۔ مگر جاذبہ صداقت ان تمام بے چینیوں کو دور کرنے کے بعد آخر آپ کو "قم فانذر" کے میدانِ عمل میں کھڑا کردیتا ہے اور ابتک حرا میں حقیقت کے ادراک کی کیفیت جو صرف اظہار واقعہ کے طور پر مخصوص دائرہ میں بیان ہوتی رہی تھی وہ آخر علی الاعلان ظاہر کیجاتی ہے اور تبلیغ اسلام شروع ہوتی ہے۔

تبلیغ کا ابتدائی دور

اس سوسائٹی کے لیے جس کی تمدنی حالت جہالت کا عکس انداز تھی یہ تبلیغ اچنبھا ہوگئی۔ اور ابتداءً اسپر کوئی توجہ ہی نہیں کیگئی چنانچہ آغاز تبلیغ سے چھے سال تک اُن لوگوں کی تعداد جنھوں نے آنحضرتؐ کی صدا پر لبیک کہی ہو چالیس سے بھی متجاوز ہونے نہ پائی۔ اور ان میں بھی ابوبکرؓ، عثمان۔ زبیر۔ طلحہ اور سعد وغیرہ معدودے چند اشخاص کے علاوہ باقی سب ایسے تھے جنھیں سوسائٹی میں کوئی پوزیشن ہی نہ تھا۔ مگر سوسائٹی کی نظروں میں اشاعتِ اسلام کا یہ محدود نقشہ بھی مخدوش معلوم ہوا اور مخالفت اسکا نتیجہ تھی۔ چنانچہ اسکا اظہار ہونے لگا۔ اور رہبر و رہروانِ حقیقت کو ہر طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفیں پہنچائی گئیں یہانتک کہ مکہ میں رہنا دشوار ہوگیا۔ اور آخر اکثر لوگ تنگ ہوکر سمندر پار چلے جاتے ہیں اور حبش میں غربت کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔

سوسائٹی کی مخالفت

لیکن اسلام کی حقانیت پر جب اس ایذا رسانی کا کوئی جادو نہ چلا اور روز بروز اسکا چرچا بڑھنے ہی لگا تو اب سوسائٹی کو سخت تردد دامنگیر ہوتا ہے اور اسکی روک تھام کیلئے آخر بنا بشری اصلی آنحضرت پر سحر و ساحری کا فتویٰ عائد کرتی ہے تاکہ عامۃ الناس کے دلوں میں آنحضرتؐ کی جانب سے ایک دہشت پیدا ہوجائے اور وہ آپکی تبلیغ پر کوئی توجہ ہی نہ کریں۔ لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی بلکہ اسکا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے دو نہایت زبردست اور سربرآوردہ افراد عمرؓ و حمزہؓ بھی اسلام کے سحر میں محو ہوجاتے ہیں۔

اور ان دونوں کی حمایت میں رہروانِ حقیقت علانیہ سوسائٹی کی مذمت شروع کر دیتے ہیں۔ اب مخالفت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ نہ صرف آنحضرتؐ اور آپ کے حلقہ بگوشوں ہی کو بلکہ کُل بنی ہاشم کو سوسائٹی بائیکاٹ کر دے اور ترکِ موالات عمل میں آئے۔ آجکل کے بائیکاٹ اور ترکِ موالات میں ضعیف عنصر قوی عنصر سے اپنے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ جو مغالطہ ہوا ہے وہ اسکے بالکل برعکس تھا۔ قوی عنصر ضعیف عنصر کو سوشل حدود سے متجاوز سمجھکر اسکو نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بنی ہاشم کا حقہ پانی بند کر دیا گیا۔ وہ برادری سے خارج سمجھے جانے لگے۔ ان سے لین دین۔ شادی بیاہ۔ حتیٰ کہ بات چیت بھی ترک کر دی گئی۔ آنحضرتؐ اور بنی ہاشم پر یہ مصیبت کچھ دن۔ ہفتے۔ یا مہینے نہیں بلکہ کامل دو سال تک برپا رہتی ہے۔ ممکن تھا کہ اسکا سلسلہ اسیطرح قائم رہتا لیکن چونکہ اس سے قبیلہ داری عام تعلقات پر برا اثر پڑنے لگا لہذا مجبوراً خود سوسائٹی کو توبہ کرنی پڑی۔ لیکن ابھی یہ مصیبت دور نہ ہوئی تھی کہ آنحضرتؐ کے مربی حمایتیں بنی ہاشم ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ صرف انھیں کا اثر تھا کہ اب تک آنحضرتؐ کے قتل پر جرأت نہ ہوتی تھی۔ اب کچھ کچھ اسکا خیال پیدا ہونے لگا روز بروز اسکو تقویت بھی ہونے لگی۔ اور اسکی خاص وجہ یہ تھی نیو بار عکاظ میں جمع ہونے والوں کے ذریعہ آنحضرتؐ کی تبلیغ کا چرچا مکہ سے گذر کر جزیرہ نما میں بھی پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔

تبلیغ کا بیرونی چرچا

جزیرہ نما میں تبلیغ کا سب سے زیادہ چرچا جس مرکز میں نظر پڑا وہ یثرب تھا۔ مکہ کی سوسائٹی کے برخلاف یثرب کی آب و ہوا میں یہودی مذہبیت کے اثرات نے وہاں کی سوسائٹی میں اسلام فہمی کی خاص قابلیت پیدا کر دی تھی لہذا وہ اسکی جانب نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی توجہ مبذول کرتی ہے اور آخر تبلیغ کے تیرہویں سال عکاظ کے ایام میں ساکنانِ یثرب کا ایک معتدبہ گروہ آنحضرتؐ کی حلقہ بگوشی اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر اس عزم و میثاق کے ساتھ کہ دنیا میں 'وحدت' کی جھنکار پیدا کر دینے کے لئے اسکو اپنی جان سے بھی دریغ نہ ہوگا یثرب کی یہ حمایت ان حلقہ بگوشانِ محمدؐ کے لئے جو مکہ میں سوسائٹی کی جانستاں تکلیفوں سے نزع کی حالت میں تھے مسیحانہ اثر دکھاتی ہے اور وہ اس سہارے پر وطن سے جلاوطن ہو جاتے ہیں۔ یہ جلاوطنی اگرچہ اہلِ مکہ کے لئے مسرت انگیز تھی لیکن ساتھ ہی یہ خوف پیدا ہو گیا کہ اگر یثرب میں ان کے قدم جم جائیں تو پھر عرب کی خیر نہیں۔ بس اب اسکے سوائے کوئی اور صورت ہی نظر نہ آئی کہ آنحضرتؐ کی

شمعِ حیات گل کر دیجائے۔

سوسائٹی کی انتہائی مخالفت اور تدبیر قتل

قتل کی تدابیر پر غور کیا جاتا ہے اور یہ رائے قرار پاتی ہے کہ تمام جتھوں سے ایک ایک منچلا جوان انتخاب ہو اور وہ سب یکبارگی وار کریں تاکہ بنی ہاشم کو تمام جتھوں سے انتقام لینے کی جرأت نہ ہو سکے اور وہ دیت پر راضی ہو جائیں۔ آنحضرت صلعم کو جب اس سازش کی اطلاع پہنچتی ہے تو اسکے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ وطن کو خیرباد کہا جائے۔ چنانچہ خفیہ طور پر آپ صرف حضرت ابوبکر رضی کی رفاقت میں اس وطن سے نکل پڑتے ہیں جہاں کامل تیرہ سال سوسائٹی کو راہِ راست پر لانے کے لئے

جلاوطنی یا ہجرت

ہر طرح کی روحانی اور جسمانی تکالیف برداشت کرتے رہے تھے۔ خیر یہ تو فطرت کا ایک قانون ہے کہ ریفارمروں کو ابتداءً ہر طرح کی ناکامیابیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن آنحضرت کو جن ناکامیابیوں اور مصیبتوں سے سامنا کرنا پڑا انکے مقابل دنیا کے کسی ریفارمر کے مصائب کوئی ہستی نہیں رکھتے۔

دورِ ہجرت

آنحضرت صلعم اور آپکے حلقہ بگوش جس بے سروسامانی کے ساتھ جلاوطن ہوئے ہیں اس کا لحاظ کرتے ہوئے عام طور پر یہ خیال ہونے لگا کہ بس اب وہ فنا ہو چکے لیکن اگر سچ پوچھا جائے تو اسی جلاوطنی اور ہجرت کے بعد حیاتِ محمدی کا وہ دہ سالہ درخشاں دور شروع ہوتا ہے جسمیں حقیقی طور پر تبلیغی کارنامہ ظہور پذیر ہوتا ہے اور جسکا اثر آج تیرہ سو سال سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں نمایاں ہے۔

دورِ ہجرت کا سرسری خاکہ

اس دہ سالہ تبلیغی عہد اور اسکی کامیابیوں کو علم یوروپین مورخانہ مصوری وشمشیر بکف و قرآں در بغل ہیئت میں آشکارا کرتی ہے۔ یوں تو انصاف پسند نگاہیں اس تصویر کو نظر فریب حیثیت سے مطالعہ کرتی رہی ہیں لیکن حالیہ محاربہ عظمیٰ نے اچھی طرح یہ تعلیم دیدی ہے کہ مدنیت اور انسانیت کے خاطر بنی نوع انسان کے خون کا دریا بہا دینا جرم نہیں بلکہ مدنیت کا اولین فریضہ ہے۔ اور چنانچہ عملاً خون کا جو دریا بہا ہے اسکا خونین منظر ابتک ہماری آنکھوں سے دور نہیں ہوا۔ اگر اسی فریضہ کی تکمیل کے لئے امامِ تمدن نے بھی تلوار ہاتھ میں لی ہو تو وہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں سمجھا جا سکتا۔ واقعات اور حالات پر اگر غیر متعصبانہ نظر ڈالی جائے تو خود یہ واضح ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اگر تلوار ہاتھ میں لی ہے تو وہ صرف ایسے مواد فاسد کی اصلاح کے لئے جو عضوِ صحیح کے لئے مہلک ثابت ہو رہا تھا اور

جسکے آپریشن بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ورود مدینہ اور تبلیغ کا دوبارہ آغاز

مکہ سے جلاوطنی اختیار کرنے کے بعد آپ سیدھے یثرب کا رُخ فرماتے ہیں اور یثرب مدینۃ الرسول ہو جانے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ مدینہ میں سب سے پہلا تبلیغی عمل ایک دار التبلیغ کی تعمیر میں نمایاں ہوتا ہے اور یہ وہی دار التبلیغ ہے جو مسجد نبوی اور تربت رسول کی شکل میں تیرہ سو سال سے دنیائے اسلام کی عظیم الشان زیارتگاہ بنا ہوا ہے۔ غرض پھر تبلیغ شروع کر دی جاتی ہے لیکن تیرہ سالہ جدوجہد اور کدوکاوش کے باوجود اب تک ناکامیابیوں سے جیسا کچھ سامنا ہوتا رہا تھا اسکو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کی کوئی اُمید نہیں کیجا سکتی تھی کہ سابقہ طرزِ عمل کامیابی کا ذریعہ بن سکے۔ اور پھر ایسی حالت میں جبکہ جزیرہ نما کا اہم مرکز مکہ کلیتہً مخالفت پر آمادہ رہے اور عمل تبلیغ کو نیست و نابود

ابتدائی پالیسی

کر دینے پر تُلا بیٹھا ہو۔ پس اسکے سوائے اور کیا علاج تھا کہ مرکز پر ایسا رعب اور سکہ بٹھایا جائے کہ جس سے وہ تبلیغی کارروائیوں میں دراندازی کرنے اور کھنڈت ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ یہی طرزِ عمل اختیار کیا گیا۔ اور ابتداً مکہ کے ان تجارتی قوافل پر رعب قائم کرنے کے لئے تدابیر اختیار کیجاتی ہیں جو حوالی مدینہ سے گذر کر ملک شام جایا اور آیا کرتے تھے۔ اس پالیسی کے تحت جو واقعات پیش آئے ان میں سب سے زیادہ مشہور اور قابل اہمیت جنگِ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے سال وقوع پذیر ہوا۔

معرکہ بدر

مکہ کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس ہو رہا تھا۔ آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ملتی ہے اور آپ رعب قائم کرنے کی غرض سے تین سو تیرہ جان نثاروں کی معیت میں اسکی رہگذر کا رُخ فرماتے ہیں۔ قافلہ کو جب آنحضرتؐ کی پیشقدمی سے اطلاع ہوتی ہے تو فوراً مکہ میں پیک روانہ کئے جاتے ہیں کہ جلد خبر لیجائے۔ وہاں کیا دیر تھی فوراً ایک ہزار سورما عرب تجربہ کار سرداروں کی معیت میں مکمل سامانِ حرب کے ساتھ یلغار آ پہنچتے ہیں قافلہ تو راستہ کترا کر نکل جاتا ہے لیکن یہ لشکر مقام بدر پر جو مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے آنحضرتؐ کے مقابل صف آرا ہو جاتا ہے۔ اور لڑائی شروع ہوتی ہے۔ جان نثارانِ وحدت کے لئے یہ ایک نازک موقع تھا۔ لیکن وہ مستانہ وار مقابلہ کرتے ہیں اور ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ مکہ کا جرار لشکر انتہائی شکست کی حالت میں فرار ہو جاتا ہے۔

آنحضرتؐ کی یہ زبردست فتح اگرچہ عام طور پر تمام جزیرہ نما میں آپ کا رعب پیدا کر دیتی ہے

مخالفین کے ساتھ ساتھ عالمگیر مخالفت کا بھی اظہار ہونے لگتا ہے۔ اور اسطرح مکّہ کے علاوہ دوسرے قبیلے بھی مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور معرکہ آرائیوں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ مگر کامیابی عموماً آنحضرتؐ ہی کے نصیب رہی۔

جنگِ احد

آنحضرت کی یہ روزافزوں کامیابی اہلِ مکّہ کے لئے جو بدر کی تلخ ناکامیوں سے بھرے بیٹھے تھے تازیانہ بنجاتی ہے۔ اور اسطرح وہ انتقام کے جوش میں دوسرے سال تین ہزار کا جرّار لشکر پہلے سے زیادہ ساز و سامان کے ساتھ روانہ کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ بھی ایک ہزار آدمیوں کے ہمرکاب مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں مگر اُن میں سے تین سو منافق راستے ہی سے پلٹ پڑتے ہیں۔ اور صرف سات سو جانبازوں کے ساتھ کوہِ احد کے دامن میں جو مدینہ سے دو ڈھائی میل فاصلہ پر واقع ہے کیمپ قائم کیا جاتا ہے کوہِ احد کے ایک درّہ سے چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر بیٹھے لہذا تیر اندازوں کی ایک جماعت اُسپر متعیّن کر دی گئی۔ لڑائی کے وقت عین ایسی حالت میں جبکہ دشمن شکست پاکر بھاگ رہے تھے درّہ کے تیر اندازوں کی غفلت سے دشمن کا ایک منچلا افسر ادہر سے دھاوا بول دیتا ہے اس اچانک حملہ سے مسلمان پریشان ہو جاتے ہیں اور اسی پریشانی کی حالت میں آنحضرت کی شہادت کی غلط افواہ اُنکے چھکے چھڑا دیتی ہے اور وہ ایکدفعہ سراسیمہ شکل میں میدان سے منہ پھیر دیتے ہیں۔ اگرچہ آنحضرت کے کاری زخم آئے۔ دندانِ مبارک شہید ہوگئے۔ بدن تیروں سے چھلنی ہوگیا۔ خود کی کڑیاں سر میں اتر گئیں مگر عدیم المثال شجاعت اور استقلال کے ساتھ آپ میدانِ جنگ میں اڑے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد شکست خوردہ مسلمان اصلِ حقیقت سے مطلع ہو کر جب پھر جمع ہونے لگتے ہیں تو آپ اُن کو ساتھ لئے ہوئے پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں۔

ماہرینِ حرب کا یہ خیال ہے کہ اگر اہلِ مکّہ اُسوقت لڑائی کا سلسلہ جاری رکھتے تو پھر اسلام ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتا۔ مگر چونکہ وہ خود بھی مسلمانوں کی طرح شکست خوردہ حالت ہی میں تھے انہوں نے بس اسی کو غنیمت سمجھا اور واپس ہو گئے۔ مگر راستہ میں جب وہ اپنی اس غلطی کو محسوس کرتے ہیں تو دوبارہ پلٹ پڑتے ہیں۔ اس اطلاع پر آنحضرت بھی آگے بڑھتے ہیں اور حمراء الاسد میں قیام کیا جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کی یہ پیشقدمی دشمن کو پست کر دیتی ہے اور وہ بغیر لڑے بھڑے واپس ہو جاتا ہے تو آنحضرتؐ بھی مدینہ واپس تشریف لے آتے ہیں۔

بغلی دشمنی

احد کی یہ شکست آنحضرت کے مخالفین کو بہت کچھ جری بنا دیتی ہے اور

سب سے پہلے بغلی دشمن یہود یثرب اس سے فائدہ اٹھانے پر آمادہ ہوئے۔

یثرب میں یہودی عنصر کے دو جتھے تھے۔ بنو نضیر۔ اور بنو قریظہ۔ یثرب میں اسلام کی نشو و نما اگرچہ ان یہودیوں کے مفاد و مصالح پر برا اثر عاید کر رہی تھی اور وہ ابتدا ہی سے خار کھائے بیٹھے تھے لیکن چونکہ کوئی بس نہ چلتا تھا لہذا مجبوراً آنحضرت کے ساتھ دوستانہ مصالحت ہی میں اپنی خیر سمجھی۔ لیکن پس پردہ تبلیغ میں کھنڈت پیدا کرنے کے لئے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ احد کی اس ہزیمت شکست سے جری ہو کر بنو نضیر عہد و پیماں کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور علانیہ مخالفت شروع کر دی۔ اس بدعہدی پر آنحضرت انھیں یثرب چھوڑ دینے کا حکم دیتے ہیں اور وہ مقابلہ پر تُل جاتے ہیں مگر مقابلہ میں انھیں شکست ہوتی ہے اور وہ یثرب سے نکالدئے جاتے ہیں۔ اس اخراج پر وہ خیبر میں جاکر آباد ہوتے ہیں جو مدینہ سے شام کی جانب تقریباً تین سو میل فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن انتقام کی غرض سے وہ اہل مکہ کو دوبارہ جنگ پر اُکساتے اور ہر طرح مدد دینے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔

عام قومی مخالفت اور واقعہ خندق

احد کی کامیابی نے اہل مکہ کو پہلے ہی سے شیر بنا رکھا تھا۔ یہودیوں کی یہ تحریک و تائید انھیں از سر نو معرکہ آرائی پر آمادہ کر دیتی ہے اور زور شور کے ساتھ ایک آخری مقابلہ کے لئے تیاری ہونے لگتی ہے۔ تمام عرب کو متفقہ طور پر اسلام کی بیخکنی کے لئے ابھارا جاتا ہے اور آخر دس ہزار جنگجو عربوں کا ایک قومی لشکر ہجرت کے پانچویں سال مدینہ کا رُخ کرتا ہے۔ آنحضرتؐ کے ان تمام جانثاروں کی تعداد جو میدان میں آسکتے تھے تین ہزار سے زائد نہ تھی۔ لہذا یہ تجویز کی گئی کہ مدینہ کے ارد گرد ایک خندق کھود کر مدافعانہ پہلو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ عربوں کے پہنچتے پہنچتے یہاں خندق تیار ہو گیا۔ اب میدان داری کے بجائے انہوں نے حصار قائم کر دیا۔ اور دو مہینے محاصرہ رہا۔ حصار کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے علاوہ مسلمانوں پر یہ نئی آفت برپا ہوتی ہے کہ یہود یثرب کا دوسرا جتھا بنو قریظہ عہد و میثاق کو بالائے طاق رکھکر عربوں کے ساتھ سازش شروع کر دیتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک نازک موقع تھا۔ لیکن جسکو خدا رکھے اوسکو کون چکھے۔ متحد مخالفین میں خود بخود کچھ ایسی شکر رنجی پیدا ہوئی کہ اتحاد کا تمام شیرازہ پراگندہ ہو گیا۔ ٹڈی دل لشکر کسی فیصلے کے بغیر پلٹ جاتا ہے اور جانثاران وحدت کے سر سے بلا دور ہوتی ہے۔

دوسرا بغلی دشمن

اب بنو قریظہ گھبرا اٹھتے ہیں اور تجدید عہد کی کوشش کیجاتی ہے۔ لیکن

خود ان کا غدارانہ طرز عمل اب اس قابل نہ رہا تھا کہ اُس پر آیندہ کوئی اعتماد کیا جا سکتا۔ لیکن پھر بھی قطع حجت کے لئے انھیں توحید پرستی کی دعوت دیجاتی ہے اور انکار کرنے پر یہ تمام غدار قتل کر دئے جاتے ہیں۔ یثرب ان بغلی دشمنوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

متعصبانہ مخالفت کے جذبات نے آنحضرتؐ کا جو شمشیر بکف خاکہ کھینچا ہے اس کا سب سے زیادہ وحشیانہ اور خونچکاں منظر اسی عمل کو قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر نوامیس قسم کے الزام عاید کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا اور یہ امر بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے کہ موجودہ تہذیب و تمدن نے غداری کی سزائیں اس سے زیادہ سخت تجویز کئے ہیں چنانچہ ۵۷ء کے ہندوستانی غداروں کے ساتھ علم بردار ان تہذیب نے جو کچھ نیک یا بدسلوک کیا ہے وہ ایک کھلا واقعہ ہے کسی صراحت کی ضرورت نہیں۔

صلح حدیبیہ واقعہ خندق میں مخالفت کا شیرازہ پراگندہ ہونے کے بعد (تبلیغ سے اٹھارویں اور ہجرت کے چھٹے سال) کہیں آنحضرتؐ کو یہ موقع نصیب ہوتا ہے کہ اطمینان خاطر کے ساتھ تبلیغ پر متوجہ ہوں۔ چنانچہ مناسب حال اور حسب موقع تبلیغی تدابیر اختیار کیجاتی ہیں اور اسی سلسلہ میں آنحضرتؐ مکہ کا قصد فرماتے ہیں۔ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر حدیبیہ میں یہ خبر پہنچتی ہے کہ اہل مکہ جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور یہ عہد کر رکھا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے۔ آنحضرتؐ کا تو کبھی یہ مقصد ہی نہ تھا کہ خواہ مخواہ خونریزی عمل میں آئے۔ چنانچہ آپ واپس ہو جاتے ہیں اور اہل مکہ کے حسب خواہش یہ معاہدہ بھی عمل میں آتا ہے کہ دس سال تک فریقین میں اتحاد رہیگا اور جانبین سے کوئی جنگی کارروائی ظہور پذیر نہ ہوگی۔

عالمگیر تبلیغ اس معاہدہ سے مکہ کی مخالفت اور ریشہ دوانیوں کا چونکہ خدشہ دور ہو جاتا ہے لہذا عالمگیر پیمانہ پر تبلیغی کارروائیوں کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے تمام متمدن دنیا میں حقیقت کا راز آشکارا کرنے کے لئے فرمان روایان روم۔ ایران مصر شام۔ حبش۔ یمامہ وغیرہ کے پاس وفود روانہ کئے جاتے ہیں۔ جزیرہ نما کے گوشہ گوشہ میں وحدت کی گونج پیدا کر دینے کے لئے ہر طرح کی تبلیغی جدوجہد عمل میں لائی جاتی ہے۔ اور ہر طرف کامیابی کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔

فتح مکہ کامیابی کا یہ درخشاں دور مکہ کی مخالفانہ آگ کو پھر بھڑکاتا ہے وہ اسقدر

بھڑک اٹھتی ہے کہ عہد و پیماں سب بالائے طاق رکھدیا جاتا ہے اور چھیڑ چھاڑ شروع کر دی جاتی ہے۔
اب گوشمالی کے سوائے کوئی علاج ہی نہ تھا چنانچہ اس جلاوطنی کے صرف آٹھ سال بعد جبکہ جان کے خوف سے آپ اہل و عیال۔ اور وطن کو چھوڑ کر ایک وفاشعار کے ہمراہ خفیہ طور پر یثرب کا رخ کرتے ہیں آخر وہ وقت پہنچتا ہے کہ دس ہزار جان نثاروں کے جلوس میں آپ اسی مکہ کی قسمت کا آخری اور قطعی فیصلہ کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اہل مکہ اپنی عادت کے بموجب کامل استعداد کے ساتھ تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اور لڑائی کا تمام ساز و سامان مکمل کر لیا جاتا ہے۔ لشکر اسلام مکہ پہونچتا ہے۔ اور اہل مکہ لڑائی چھیڑ دیتے ہیں۔ مجبوراً لشکر اسلام کے پائنیر کو بھی تلوار سنبھالنی پڑتی ہے لیکن جب اہل مکہ اس زبردست سیلاب کی قوت کا کچھ اندازہ کر لیتے ہیں تو پھر اُن کا دل بیٹھ جاتا ہے اور وہ ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اور مکہ کا آٹھ سالہ جلاوطن مجرم نہیں بلکہ فاتح ایک ایسی فاتحانہ عظمت و شوکت کے ساتھ جس کی نظیر ہنی بال۔ سیزر۔ سکندر۔ اور نپولین جیسے اعاظم فاتحین کے کارناموں میں بھی دستیاب نہیں ہو سکتی اُس کعبۂ تمدن میں داخل ہوتا ہے جو معبد ہبل کی شکل میں جہالت کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ ہیجان اہل مکہ اب یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ ہیں اور قتل گاہ! لیکن اس کے برخلاف شانِ تبلیغی انہیں اذھبوا وانتم الطلقاء کا مژدہ سناتی اور روح بخشی کرتی ہے! کیا تاریخ عالم اس حسنِ سلوک کی کوئی نظیر پیش کر سکتی ہے!!

رومن امپائر کی مخالفت

مکہ کی مسلسل اور متعصبانہ ریشہ دوانیوں کا اسطرح قلع قمع ہوئے ابھی کچھ دن بھی گزرنے نہیں پائے کہ دوسرا مدبر جہاز بردست مخالف اسٹیج پر نمودار ہوتا ہے۔ وہ کون؟ تثلیثی مدنیت کا دیوتا روم؟!
فرمانروائے روم۔ ہرقل کے پاس جب سابق الذکر اسلامی وفد آنحضرت صلعم کا نامۂ تبلیغ پیش کرتا ہے تو "روما" کی شان میں ایک وحشی عرب کی یہ گستاخی انتہائی توہین تصور کیجاتی ہے اور سزادہی کے لئے۔ غسان۔ لخم۔ جذام۔ عاملہ وغیرہ باجگذار تثلیث پرست عربی ریاستوں کے نام نہ صرف احکام جاری کئے جاتے ہیں بلکہ شہنشاہی فوجوں کو بھی تیاری کا حکم دیدیا جاتا ہے یہ کیفیت جب مدینہ میں آنحضرت صلعم کو ملتی ہے تو رعب قائم کرنے کی اسی پالیسی پر دوبارہ کاربند ہونا مناسب معلوم ہوا جو ابتداءً اہل مکہ کے ساتھ اختیار کی گئی تھی۔ چنانچہ آپ تیس ہزار جانثاروں کے ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس پر اُسوقت کی ملٹری سائنس بھی لشکر ہونے کا اطلاق نہ کر سکتی ہو آپ رومن دیوتا پر رعب قائم کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اور سرحد سے گزر کر شام کے

علاقہ میں تبوک تک جا پہنچتے ہیں۔ اور قرب و جوار کی باجگذار رومی تثلیثی ریاستوں پر رعب و داب قایم کرنے اور اپنا سکہ بٹھا دینے کے بعد واپس تشریف لے آتے ہیں۔ اور پھر تبلیغی کارروائیوں پر توجہ مبذول فرمائی جاتی ہے۔

تبلیغ کا درخشاں دور

ان تبلیغی کارروائیوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں۔ بنی تمیم۔ بنی ثقیف۔ بنی عامر۔ بنی سعد۔ بنی عبد القیس۔ بنی حنیفہ۔ بنی طے۔ بنی کندہ۔ بنی حمیر۔ بنی ازد۔ بنی مزینہ۔ بنی فزارہ۔ بنی اسد۔ بنی خولان۔ بنی غامد غرضیکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے چھوٹے بڑے کل قبائل یکے بعد دیگرے اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ ان کے ڈیپوٹیشن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ چپہ چپہ سرزمین عرب پر آفتاب وحدت کی شعاعیں چمکنے لگتی ہیں۔ اور وہی عرب جو اسوقت کی متمدن دنیا میں سب سے زیادہ وحشی تصور ہوتے رہے تھے تہذیب و مدنیت کی ایک عدیم المثال شان پیدا کر لیتے ہیں۔

حجۃ الوداع اور تکمیل عمل

یہ عدیم المثال اور حیرت انگیز کامیابی اور سچ پوچھا جائے تو صرف وہ سہا عہد عمل کا نتیجہ تھی اور اس کے اوج و کمال کا حقیقی جلوہ اسوقت نظر آتا ہے جب کہ امام تمدن اس دہ سالہ عہد کے آخری ایام میں فریضۂ حج کی ادائگی کے لئے مکہ معظمہ تشریف لیجاتے ہیں۔ حج تہوار کے لحاظ کی اسلامی شکل ہے۔ لیکن یہ اسلامی شکل اختیار کرنے سے پیشتر اس میں شریک ہونے والے انسان مدنیت کے نام سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے کوئی گنوار فیشن سے نابلد ہوتا ہے۔ وحشت اور جہالت ان کی گھٹی تھی۔ خون آشامی۔ اور بربادکشی ان کا شعار تھا۔ اور نفاق ان کا اوڑھنا بچھونا۔ مگر اس حج محمدی کے موقع پر ان کی ایسی کایا پلٹ ہو جاتی ہے کہ عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ اس حج میں شریک رہنے والے کل نفوس جن کی تعداد نہایت تحقیق کے بعد ایک لاکھ سے زائد تسلیم کی گئی ہے مدنیت کی ایک مکمل شکل پیش کرتے ہیں۔ اخوت انکا ترانہ ہوتی ہے۔ مساوات کو وہ اپنا جز سمجھے ہیں۔ اتحاد میں انہیں زندگی نظر آتی ہے۔ سب کے سب ایک ہی رنگ۔ ایک ہی جذبہ ایک ہی خیال میں ڈوبے۔ اور وحدت مجسم بنے ہوئے اس یادگار خطبہ کو سماعت کرتے ہیں جو امام تمدن نے اس موقع پر کہا تھا۔ اور اسطرح الیوم اکملت لکم دینکم کا حقیقی خلعت حاصل کرتے ہیں۔

وفات

اس حج سے واپسی کے دو ماہ بعد دفعتہً دردِ سر اور بخار آپ کو لاحق ہوتا ہے اور روز بروز مرض کی شدت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ یہانتک کہ نماز کیلئے مسجد میں

آنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم دیا جاتا ہے۔ غرض تقریباً ڈیڑھ ماہ مرض کی کامل شدت برداشت کرنے کے بعد یہ امام تمدن اُس حیاتِ جاویدہ میں قدم رکھتا ہے جس کا پتہ اُس نے بنی نوع انسان کو بتایا ہے۔ قانونِ فطرت کے بموجب اگرچہ آپ اس دنیوی فنا کا جام نوش کرتے ہیں لیکن حیاتِ جاویدی کی آپ نے جو تلقین فرمائی ہے وہ اسوقت بھی قرآن کی شکل میں انسانی رہبری کے لئے موجود ہے۔ بس چشمِ بصیرت اور نظرِ معارف درکار ہے۔ اور پھر حیاتِ جاویدہ اُس کا ثمرہ۔

خلاصۂ حیات

دنیا میں آپ ترسٹھ سال رہے۔ ایامِ طفولیت تبدیل پذیر سرپرستی اور غیر مستقل بیت میں گزرے۔ شباب کا ابتدائی زمانہ عسرت اور تنگدستی میں بسر ہوتا ہے لیکن اس کے بعد خدیجہؓ جیسی متمول حسین۔ بلند خیال اور عالی خاندان خاتون کے ساتھ ازدواج آپ کی تمام کلفت کو دور کردیتا ہے۔ خدیجہؓ جیسی ممتاز خاتون کا آپ کو اپنی زوجیت کے لئے انتخاب کرنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ اپنے کیرکٹر کے لحاظ سے ضرور سوسائٹی میں قدرت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں گے اور پھر حجرِ اسود کی تنصیب اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ باعتبار دنیوی تمول، اعتبار، عزت اور اقتدار کے علاوہ اولاد سے بھی آپ محروم نہ تھے۔ غرض یہ کہ سوسائٹی میں اسوقت بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو آپ کی طرح خوش نصیب ہوں۔

لیکن ادھر آپ نے تبلیغ آغاز کی اور اُدھر یہ خوش نصیبی مصائب سے مُبدل ہوگئی اور اس جرمِ تبلیغ میں جو جو مصائب آپ نے برداشت کئے اُن کا اندازہ سابق الذکر واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح بعض ملمع سازوں کا بیان ہے اگر اقتدار پسند جذبہ ہی نے آپ کو اسلام سازی پر ابھارا تھا تو یہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا کہ اقتدار حاصل کو اپنے ہاتھوں برباد کردینا اور کامل تیرہ سال تک اسکو دوبارہ حاصل کر لینے کا اختیار ہوتے باوجود اپنی ہٹ سے باز نہ آنا عقلمندی کا تو شیوہ نہیں ہے۔ رہا جنون تو پھر مابعد کا کارنامہ ڈنکے کی چوٹ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر اسی کا نام جنون ہے تو دنیا کے تمام مشاہیر بھی اسی جنون میں مبتلا رہے ہونگے اور یہ جنون عظمت و ناموری کا ایک خاصہ ہونا چاہئے۔ بفرض محال اگر اقتدار پسند جذبہ ہی نے آپ کو اسلام سازی پر ابھارا تھا تو بھی آپ کی زندگی کے اُس دور میں جبکہ آپ درحقیقت مقتدر حالت پر پہنچ جاتے ہیں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جو اس دعوے کی تائید کرسکے جزیرہ نمائے عرب اگرچہ اس سرے سے اُس سرے تک آپ کے دستِ قدرت میں ہوتا ہے۔ اور آپ اسکی قسمت کے مالک ہوجاتے ہیں لیکن اسکے باوجود مدینہ میں اخوت مساوات کا سماں بندھا رہتا ہے۔ فرماں روا اور ایک جاہل بدوی میں فرقِ مراتب کو ظاہر کرنے والا کوئی امتیازی نشان نظر نہیں آتا۔ ہر طرح

یہ ممکن تھا کہ قیصر و کسریٰ کے مانند شاہانہ ٹھاٹ لگا دئیے جائیں لیکن قصر محمدی کیا ہوتا ہے۔ گھاس پھوس
اور کچی دیواروں کا جھونپڑا۔ اور جھونپڑے کا فرش چٹائی یا کمل۔ گھر میں کئی کئی دن آگ نہیں
جلتی اور چولھا نہیں سلگتا۔ کپڑوں پر پیوند پڑے ہوئے ہیں پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے۔ غیر
اقتدار پسندی کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ حاصل شدہ اقتدار کو موروثی
حالت میں چھوڑ جانے کا کبھی نہ تو خیال کیا گیا اور نہ کوئی عملی کارروائی عمل میں آئی۔

آپ پر شہوت پرستی کا بھی ایک نہایت زبردست الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ تبلیغی زندگی میں آپ کے ازواج مطہرات کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔ لیکن اگر اس دائرہ پر
بھی انصافانہ تنقیدی نظر ڈالی جائے تو خود یہ واضح ہوسکتا ہے کہ سن رسیدہ بیوہ عورتوں کیساتھ
آپ کا ازدواج کسی شہوت پرست جذبہ پر مبنی نہیں تھا بلکہ درحقیقت وہ بھی ظاہر ہوسکتا ہے کہ
حقوق نسواں کی تعلیم و تلقین اس طرز عمل کے بغیر ناممکن تھی۔ اور یہ ایک ظاہری امر ہے کہ
حقوق نسواں بھی مدنیت کا ایک اہم جزو ہیں۔

اثرِ تبلیغ

غرض جہانتک آپ کی تبلیغی زندگی پر نظر ڈالی جائے یہی ثابت ہوتا ہے
کہ آپ اپنی تبلیغ کا ایک مجسم نمونہ تھے۔ کھانا۔ پینا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا
سونا جاگنا۔ اور رہنا سہنا جو کام ہوتا تھا وہ تبلیغ کا ایک جزء ہوا کرتا تھا۔ آجکل کی ہندوستانی
ریفارمری یا لیڈری کی طرح آپکی رہبری اور رہنمائی زبانی جمع وخرچ یا اخباری شکل کی نہ تھی
اور ہماری طرح لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ پر آپ کی تبلیغ کا دارومدار نہ تھا بلکہ ہر ایک چیز عملی
شکل میں بتلائی گئی اور اسطرح آپ نے اپنے حلقہ بگوشوں میں ایک ایسی عملی روح پھونکدی کہ جسکی
نظیر کسی ریفارمر کے پیرو ہرگز پیش نہیں کرسکتے۔

چنانچہ آپ کی وفات کے بعد جب دفعتہً اندرونی ارتداد اور بیرونی مخالفت کا ایک زبردست
طوفان برپا ہوتا ہے اور اسلام کی بنیاد کو متزلزل کردینے کی ان تھک کوشش کیجاتی ہے تو یہی
عملی تعلیم کا اثر تھا جس نے آپ کے حقیقی خوشہ چینوں کو ٹس سے مس ہونے بھی نہ دیا ہندوستانی
طالبان سوراج کی طرح جن کا تمام نشہ گاندھی جی کی قید کے ساتھ ہی کافور ہوجاتا ہے۔ ان
رہبرانِ حقیقت کا ولولہ کچے دھاگہ کی طرح نہ تھا جس کو آنحضرتؐ کی وفات تار تار کردیتی۔

اسی شایانِ تبلیغی کے ساتھ جس کو امام تمدن نے اپنا شعار بنا رکھا تھا یہ وفا شعار
مدنیت و تمدن [illegible]

بڑھتے ہیں۔ اور پوری طرح حق تبلیغ ادا کرتے ہیں۔ یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آناً فاناً رومن امپائر کی تثلیثی فضا میں توحید کی سریلی صدائیں سنائی دی جاتی ہیں۔ باب مسیحیت سے گزر کر اپا صوفیہ کے منارے وحدت کا ترانہ گایا جاتا ہے اور ویانا کی دیواروں تک اس کی گونج جا پہنچی ہے۔ مصر۔ تونس۔ مراکو۔ الجیریا پر وحدت کا رنگ پھر جاتا ہے۔ اور پھر جبل الطارق سے اندلس اور اندلس سے سرحد فرانس تک توحید کا علم لہرانے لگتا ہے۔ ادھر ایرانی استعداد اور مجوسی آتش اسلامی مساوات اور نور کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور پھر یہی نور افغانستان۔ اور وسط ایشیا سے ہندوستان میں راس کماری تک پھیل جاتا ہے۔ جزیرہ نمائے ملایا اور چینی بھول بھلیاں میں بھی اسی کی شعاعیں اپنا اثر دکھانے لگتی ہیں۔

اسلام اور موجودہ مدنیت کا مقابلہ

بہر حال جب تک مسلمانوں نے حقیقی طور پر بہر حقیقت کی پیروی کو اپنا شعار بنائے رکھا اُن کا بول بالا رہا۔ وہ دنیا پر چھائے رہے۔ اب اگر مسلمان موجودہ تہذیب و مدنیت میں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں تو یہ خود ہمارا قصور ہے۔ ورنہ نفس اسلام مدنیت کی وہ آخری مکمل ترین شکل ہے جس سے بہتر کوئی دوسری شکل آج تیرہ سو سال کا عرصہ گزر چکا لیکن حیز وجود میں نہ آئی۔ سیاسی۔ اخلاقی۔ معاشی اور معاشرتی غرض جس عمرانی حیثیت سے اسکو جانچا جائے وہ پکار اٹھتا ہے کہ میں مکمل اور مجسم مدنیت ہوں۔

مثال کے لئے ہم صرف ایک ثبوت پر اکتفا کرتے ہیں۔ آج جس مغربی مدنیت کا طوطی بول رہا ہے اُس کا فلسفۂ حیات 'قوم' یا وطن میں نمایاں کیا جاتا ہے۔ لیکن حیات کا یہ فلسفہ خود حیات کا جس قدر منافی اور 'فنا' کا جیسا کچھ عکس انداز بنا ہوا ہے اب اس کی حقیقت سے خود مغربی مدنیت کے علم بردار تھرا رہے ہیں۔ چنانچہ اب اس پر بہت کچھ غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ معلوم نہیں دانشمند ان فرنگ اب کس کروٹ پہلو بدلنے پر متوجہ ہونگے۔

لیکن جب تک فلک 'قومیت' کا رواج اور 'وطنی' دیوتا کی پرستش جاری رہے گی یہ گتھی نہیں سلجھ سکتی۔ فرض کرو اسی قومی یا وطنی مدنیت کے اصولوں پر ویلش۔ اسکاچ۔ آئرش ہندی۔ سوڈانی۔ افریقی۔ بری۔ عرب غرض یہ کہ وہ تمام گوناگون اقوام جن سے اس وقت برٹش امپائر کا شیرازہ مرکب ہے علحدہ ہو جائیں۔ اور ان کے مابین کسی طرح کا رابطہ سیادت بھی باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں بڑی بڑی قوموں کے مقابل چھوٹی چھوٹی قوموں کی حیات و بقا کی

[illegible]

بین الاقوامی توانین اور مجالس اقوام جیسے تخمینات ہوا میں معلق نظر آنے لگتے ہیں۔ اور بساط الٹ جاتی ہے۔

برٹش امپائر کی یہ کیفیت غیر مستقبل میں پیش آئے گی اور ہماری آئندہ نسلیں اس کا مشاہدہ کر سکیں گی۔ لیکن خود اس وقت ہمارے روبرو اسٹیج پر ترکوں کی ایک ایسی زندہ مثال موجود ہے جو اسلامی مدنیت کے "نغمۂ حیات" اور قومی مدنیت کے "فلسفۂ فنا" کو کما حقہٗ ذہن نشین کر سکتی ہے۔

سلطنت آلِ عثمان جب تک اسلامی مدنیت کے اُصولوں پر قایم رہی وہ ترکی۔ عربی۔ مصری۔ شامی۔ کردی۔ طرابلسی۔ البانی۔ ارمنی۔ افریقی غرض بیسیوں مختلف الالوان قوموں کی یکتائی اور زندگی کا محور تھی۔ "حیات" کا تاج اس کے سر پر رہا اور "بقا" کی دیوی اس کے قدموں پر اپنی جان نثار کرتی رہی۔ لیکن آج قومی مدنیت کے مکتب میں وہ انگورہ کی قومی حکومت بنی ہوئی "فنا" کا تختۂ مشق بن چکی ہے۔ "موت" کی کالی گھٹا اس کے پیش نظر ہے اور وہ خود اپنی زندگی سے ہراسیمہ ہے ؎

(آہ) ہستی ہماری۔ اپنی فنا پر دلیل ہے
یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہوئے (غالب)

"اسلامی مدنیت کی مکمل ترین شکل ہونے کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا ثبوت درکار ہو سکتے ہیں؟ اور جس مبارک ہستی نے یہ مکمل ترین شکل دنیا کے سامنے پیش کی ہو اس کو دنیا کا عظیم الشان انسان سمجھنے میں۔ اس کو رہبر حقیقت باور کرنے میں۔ اور اس کو امام تمدن کا خطاب دینے میں کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت محمدی کا اصلی راز اور خاتمہ

لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کونسی برقی قوت تھی جس نے عربستان جیسے مرکزِ توحش و جہالت کے ایک اُمّی فرد کو تہذیب و تمدن کا امام بنا دیا۔ اور وہ کونسی پوشیدہ طاقت تھی جس نے ایک جہلستان کے اُمّی کو مدنیت کی ایسی مکمل ترین شکل دنیا کے روبرو پیش کرنے کے قابل کیا۔

"عقل" اپنی موجودہ بلند پروازیوں کے باوجود اب تک اس کی عقدہ کشائی سے قاصر ہے۔ اور اس کو ایک "لاینحل راز" قرار دیتی ہے۔ بے شک عقل بھول بھلیاں میں یہ ایک "لاینحل راز" ہے مگر وہ جذبۂ صادقہ جو کائنات کی رنگینیوں میں "وحدت" کا جلوہ دیکھ سکتا ہو۔ وہ جذبہ جو "توحید" کے نغموں سے مست ہو۔ وہ جذبہ جس کی صدا لا الٰہ الا اللہ ہو۔ وہ اس راز کو "نبوت" و "رسالت"

سمجھتا ہے یہ اس کا عقیدہ ہے۔ یہی اس کا ایمان ہے۔ اور یہی اس کی حیات ہے۔ اور یہ یاد رکھ دل

وہ اشہد ان محمد الرسول اللہ کی صدا دیتا ہے۔

غرض کرشمۂ حسن ست ورنہ حاجت نیست
جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز
(حافظ)

صدق اللہ۔

اِنَّ اللہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۞

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فضل اللہ احمد
(جامعہ عثمانیہ)



گمراہوں کو راہِ حق بتا دی تو نے | مشتاقوں کو آنکھ سے دکھا دی تو نے
اللہ کی حجت ہوئی مخلوق پہ ختم | کردی توحید کی منادی تو نے

ہو آنکھ تو ہو آنکھ میں صورت تیری | گر لب ہوں تو ہو لب پہ شفاعت تیری
سر ہو تو فقط سر میں ہو سودا تیرا | گر دل ہے تو ہو دل میں محبت تیری

مہر قطب الدین علی ...



صوفی نے انا کے رمز کو جانا ہے
کامل نے اسے نورِ خدا مانا ہے
ہوتا ہے ہر اک امتی احمد پہ نثار
خالق کو اسی سبب سے پہچانا ہے

قرآں میں تعریف کرے جس کی خدا
کیا کر سکے اس شہ کی کوئی مدح و ثنا
مرغوبِ خدا کیوں نہ ہوں افعال اس کے
محبوب جو ہو خالقِ دو عالم کا

ہم امتی احمد کے ہیں صد شکر اللہ
محشر میں اسی ذات کی ہے ہم کو پناہ
محبوب کے صدقے میں خدایا ہم پر
کر فضل کہ دنیا میں نہ ہو جائیں تباہ

ابو الفیض فیاض حیدرآبادی

تذکرۂ محمدیؐ

دورِ مکہ

ہزاروں برس پہلے بابل کے جیسے الحاد اور دہریت کے مرکز میں خدا کی یکتائی کا ایک دانا پیدا ہوتا ہے تاروں بھرے اور سورج والے آسمان کو سوچ بچار کی خداداد عینک سے دیکھتا ہے اور "انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین" کی سچائی سے بھری ہوئی آواز بلند کیا کرتا ہے صنم کدۂ آذری میں ماتم بپا کر دیتا ہے۔ حق کا یہ پیشوا جنگل پہاڑوں میں رنگی توحید کی مستانہ آواز لگاتا ہوا "ریگ و سراب" کی سرزمین میں آتا اور اللہ کی عبادت کے لئے ایک آسرا بنانے لگتا ہے۔ عظمت پیشتاہ باپ کے ساتھ رفعت نشان بیٹا بھی شریک۔ اقرار توحید سے ان دونوں پاک جانوں نے جو روحانی سرور پایا اور دل کے سکھ کی جو خوشگوار لذت دیکھی اس سے اپنی اولاد کو محروم رکھنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ دونوں مخلص بندے بیٹا اور پیشوا اللہ کی پاک اور بلند درگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں "ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک" اسی پر بس نہیں بلکہ "ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم ایاتک ویعلمهم الکتاب والحکمۃ ویزکیهم"

اس دل سے نکلی ہوئی دعا کے بعد قرن پر قرن گزرتے جاتے ہیں دنیا سیکڑوں رنگ بدلتی ہے تا آنکہ مکہ اس دعا کا مقام عظمت و جلال اور بطحائے عرب یا "وادی غیر ذی زرع" کا صحن مقام ایک سردار قریش کے پیدائش سے پہلے یتیم ہوتے کا ۵۷۱ء میں دوشنبہ کے روز ننھا محبوب منتظر ہے حضرت محمد صلعم ابن عبداللہ بن عبدالمطلب اس نومولود کا اسم گرامی۔ جوں ہی کہ عبدالمطلب کا گھر اس ولد سعید سے آباد ہوا۔ تمام مکہ نے معلوم کر لیا کہ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

بنی سعد یا ہوازن کے قبیلہ کے نصیب جاگتے ہیں کہ شیر خوارگی کا زمانہ ختم کرنے کے لئے

آنحضرت اسی قبیلہ کی ایک خاتون حلیمہ کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے پیدائش کے تین دن بعد ثوبیہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ ثوبیہ سے دودھ پینے کے پہلے خود آنحضرتؐ کی والدہ نے دودھ پلایا تھا۔ دو برس بعد حلیمہ آپ کو گھر لے آئیں چونکہ مکہ میں وبا تھی اس لئے پھر واپس لے گئیں۔
چار برس بعد حضور صلعم اپنے گھر واپس تشریف لائے۔ اپنی والدہ آمنہؓ بنت وہب کے ساتھ مدینہ کو تشریف فرما ہوئے۔ آمنہؓ چاہتی تھیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت ہو جائے۔ واپسی میں ابوا میں آنحضرت صلعم کو والدہ سے ہمیشہ کے لئے جدائی ہو جاتی ہے۔ ام ایمن آپ کی دایہ آپ کو لیکر مکہ آئیں۔ یہاں دادا کفیل ہوتے ہیں دو برس بعد ان کو بھی موت آ جاتی ہے۔ بستر مرگ پر انہوں نے عزیز پوتے کو اپنے ایک دوسرے بیٹے ابوطالب کے حوالہ کیا کہ خبر گیری کریں۔
ابو طالب تاجر تھے اور اکثر شام کے مسافر۔ ایک مرتبہ بھتیجے کو بھی ساتھ لیا جب کہ سن شریف بارہ سال کا تھا۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا میروی

بارہ سال کے بعد پھر ارادۂ مبارک جانب شام مصمم ہوا۔ باعث یہ کہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد نے اپنا سرمایہ حوالہ کیا کہ تجارت کیجائے اور نفع دیا جائے۔ اسی سفر کا نتیجہ تھا کہ حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی جبکہ ان کی عمر چالیس برس کی اور حضور صلعم کی عمر عالی پچیس برس کی تھی۔ حضرت خدیجہؓ اس سے پہلے دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ اولاد بھی تھی۔ شادی کا خطبہ ابوطالب نے پڑھا تھا۔ بیس اونٹ اور بقولے پانسو طلائی درہم کا مہر قرار پایا تھا۔ قریش کے تمام سردار اس موقع پر جمع تھے۔ حضرت خدیجہؓ دولتمند تو تھیں مگر بڑی نیک اور پاکیزہ اخلاق والی بھی تھیں۔ طاہرہ کہلاتی تھیں۔ یوں بھی آپ تجارت کے لئے سفر فرماتے رہتے۔ بحرین تک سفر فرمایا ہے۔ انہی دنوں میں فجار کی جنگ برپا ہوئی۔ یا قریش اور قیس کے قبیلے کٹ گئے۔ بڑے معرکہ کا رن تھا۔ چونکہ ننگ و ناموس کا معاملہ تھا اس لئے قریش کے عام خاندانوں نے الگ الگ ٹکڑیاں روانہ کی تھیں۔ ہاشمیوں میں وہ بھی شریک تھا جو آئندہ دنیا کا سب سے بڑا سپہ سالار ہونے کو تھا لیکن معرکہ میں کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ یاد رہے کہ قریش حق پر تھے اور انجام ان ہی کی فتح پر ہوا۔
جب اس جنگ سے فوجیں گھروں کو واپس آئیں تو دیکھا کہ مسلسل جنگوں نے تباہ کر دیا ہے بعض نیک دل افراد نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ زبیر ابن عبدالمطلب پیش پیش تھے۔ چنانچہ بعض

خاندانوں نے قسم کھائی کہ ہر شخص دُکھے کی جنبہ داری کرے گا۔ اس میں وہ بھی ساتھی تھا جسکو سب سے بڑا مصلح اور پسندیدہ بنانا خدا نے مقرر کر دیا تھا۔

پینتیسویں سالگرہ ہوئی تو قریش نے کعبہ کی مرمت کی جو ڈھا گیا تھا۔ جب حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کی نوبت آئی تو ایک جھگڑا برپا ہو گیا۔ قریب تھا تلواریں نکل پڑتیں ہر شخص اس سعادت کا آرزومند تھا۔ آخر یہ تصفیہ ہوا کہ دوسرے دن سویرے جو شخص وہاں سب سے پہلے آئے وہی اس برکت سے سعادت حاصل کرے۔ صبح ہوئی اور جو فرد وہاں تھا وہ ہمارا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کثیراً کثیرا۔ آپ نے جو فیصلہ کیا وہ عدیم المثال ہے وہ یہ کہ آپ نے چادر بچھا دی۔ حجر اسود کو اس پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک شخص چادر کو اٹھائے اور جائے تنصیب تک لائے۔ اسی طرح ہوا آخر میں آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو اس کے مقام پر نصب فرما دیا۔

مساوات کا کتنا اول آویزہ نمونہ اور جمہوریت کا کیسا انوکھا طریقہ برتا گیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ اس قسم کی باتوں کو آپ کے لڑکپن سے ہی دیکھتا آیا تھا۔ جب آپ ابھی رضاعت کے ہی زمانہ میں تھے تو عادت عالی تھی کہ حلیمہ کے ایک طرف سے دودھ پیتے دوسری طرف سے اپنے دودھ بھائی اور بہنوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع عنایت فرماتے۔ عین جوانی کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کام کو رو کے بعد آپ کو کہیں ٹھہرے رہنے کو کہا اور خود کہیں چلا گیا۔ گو واپس آنے کا وعدہ کر گیا تھا لیکن وعدہ یاد نہ رہا۔ تین دن کے بعد وہاں سے گزرا تو دیکھتا یہ ہے کہ آپ وہیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے الفاظ میں۔ صلہ رحم۔ کعبہ کی خبر گیری۔ دھندا۔ بھائی کار خیر میں ہاتھ بٹانا۔ یتیموں کی کمک۔ سچائی۔ امانت۔ دستگیری۔ نیکی۔ خوش خلقی۔ غرض تمام نیک باتوں کے آپ مجسم نمونہ تھے۔ امانت اور دیانت ہی تھی کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سرمایہ حوالہ کیا تھا اور آخر کار شادی کی آرزومند ہو گئیں۔ اس کے علاوہ مراسم شرک سے دامن مبارک کسی طرح آلودہ نہ ہوا بلکہ فسانہ گوئی کی بزم میں تک شرکت نہ ہوئی۔

اچھنبا ہو جاتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ ایک فرد جو پیدائش سے پہلے ہی یتیم۔ پھر جس کے پروان چڑھنے کے عین زمانہ میں ماں بھی دنیا کی زندگی ختم کر چکے۔ دادا بھی اس کے لئے بھی دنیا میں نہ رہے۔ جس کا بچپن بکریاں چراتے گزرے اور بغیر کسی فلسفی کسی منطقی کسی عالم کسی حکیم کی صحبت سے فیض اٹھانے کے اور بغیر کسی مطالعہ کتب کے۔ یہ تو یہ لکھنا پڑھنا تک نہ جاننے محض اُمّی کہلانے کے باوجود اپنی رفتار۔ گفتار اور کردار کے ایسے قابلِ رشک نمونے بتا تا ہے کہ جا ہل

اور وحشی قوم سے تک "امین" کا خطاب لے لیتا ہے تعجب اور حیرت اور زیادہ ہوتی ہے جب نظر آتا ہے کہ اس زمانہ میں وہاں کوئی ایسا نمونہ بھی نہ تھا کہ جس کی تقلید کیجاتی۔ غرض کیا یہ اس امر کا کافی ثبوت نہیں کہ جو شخص دنیا میں بڑا آدمی بنتا ہے اس کی ہر بات میں، خواہ وہ کسی زمانہ میں کیوں نہ ہو۔ خواہ زمانہ طفلی۔ خواہ یہ زمانہ جوانی۔ خواہ یہ زمانہ پیری ایک شان ہوتی ہے کہ خدا کی دین کا ثبوت ہوتی ہے۔

آپ اپنے اطراف دیکھتے ہیں کہ روحانیت کا ٹوٹا پڑا ہوا ہے۔ نفسانیت کا بازار گرم ہے۔ شقاوت و فساد کا شہر آباد ہے۔ شرافت اور محبت کی بستی سوتی ہے۔ خودی کا راج ہے۔ برکت اور رحمت کا قحط ہے۔ دل کی پاکی اور باطن کی صفائی بلا معنی الفاظ رہ گئے ہیں۔ انسانیت اور تہذیب ڈھونڈے نہیں ملتی۔ پاکیزہ اخلاق روپوش ہو گئے ہیں اور شایستہ عادتیں غیب۔ غرض کیا مذہب کیا اخلاق۔ کیا تمدن سب برباد ہیں مختصر یہ کہ ظہر الفساد فی البر والبحر کی حالت ہے۔ یہ کیفیت آپ کو متاثر کر دیتی ہے۔ فکر آپ کی ہمیشہ کی رفیق ہو جاتی ہے اور غور ہر وقت کا ساتھی۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ سماج سے تعلق ٹوٹتا جاتا ہے۔ تنہائی میں دل لگتا ہے۔ آخر کوہ حرا آپ کو پسند آیا۔ وہاں سے چار سو جو نظر ڈالی تو تمام جہان کو کالے کالے بادلوں میں نہ صرف اپنے گھر کو ہی پایا بلکہ تا حد بصر یہی نقشہ دیکھا۔

اب پردہ اٹھتا جاتا ہے اور آخر کار برکت والے اور بلندی والے اللہ کے عزت والے اور جلال والے دربار سے راہ نمائی عالم کا ان مول خلعت عطا ہوتا ہے۔ اب وہ انسان اعظم۔ بعد از خدا بزرگ۔ اس تاریکی کو نور سے بدل دینے کے لئے کمر ہمت چست کرتا۔ پہاڑ سے اتر کر آبادی میں آتا۔ اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوۃ اور ان کے عزت پناہ بیٹے حضرت اسمٰعیل کی دعا کے قبول ہونے کا اعلان کرتا ہے ؎

ستم پامال ہونے کا دور عدل و داد آتا ہے — جفا جاتی ہے دنیا سے وفا کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ میں کفر و فساد و فتنہ و شر ہے — یہاں خیر البشر خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے

اس مجدد اعظم نے صرف اس سوکھی جلی زمین کا توحید کے باران رحمت سے سیراب ہو جانا بس خیال کیا تھا لیکن اس ولولہ یا ہمت کو پسند نہ آیا کہ توحید کا سدا بہار باغ صرف اسی جنگل گھاٹی میں لہلہائے۔ وہ اس لق و دق بیابان سے خزاں کو اس خاکستان کے چپہ چپہ پر پھلا پھولا اور ہرا بھرا دیکھنا چاہتا تھا۔ یہی باعث تھا کہ خود خدا نے "وما ارسلناك الا رحمة للعالمين" کی سند دی ...... " زندگی زندہ اسی نور کے اتمام سے ہے"۔ کیمیا اس در کی خاک کا نام ہے ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم — خاکِ درِ رسول کا سُرمہ لگائیں ہم

اب تمام عالم کو نوید امن سنانے کا سراپا خیر و برکت کا کام شروع ہوتا ہے لیکن نہ کوئی یار و مددگار ہے اور نہ کوئی خیل و حشم۔ ایک یتیم اور اُمّی ہے بے زر و بے نوا بے جاہ و جلال۔ چپکے چپکے چھپے چھپے کام شروع ہوا۔ حضرت خدیجہؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت زیدؓ۔ حضرت عثمانؓ وغیرہ نے بے تردد اسلام قبول کر لیا۔ تین برس اسی طرح گزرے کہ خدا کا فرمان ہوا کہ "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین" اور "وانذر عشیرتک الاقربین" اب کھلے بندوں اسلام کی دعوت شروع ہوئی۔ حضرت حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر ندا بلند کی کہ یا معشر قریش! تو لوگ جمع ہو گئے ارشاد فرمایا کہ "اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے تو سچ مانو گے کہ نہیں؟ جواب ملا کہ ہاں ہم نے بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے" ارشاد ہوا کہ ایمان نہ لاؤ گے تو عذاب میں مبتلا ہو گے [illegible] میں سب چلے گئے۔ چند دن بعد حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دعوت کا سامان ہو۔ تمام خاندان بلایا گیا۔ کھانے کے بعد فرمایا "کہ خدا کی طرف سے وہ شے آئی ہے کہ جو دین اور دنیا کی کفیل ہے۔ کون ہے جو اس بارگراں میں میرا ساتھ دے گا؟" جواب میں ایک تحیر انگیز نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کہا کہ میں۔ خوب ابھی کم سنی اور یہ بلندی؟ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

اب قوم حق کی اس نرالی آواز کو سنکر آگ بگولہ ہو جاتی ہے۔ قرآن سنتے تو کہتے "ان ھذا الا اساطیر الاولین" "وقالوا یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ انما مفتر بل قالوا اضغاث احلام بل افترہ بل ھو شاعر" یعنی امین جھوٹا تھا۔ کاہن تھا۔ دیوانہ تھا۔ شاعر تھا۔ ساحر تھا۔ کسی نے گالیاں دینی شروع کیں۔ کسی نے ڈھیلے مارنے شروع کئے۔ کوئی پاک جسم پر خاک ڈالتا۔ آمد و رفت کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے۔ گلا گھونٹا جاتا قوم کا ہر فرد آپ کی دل آزاری اپنا قومی فرض جانتا۔ سفر ہو یا حضر اور گھر ہو یا بازار ہر جگہ آپ کی توہین کا سامان مہیا رکھا جاتا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ثبات اور استقلال کے اس مجسم پیکر میں تزلزل کا کوئی لگاؤ تک نہ تھا اس نے جس غایت کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرایا تھا اس کے لئے یہ سب زحمت رحمت تھی۔

چوتھا سال آیا لیکن حالت جوں کی توں۔ حضور انور صلعم سے حضرت ارقم کا گھر ضیا افروز ہوتا ہے جیسے جیسے آپ کی تعلیم رنگ لاتی جاتی ہے۔ قوم کی عداوت اور دشمنی بھی رنگ پکڑتی جاتی تھی۔ اس لئے طرح طرح کے لالچ دئیے۔ مال و دولت کا۔ عزو جاہ کا۔ حکومت اور فرمانروائی کا

جب اس کو بھی بے اثر دیکھا تو ابو طالب بزرگوار اکہ آپ کو حوالہ کر دیں انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ شب آفت آیا چاہتی ہے۔ دیکھنا۔ پا مردی کے کیسے نایاب الفاظ ارشاد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر سورج میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر آرہے اور مجھ سے کہا جائے کہ یا تو اس کام سے ہاتھ اٹھالو یا موت کے لئے تیار ہو رہو تو جب بھی میں ہونگا اور یہ میرا کام۔

اسی طرح پانچ سال گزر گئے۔ قوم کے غصہ کی آگ بھڑکتی ہی گئی اور بچاؤ کا کوئی چارہ نظر نہیں آیا سوا اس کے کہ مسلمان گھربار کو خیرباد کہیں۔ حکم صادر ہوا کہ جو چاہے حبش کو ہجرت کر جائے۔ یعنے یہ سبق دیا کہ مسلمان پہلے مسلمان ہے پھر ملکی ہے۔ سب سے پہلے قافلہ میں حضرت عثمانؓ بھی معہ زوجہ محترمہ کے شریک تھے۔ یہ کون۔ داماد رسولؐ اور بنت رسولؐ۔ قوم نے وہاں بھی قاصد دوڑائے وہ وہاں ناکام ہوئے۔ ناچار نامراد لوٹے۔

اب چھٹا برس آیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ۔ رسول اللہؐ کے چچا مسلمان ہوئے۔ چالیس مسلمان پورے ہوئے۔ اور مسلمانوں کے بازو قوی ہوئے۔ اب رسول اللہ صلعم نے کھلم کھلا کعبہ کے سامنے نماز پڑھی۔

ساتواں سال آیا اور ساتھ ہی تکلیف کا نیا سامان بھی ساتھ لایا۔ قوم نے دیکھا کہ ان کے ایڑی چوٹی تک کے زور لگانے کے باوجود تعلیم محمدی صلعم نے برگ و بار پیدا کر لئے ہیں تو اب اس نے بھی شدت اختیار کر لی اور حضور صلعم کے وجود باجود سے دنیا کو محروم کر دینے کی ٹھانی۔ آپ شعب ابو طالب کو مسکن قرار دیتے ہیں۔ قوم حقہ پانی بند کر دیتی ہے۔ چونکہ بنی ہاشم اور بنی مطلب بہ پاس قرابت آپ کی پشت پناہی کرتے تھے اس لئے قوم نے ان سے ایکا کر لیا۔ دو سال یوں ہی کٹے مگر نہایت مصیبت سے خون جگر پینے کو تھا اور رنج دل کھانے کو۔ لیکن حق کے لئے یہ سب پسند تھا۔ دنیا نے ثابت قدمی کی ایسی مثال دیکھی تو کیا سنی بھی نہ ہوگی۔

دسواں برس شروع ہوا۔ خدا نے سامان جمع کر دئے اور ایکا ٹوٹ گیا۔ اس سے تو خلاصی ملی لیکن ابو طالبؓ نے وفات پائی ابھی اس کو تین دن نہ ہوئے تھے کہ حضرت خدیجہؓ بھی دنیا سے سدھاریں۔ ان واقعات نے آنحضرت صلعم کو بہت اندوہگیں بنا دیا لیکن صبر کا رشتہ مضبوطی سے تھامے رکھا انہی دنوں میں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم کے بیاہ میں آئیں۔

آپ نے زید بن حارثہ کے ساتھ طائف کا ارادہ فرمایا۔ ایک مہینہ تک وہاں کا قیام رہا۔ لوگوں کو اسلام کی طرف ہر چند بلایا لیکن انکار اور ایذا کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ نادانوں نے پتھر برسائے۔

پائے مبارک زخمی ہوئے۔

دنیا میں جو بھی ہادی خدا کی طرف سے آیا ہے اس کے ساتھ ہمیشہ ایک ہی وتیرہ اختیار کیا گیا ہے۔ انکار اور ایذا۔ ایذا تو خیر بڑے لوگوں کے صبر کی کسوٹی ہی ہے "جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے" لیکن انکار ان کے غصہ کے دریا میں جوش پیدا کر دیتا تھا۔ یہاں تک بعض مرتبہ وہ نبی اسی حالت میں پکار اٹھتے تھے کہ "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" لیکن بطحائے عرب کے نبی ؐ۔ اس پر سلام اور صلوٰۃ ہمیشہ بھلائی اور بہتری ہی چاہتا رہا۔

آپ طائف سے تشریف لائے۔ اب گیارھواں برس شروع ہوا حج کے دنوں میں آپ حقیقی اسلامی تعلیم کی تلقین فرما رہے تھے۔ کہ مدینہ کے چند عزیزوں نے اس کو سن لیا۔ اسلام کی سادگی اور خوبی نے ان کے دلوں پر ایک ایسا نشتر کیا کہ تمام کدورتوں کی سب آلائشیں نکال دیں۔

بارھویں سال معراج ہوئی یعنی تمام حجابات اٹھ گئے۔ تمام سفلی اور مادی رشتے ٹوٹ گئے ہیں اور اس قدر ہوا کہ ان سے اس شاہد ہستی مطلق کے جمال جہاں آرا سے آنکھیں روشن ہوئیں۔ بیشک ہماری عقلیں اس کی تہ تک پہونچنے سے کوتاہ ہیں لیکن ہائے حافظ نے کیا اچھا کہا ہے کہ

در سخن نکتہ شناس نشے ولبرا خطا اینجا ست

اب مکہ سے دور خدا کا نور اپنی روشنی پھیلاتا ہے اور مدینہ سے سچ کی آواز بازگشت گونجنے لگتی ہے۔ وہاں سے ایک وفد آیا اور اللہ کا سودائی ہو کر گیا۔ دن گزرتے جاتے تھے۔ لیکن مکہ کے سخت دل سخت ہوتے جاتے تھے۔ تیرھواں سال آیا اور مدینہ منورہ سے ایک اور وفد آیا۔ ستر آدمیوں پر مشتمل۔ رات کی تاریکی میں ایک سنسان مقام پر پہاڑ کے درے میں اس نے بارگاہ رسالت میں بار پایا۔ مکہ کی سردمہری نے رسالت پناہ صلعم کے دل مبارک کو مدینہ منورہ پر مائل کر دیا۔ یہاں معاہدہ ہوا کہ مدینہ حضور صلعم کی حفاظت کرے گا اور آخر میں ارشاد ہوا کہ "میں تمہارا ہوں تم میرے ہو۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ۔ میری زندگی تمہارے ساتھ۔ میری موت تمہارے ساتھ۔ میں اس سے جنگ کروںگا جو تم سے جنگ کرے اور اس سے صلح کروںگا جو تم سے صلح کرے۔ پس اب مدینہ منورہ مرکز اسلام بنگیا۔ آپ نے عام اجازت صادر فرمادی کہ سب مسلمان مکہ چھوڑ دیں۔

قوم اس سرگزشت کو دیکھ رہی تھی لیکن وہ ابھی جہل کے توں تھے اب دیکھا کہ امن کا ایک ٹھکانا لگ گیا ہے تو مشورہ کرکے سوچا کہ رسول اللہ صلعم کی جان لے لیجائے اس ڈر سے کہ بنی عبد مناف بگڑ نہ جائیں قرار دیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص حضور صلعم پر حملہ کرے۔ عبد مناف والوں کو جرأت نہ ہوگی کہ سب سے

بڑھ جائیں۔ وہ بیعت مانگیں گے تو وار کریں گے سب وہ تنکدہ پر آئے لیکن "دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست"
حضور صلعم اپنے بستر مبارک پر حضرت علیؓ کو لٹا دیتے اور خود باہر تشریف لیجاتے ہیں۔ اب حکم ہوا کہ نبی معہ صدیقؓ مکہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں۔

صدیوں کا آبائی وطن چھوٹ گیا۔ گھربار چھوٹ گیا۔ کعبہ چھوٹ گیا۔ لیکن کوئی پروا نہیں۔ اگر خدا کے راستہ میں ان تلخ گھونٹوں کو پینا ہی ہے تو "اہلاً و سہلاً مرحبا"

مکہ سے نکلنے کے بعد تین دن تک ایک غار رشک فردوس بنتا ہے۔ یہاں بھی بد باطن آ نکلتے ہیں۔ خدا خود نگہبانی کرتا ہے۔ جب یہاں سے کوچ ہوا تو اعلان ہوا کہ جو رسولؐ کا سر لائے سو اونٹوں کا انعام پائے۔ حضور صلعم کا تعاقب کیا گیا لیکن خود تعاقب کرنے والا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آخر کار مدینہ منورہ کے در و دیوار سے یہ صدا آنے لگتی ہے کہ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد | مبارک کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار | گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط



ہے خیر بشر۔ اور پیمبر بھی ہے
صد شکر کہ جس نبیؐ کی امت ہیں ہم

ہے خاتم انبیا بھی برتر بھی ہے
محبوب خدا شافع محشر بھی ہے

ابو الفیض فیاض حیدرآبادی

آنحضرت کا سلوک بچوں کے ساتھ

روئے زمین کے جملہ ادیان میں یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس کے پیغمبر کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بہ سند صحیح اب تک موجود ہے اس لئے ہم آپ کی معاشرت کے ہر ایک واقعہ کو نہایت صحت کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں بخلاف دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے صحیح حالات معلوم نہیں ہو سکتے اور نہ ان واقعات پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ غرضکہ آنحضرت صلعم کی زندگی ایک بہترین معجزہ ہے۔

مگر یہ ناممکن ہے کہ ایک مختصر مضمون میں آپ کی زندگی کے کل واقعات واضح طور پر لکھے جا سکیں کیونکہ اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

میرا ایک اور مضمون (رسالت مآب کا سلوک عورتوں کے ساتھ) عنوان سے شایع ہو چکا ہے اب اس مضمون میں آپ کی مبارک زندگی کے اُن حالات پر کچھ لکھنا چاہتی ہوں جو بچوں سے مخصوص ہیں۔

آنحضرت صلعم بچوں پر نہایت مہربان تھے اُن پہ شفقت اور مرحمت فرماتے اُن کے ناز اٹھاتے اُن سے خوش طبعی فرماتے۔ حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے مدینہ سے چار میل پر پرورش پاتے تھے آپ وہاں تک پیادہ جاتے بچے کو بوسہ دیتے ان کو گود میں لیتے۔ اور جب ان کا وصال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ اسی دن چاند گہن ہوا لوگوں نے کہا ابراہیم کی موت کے باعث ہوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کسی کے مرنے سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

امام حسنؓ۔ امام حسینؓ اور امامہ کو آپ بیحد محبت اور پیار کرتے انہیں کندھے پر سوار کر کے لیجاتے گود میں لیتے بوسہ دیتے۔ آپ سجدہ میں ہوتے اور حسینؓ آکر آپ کے دوش مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ سجدہ سے اُسوقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک وہ نیچے نہ اُتر جاتے۔ آپ خطبہ دیتے رہتے اور حسینؓ آتے تو آپ انہیں اٹھا لیتے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے حسنؓ اور حسینؓ میرے گلدستے ہیں۔ اور یہی ارشاد فرماتے حسینؓ کی محبت گویا میری محبت ہے۔ جس نے انکو تکلیف دیا وہ مجھے تکلیف دیا۔

قوم کے بچوں کو بھی آپ عزیز رکھتے اور محبت و پیار کرتے۔ جب انکو آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ بچوں کے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرتے اور دعا فرماتے۔

بشر بن معاویہ کہتے ہیں مجھے میرے والد آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے آپ نے میرے منہ پر دست شریف پھیرا اور دعا فرمائی۔

محمد بن انس کہتے ہیں آنحضرتؐ جس وقت مدینہ منورہ کو تشریف لائے میں اسوقت دو ہفتہ کا تھا میرے والد مجھے آپ کی خدمت میں حاضر کئے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

بشر بن عشریہ جہنی کہتے ہیں میرے والد جنگ احد میں شہید ہوئے اور میں روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا روتا کیوں ہے کہا تو خوش نہیں کہ میں تیرا باپ ہوں اور عائشہؓ ماں ہے۔ اور میرے سر پر ہاتھ پھیرے۔

سائب بن یزید کہتے ہیں ایک روز میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا آنحضرتؐ تشریف لیجا رہے تھے مجھے پوچھے تو کون ہے؟ میں عرض کیا سائب ہوں یزید کا فرزند۔ آنحضرتؐ میرے سر پر ہاتھ پھیرے اور فرمائے بارک اللہ۔

آنحضرت صلعم اپنے دوستوں کے بچوں کی طرح اپنے خدمت گاروں کے بچوں پر بھی عنایت مہربان تھے اور اُن سے ہنسی اور خوش طبعی کیا کرتے۔ چنانچہ انسؓ کہتے ہیں میرا ایک چھوٹا لڑکا تھا۔ جو "لال" پالتا تھا وہ لال مر گیا۔ جب آنحضرت صلعم اس کو دیکھتے تو فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر یعنے اے عمیر لال کیا کیا۔

محمود بن الربیع پانچ برس کا تھا ہنسی کیلئے اُس کے منہ پر پانی سے کلّی فرماتے۔

بچوں پر آپ کی شفقت اور مہربانی اسقدر تھی کہ آپ کبھی انکو جھڑکتے نہ مارتے اور نہ غصہ کرتے اگر چھوٹے بچے روتے تو انکی والدہ کو کہلواتے اُن کو سمجھائیں۔

اور اگر آپ نماز میں ہوتے اور بچے روتے تو اس کی ماں کو تشویش نہ ہونے کیلئے تخفیف فرماتے۔

یہ تھی آپ کی شفقت اور محبت اور یہ تھا آپ کا سلوک کیا ہم اپنے ہی بچوں کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرتے ہیں؟ فقط

اہلیہ نصیر الدین ہاشمی



جب صانع آفریدگار کو اپنی صناعی کا ظہور کرنا منظور ہوا تو سب سے پہلے اُس نے نور محمدیؐ (صلعم) کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر تو وہ نور مثل ستون پردۂ عظمت تک بلند ہوا اور اُس وقت سے ہزار برس تک خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرتا رہا اور الحمد للہ الحمد للہ کہتا رہا۔ جب اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم کو اسی لئے پیدا کیا ہے اور تمھارا نام محمدؐ رکھا ہے ابتدائے خلقت تم ہی سے کرونگا اور تم ہی پر اختتام نبوت کرونگا اور تا حشر کسی کو درجۂ نبوت نہ دونگا۔

حق تعالیٰ نے جب خلقت کو پیدا کرنا چاہا تو اُس نور محمدیؐ کے پرتو سے عرش و کرسی۔ لوح و قلم۔ جنت و دوزخ آسمان زمین غرضکہ تمامی کائنات کو پیدا کیا۔ اور قلم سے نام پاک محمدیؐ اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا۔ قلم اُس نام نامی کی لذت میں ہزار برس تک خدا کو سجدہ کرتا رہا اور پھر سر اٹھا کر بارگاہِ ایزدی میں گزارش کی کہ اے رب وہ کون ہے جو تجھکو اسقدر پیارا ہے کہ تو نے اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا۔ بارگاہ ایزدی سے ارشاد ہوا کہ اے قلم ادب سے کہہ قسم اپنی عزت و جلال کی نہ پیدا ہوتی کبھی یہ دنیا اور نہ کوئی چیز اگر میں نہ پیدا کرتا اپنے حبیب محمدؐ مصطفےٰ (صلعم) کو اور سارا جہان اسی حبیب کے خاطر پیدا کیا ہے جب قلم نے یہ سُنا دہشت سے پھٹ گیا اور باواز بلند یہ کہا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہؐ۔

الغرض جب اُس نور فیض گنجور کا ظہور کرنا منظور ہوا تو جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ زمین پر جا کر ایک مٹھی خاک اُس جگہ سے لائیں جو زمین کا دل۔ بہار۔ اور نور ہو حضرت جبرئیلؑ بموجب حکم خداوند تعالےٰ جنت کے چند فرشتوں کے ہمراہ زمین پر اُترے اور ایک مٹھی خاک اس جگہ سے لے گئے جہاں آنحضرتؐ کا مزار مقدس ہے۔ وہ مٹی تسنیم اور جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھی گئی جو ایک بڑے سفید موتی کے مانند چمکنے لگی پھر فرشتے اس گوندھی ہوئی مٹی کو لیکر عرش و کرسی کے ارد گرد اور

آسمان زمین دریا اور پہاڑوں میں لیکر پھرے تاکہ ہر ایک مخلوق نورِ محمدیؐ سے واقف ہو جائے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پتلے کو تیار کیا۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اس کو ٹھیک کر کے اپنی روح (اپنی بنائی ہوئی روح) اس میں پھونک دوں اسوقت تم سب کے سب اس کو سجدہ کرنا جس وقت اللہ تعالیٰ نے روح پھونکدی تمام فرشتے فوراً سجدہ میں گر پڑے لیکن عزازیل جو جنوں سے تھا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھکو کونسی چیز مانع تھی کہ تونے اس کو سجدہ نہیں کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں چنانچہ تونے مجھکو آگ سے اور آدمؑ کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے کہا کہ دور نکل تجھپر پھٹکار ہے روزِ حساب تک اس وقت ابلیس نے کہا کہ مجھ کو ڈھیل دے انصاف کے دن تک اللہ نے کہا کہ تو انہیں لوگوں میں سے ہے جن کو ڈھیل دی گئی ہے تب ابلیس نے کہا کہ تیری عزت وجلال کی قسم آدمؑ کو اور اولاد آدمؑ کو سیدھی راہ سے بہکاؤنگا اور ان کی جڑ کو نیست و نابود کر دونگا خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس جن کو میں سیدھی راہ چلانا چاہوں ان پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا اور قیامت کے دن تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے دوزخ کو بھر دونگا۔

تھوڑے عرصہ بعد اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے انکی سچی غمگسار تنہائی کی مونس رنج و راحت کی شریک زندگی کی ساتھی حضرت حواؑ کو پیدا کیا اور دونوں کا نکاح حضرت جبرائیل سے فرشتوں کی گواہی پر پڑھوا دیا۔ اور دونوں کو خلعت جنتی سرفراز کر کے اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں جنت میں رہیں اور جو چاہیں کھائیں۔ لیکن ایک درخت کے پھل کھانے کی ممانعت کی۔

لیکن ابلیس جو آدمؑ اور بنی آدم کا دشمن ہے۔ یہ نہ دیکھ سکا کہ آدمؑ جنت میں عیش و آرام سے رہیں اور وہ روزانہ فرشتوں کے تماشے کھایا کرے اس نے جنت میں جاکر ان دونوں کو حیلہ سے اس درخت کا پھل کھلا دیا۔ اس وقت ان کے ستر اور پیر عیاں ہو گئے اور وہ درختوں کے پتوں سے ستر پوشی کرنے لگے اس وقت اللہ نے ان کو پکار کر کہا کہ کیا ہم نے تم کو اس درخت کے پھل کھانے اور اس کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا۔ اے آدمؑ ہم نے نہ کہا تھا کہ ابلیس تمھارا قطعی دشمن ہے۔ حضرت آدمؑ نے اس وقت جنابِ باری میں کہا کہ اے رب غفور الرحیم ہے اگر تو ہمارے حال پر رحم نہ کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے لیکن دونوں پر عتاب الٰہی نازل ہوا اور ان سے لباس جنتی لے لیا گیا۔ دونوں جنت سے نکال کر زمین پر اتار دئے گئے۔ یہاں پر ایک عرصہ دراز تک دونوں میں مفارقت رہی

ان کو ہزارہا مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے بارگاہ صمدیت میں ہزارہا توبہ و استغفار کی لیکن وہ مقبول نہ ہوئی۔ آخر کار اِدھر آدمؑ رسول مقبول (صلعم) کے وسیلے سے اپنی عفو خطا کے خواستگار ہوئے اُدھر غیرت حق بھی جوش میں آئی اور دم کے دم میں سب خطائیں معاف ہو گئیں۔ پھر آدمؑ و حواؑ کی بھی ملاقات ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے آدمؑ سے پوچھا کہ اے آدمؑ تو نے یہ نام کیونکر پہچانا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب میں نے پیدا ہوتے ہی آنکھ کھولی اس وقت یہ نام پاک تیرے عرش پر لکھا دیکھا اُس کا مجھ کو خیال آیا اور مجھ کو یقین ہوا کہ وہ شخص جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھوایا ہے وہ ضرور تیرا پیارا ہو گا اور تجھ کو سب سے زیادہ محبت بھی اُسی کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو نے سچ کہا صرف اپنی ہی خطاؤں کی بخشش نہیں بلکہ اگر اپنی ساری اولاد کی خطاؤں کی بخشش بھی میرے حبیبؐ کے وسیلے سے چاہے تو بخش دوں۔

قصہ مختصر یہ کہ زمین پر آنے کے بعد آدمؑ کی اولاد خوب پھیلی۔ ہر ایک حمل میں ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حمل کی لڑکی دوسرے حمل کے لڑکے سے بیاہی جاتی تھی لیکن حضرت شیثؑ صرف تنہا پیدا ہوئے اور وہ نور جو آدمؑ کی پیشانی پر مثل بدر کامل روشن تھا انہیں پیغمبر کے سپرد ہوا تھا۔ حضرت شیث علیہ السلام صرف اس لئے تنہا پیدا ہوئے کہ وہ نور جو آدمؑ سے منتقل ہو کر حواؑ کے سپرد ہوا تھا اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو بلکہ کامل شیثؑ کو مل جائے۔ الغرض وہ نور منور نوبت بنوبت درجہ بدرجہ ارحام طیبہ وطاہرہ میں اصلاب طیبہ وطاہرہ سے منتقل ہوتا ہوا آدم سے شیثؑ۔ شیثؑ سے نوحؑ۔ نوحؑ سے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ۔ اور اسمٰعیلؑ سے حضرت عبدالمطلب تک پہونچا۔

حضرت نوح علیہ السلام ایک ذی مرتبہ پیغمبر تھے جب ان کی اُمت نے نئے نئے گناہوں میں مبتلا ہونا شروع کیا اور آپ کے سمجھانے سے باز نہ آئی تو اس وقت آپ نے اللہ سے دُعا کی کہ اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ لیکن جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اب راہِ راست پر نہ آئیں گے۔ تب انہوں نے اُن کے حق میں بددعا کی جو قبول ہو گئی اور ان کو حکم ہوا کہ وہ ایک کشتی تیار کریں کہ جس میں اللہ کے نیک بندے اور ایک جوڑا ہر قسم کے جانوروں کا پناہ گزین ہو سکیں۔ جب کشتی تیار ہو گئی اور اللہ کے نیک بندے پناہ گزین ہو گئے۔ آسمان سے بارش اس قدر ہوئی کہ تمام چشمے ابل پڑے طوفان بپا ہو گیا جس میں سب کفار غرق ہو گئے نوح علیہ السلام آدم ثانی بھی کہلاتے ہیں کیونکہ تمام اولاد آدمؑ بجز چند ایماندار کے طوفان نوح میں تباہ ہو چکی تھی پھر حضرت نوحؑ کی اولاد پھیلی ان کے تین فرزند تھے۔ سام۔ حام

اور یافث۔ لیکن سب میں حضرت سام ہی کا مرتبہ بڑا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امانت نور محمدی جو آدمؑ سے منتقل ہوتی ہوئی نوحؑ کو ملی تھی وہ حضرت سام ہی کو عطا کی گئی تھی۔ قصہ کوتاہ وہ نور مبارک حضرت سام سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہوا جنہوں نے اس نور کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے سپرد کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہی میں خدا کے حکم سے کعبہ کی بنیاد ڈالی حضرت اسمٰعیلؑ پتھر دیتے جاتے تھے اور ابراہیمؑ بناتے جاتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ اور جب عمارت تیار ہوگئی تب دونوں نے یہ دعا کی

"اے پروردگار ہمارے اس گھر کو تو ہم سے قبول کر اور ہم کو فرمانبردار بندا بنا اور ہماری اولاد میں ایک فرمانبردار امت بنائیو اور اپنا ایک رسول ان میں بھیجو تاکہ وہ تیری آیتوں کو پڑھکر سنائے اور تیرے احکام لوگوں کو بتائے۔ اے پروردگار تو ہماری دعا قبول کر بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے اور تو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔"

بعدازاں وہ نور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نوبت بنوبت منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب تک آیا حضرت عبدالمطلب ہمارے رسول مقبول سرور کائنات صلعم کے جد امجد ہیں اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ پیغمبر علیہ السلام کے والد ماجد ہیں روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضرت عبداللہ پیدا ہوئے ان کی پیدائش سب اہل کتاب کو معلوم ہوگئی۔ کیونکہ ان کو آسمانی کتابوں سے معلوم ہوگیا تھا کہ یحییٰ کا سفید خون آلودہ ملبوس جو اُن کے پاس تھا قریب ولادت پیغمبر آخر الزماں وہ بخون تازہ سُرخ ہوگا اور چند خون کی بوندیں اس میں سے ٹپکیں گی۔ چنانچہ جس شب ولادت حضرت عبداللہ وقوع پزیر ہوئی اس شب کو وہ جامہ بخون تازہ سرخ ہوگیا اور کئی ایک بوندیں خون کی اس سے ٹپکیں۔ قوم یہود کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ حضرت عبداللہ کے درپئے قتل ہوئے اور اُن کے والد ان کی نہایت حفاظت کرتے تھے۔

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نہایت حسین تھے اور نور محمدی اُن کی پیشانی سے ایسا چمکتا تھا گویا آفتاب بوقت طلوع۔ مکے کی نوجوان عورتیں آپ پر عاشق و فریفتہ تھیں اور یہ چاہتی تھیں کہ حضرت عبداللہ کو کسی طرح اپنے دام میں پھانسکر وہ نور مبارک حاصل کریں چنانچہ اس مضمون کی

کسی شاعر نے خوب داد دی ہے ؎

عجب تسخیر کا حسن جمال مصطفائی ہے — کہ جس کے وصل کی تدبیر میں ساری خدائی ہے
سنا ہے حسن یوسف پر فقط عاشق زلیخا تھی — تمھارے روئے روشن پر فدا ساری خدائی ہے

جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب کو ہوئی تو انہوں نے اس خیال سے کہ مبادا حضرت عبداللہ کسی کے فریب میں نہ آ جائیں ان کو شکار کے لئے صحرا میں حضرت وہب زہری کے ہمراہ روانہ کیا۔ صحرا میں ایک عجیب ہی واقعہ پیش آیا کہ نوے سوار یہودیوں کے سلح زہر کی بجھی ہوئی تلواریں لیکر چلے آ رہے ہیں حضرت وہب نے بڑھکر پوچھا کہ کس واسطے آ رہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے سواروں نے بے تکلف کہدیا کہ عبداللہ کو قتل کرنے جا رہے ہیں وہب نے پوچھا کہ ان کا کیا گناہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ ان کا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن ان کی پیٹ سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو ہمارے دین کو منسوخ کردے گا اور اس کا دین تمام دینوں کو مٹا دیگا۔ حضرت وہب نے کہا کہ تم لوگ بے وقوف ہو جو ان کے قتل کا ارادہ ہے کیونکہ اگر خدا کو ان کا پیدا کرنا منظور ہے تو وہ ضرور ہونگے اور تم ان کو کیونکر قتل کرو گے جو خدا کو ان کا پیدا کرنا منظور نہیں تو ان کے بے فائدہ قتل سے تم کو کیا ملے گا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ستر سوار آسمان سے اترے اور ان کو قتل کر دیا حضرت وہب خوش ہو کر حضرت عبداللہ کے پاس آئے اور گھر آکر سارا ماجرا حضرت عبدالمطلب کو کہہ سنا دیا اور پھر اپنی بیوی سے اس قصہ کو بیان کیا اور کہا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح عبداللہ سے کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے دوستوں کے ذریعہ سے خبر حضرت عبدالمطلب تک پہنچائی حضرت عبدالمطلب بھی راضی ہو گئے اور دن تاریخ مقرر ہو کر حضرت عبداللہ علیہ السلام کا نکاح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب سے ہو گیا۔ انہیں ایام میں وہ نور مبارک جو اصلاب طیبہ و طاہرہ اور ارحام طاہرہ و طیبہ سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کی پیشانی پر درخشاں تھا حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تفویض ہوا۔

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ آغاز حمل سے چھ ماہ تک کوئی آثار حمل مجھ پر عیاں نہ ہوئے۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے آمنہؓ تو حاملہ ہوئی تیرے شکم میں سیّد رسل احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس دن سے مجھے یقین ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور ایک روایت ہے کہ حضرت آمنہؓ ارشاد کرتی ہیں کہ پہلی تاریخ ربیع الاول کی جب ہوئی تو حضرت آدمؑ نے مجھکو خواب میں آکر خوشخبری دی کہ اے بیٹی آمنہؓ تو حاملہ ہے اور سید البشر تیرے شکم میں جلوہ گر ہے اور دوسرے دن شب کو حضرت شیثؑ آئے اور مبارکباد دی تیسری شب حضرت ادریسؑ اور چوتھی شب

حضرت نوحؑ اور پانچویں میں حضرت ابراہیمؑ چھٹی ساتویں حضرت اسمٰعیلؑ اور آٹھویں میں حضرت ہارونؑ نویں شب حضرت داؤدؑ اور دسویں گیارہویں میں حضرت سلیمانؑ اور بارہویں میں حضرت عیسےٰؑ۔ غرضکہ ہر شب ایک نبی مرسل آکر مبارکباد دیتے جاتے اور کہتے کہ اے آمنہؓ ختم المرسلین حبیب رب العلمین پیدا ہونے کو ہیں۔

الغرض ایسی طرح کامل نوماہ مدت حمل کو گزرے اور حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ قریب وقت ولادت باسعادت ایک خوفناک آواز آئی جس سے میرا دل ہل گیا اتنے میں ایک سفید مرغ ظاہر ہوا اور اپنا بازو میرے سینے پر ملنے لگا جس سے وہ خوف وخطر دور ہوگیا اور پھر وہ مرغ ایک خوبصورت جوان بن گیا اور ایک پیالہ شربت کا مجھ کو بہ ہزار اصرار پلایا میں نے خوب سیر ہوکر پیا جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا اور پھر وہی جوان کہنے لگا۔

فظہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کالبدر المنیرہ

پس بارھویں تاریخ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بعد (۶۷۵۰) برس آدم علیہ السلام کے بہزار جاہ وجلال حضور پُرنور سرورِ عالم۔ فخر بنی آدم رسول کریم شفیع الامم سید دوسرا محبوب کبریا سریع الاصفیا تاج الانبیا شمس الضحےٰ بدر الدجےٰ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ اصفےٰ اللہ علیہ وآلہٖ وصحابہ وسلم نے ظہور اجلال فرماکر اپنے جمال جہاں آرا سے فرش خاک کو منور فرمایا۔

لو آفتاب برج شرف سے نکلتا ہے	اک ماہتاب حق کی طرف سے نکلتا ہے
تقدیر نور خلق خلف سے نکلتا ہے	ہاں فخر انبیائے سلف سے نکلتا ہے

اے چار سمت ارض و سما کو خبر کرو
نازل ہوا یہ نورِ مجسم نظر کرو

خواجہ محمد شعیب
(دار العلوم)

نعلین مبارکش بہ تارک بادا	جاں ناظر حسن فتبارک بادا
سودائے سر زلف کسے میداریم	ما راشب معراج مبارک بادا

امجد حیدرآبادی



جل وعلیٰ نے آئندہ اصلاح بنی نوع انسان کی ضرورت باقی نہیں رکھی۔ اور یہی وہ الفاظ ہیں ہم جن کو حمد تصور کرتے ہیں اور سب سے پہلے لکھتے ہیں۔ اور انہیں الفاظ سے تشکر و امتنان کا مفہوم ادا کرنے کا کام لیتے ہیں اس جملہ کے کہنے کے بعد ہم کو نعت کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ نعت بھی اس سے مترشح ہے وہ کامل ترین انسان جس سے ختم اصلاح کا کام لیا گیا اُسی مقدس ذات کے اعتراف خدمات کا بھی اس میں پہلو نکل آیا۔

"ضرورت باقی نہیں رکھی" اس کا یہ مطلب ہے کہ اصلاح کی ضرورت پوری کر دی اور بنی نوع انسان کو ایک انسان کامل بننے کے لئے جس کا وہ مستحق ہے وہ ہر قسم کی تعلیم دے دی جس کی اُس کو ضرورت ہے۔

قوت فہم یا جس کو ہم ادراک کہتے ہیں وہ ہر بنی آدم کے حصہ میں آئی ہے جس کی اصلی غایت حفظ نفس ہے۔ حفظ نفس پر انسان بلحاظ فطرت مجبول ہے ہر انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے۔ امن و امان سے بسر کرے اور اسطرح دنیا میں رہے جس طرح کہ ایک انسان کو رہنا چاہئے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے۔ کہ اسطرح زندگی گزارنے میں وہ اپنی عقل سے کام لے اور دوسروں کے مقابلہ میں انصاف برتے ظلم و تعدی سے باز رہے۔ اور جس نے اُس کو پیدا کیا ہے اپنی عقل کی رہنمائی میں اُس ذات کو تسلیم کرے۔ اُس کو پہچانے اُس کے احسانات کا معترف ہو۔ فہم کی روشنی میں اس کے جمیع صفات کاملہ کو دیکھے اور اُس کے سامنے سر نیاز جھکا دے۔ یہی عقل کا مقتضا تھا اگر اس پاک روشنی کو ظنون اپنی تاریکی سے آلودہ دامن نہ کر دیں تو یہی عقل انسانی آپ ہی آپ استدلال و براہین غور و تفکر کے مدارج طے کرنے کے بعد معراج کمال پر پہنچ کر اُس نور ازلی و ابدی کو متجمع بجمیع صفات کاملہ دیکھنے کے لئے اپنی چشم بصیرت

عقل اور صرف عقل کی رہنمائی سے انسان اُس وجود باری کو پہچان سکتا ہے جس نے اُس کو بہترین مخلوق بنایا۔ ایسے مُبارک افراد اُس نور لم یزلی سے راست تعلیم پاتے ہیں اور انسان کامل بنکر دیگر افراد کو انسان کامل بننے میں مدد دیتے ہیں۔ ایسے افراد یا تو انبیاء کہلاتے ہیں یا حکما اور اسی لیئے کہا گیا کہ حکمت بھی نبوت کی قسموں میں سے ہے۔ ان مقدس ذاتوں کو کسی معلم کی ضرورت نہیں ہوتی انکی عقل اُن کا پیر تعلیم ہے اور وہ اسی دبستان عقل کے متعلم ہیں۔

اُس بزرگ انسان نے جس نے عرفان رب کا طریقہ بتلایا۔ جس نے مہمان نوازی کی بنیاد ڈالی۔ جو خدا کے دوست کے معزز لقب سے سرفراز ہوا اور جس نے اپنی کمزوری کا اظہار کرکے رب کو یاد کرتے ہوئے۔ اور اس کو پہچانتے ہوئے اس طرح مدد طلب کی کہ وان لم یھدنی ربّی لاکونن من الضالین؀ اسی روشنی عقل سے خدا کے نور کو تلاش کیا۔ اس امر کے زیادہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہر انسان پر اعتراف عبودیت اور عرفان رب فرض ہے۔ اسی غرض سے انسان کو عقل دی گئی۔ لیکن عقول میں چونکہ تفاوت ہوتا ہے ہر ایک کی عقل میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی کہ اُس سے کام لے کر رب کو پہچان سکے اور بغیر کسی ہادی و رہنما کے خدا کو جان سکے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے محض اپنے مزید فضل سے اس کام میں بنی آدم کی مدد کے لئے وہ مقدس ہستیاں بھیجیں جنہوں نے اپنی کمال عقل سے اُس واجب الوجود کو پہچان لیا جس کا پہچاننا از روئے عقل ان پر فرض تھا۔ یہیں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بنی آدم کو جب تک وہ تمام باتیں نہ بتلادی جائیں جن پر کاربند ہونے سے وہ انسان کامل بن سکتے ہیں وقتاً فوقتاً ایسی مقدس ذاتوں کی ضرورت ہے جو عرفان رب اور تکمیل اخلاق میں اُن کی مدد کریں اور جن کو بلحاظ اصطلاح ہم نبی یا حکیم کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ایسے مبارک اور نیک افراد دنیا کے ہر حصہ اور ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے۔ اور بلحاظ حالات و مواقع جب ضرورت تعلیم دیتے رہے۔ قانون اخلاق اور قانون تمدن بناتے رہے۔ اور اُس کے حقیقی طور پر نافذ کرانے کیلئے حتی الامکان کوشش میں مصروف رہے۔ لیکن آخر کار ختم عالم کے قریب جب کہ دنیا بہت تجربہ کار اور تعلیم یافتہ ہوچکی تھی ایک ایسے معلم کی ضرورت ہوئی جو اُن کی تکمیل کرادے اور وہ باریک باریک باتیں اور چھوٹے چھوٹے فرائض بھی سمجھا دے جنکی طرف اب تک بلحاظ وقت توجہ نہیں کیگئی تھی۔ اس مقدس و مبارک معلم نے بنی آدم کے اخلاق کی اصلاح کی اور از سر نو اُن کو درست کیا۔ قواعد بنائے۔ اصول قایم کئے۔ قوانین نافذ کئے جنکو

اصطلاح نے شریعت کا نام دیا۔ اس شریعت کا کام یہ تھا کہ انسان کے اخلاق زمانہ کی تاریکیوں سے اسقدر روشن ہو جائیں کہ پھر محاسن کی مزید روشنی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور اسقدر خالص ہو جائیں کہ تکدر معائب کا شائبہ تک نہو اور اس حد کمال پر پہنچ جائیں کہ پھر کمال کا کوئی زینہ آگے نہ رہے۔ اسی مقدس ذات نے اس غرض کی تکمیل کے لئے اپنے وجود کی ضرورت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

بُعثت لاتمم مکارم الاخلاق } میں صرف اسلئے ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو حد کمال پر پہنچا دوں۔

اس دعوے میں ہم کو کئی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

(۱) اخلاق میں سے صرف مستحسنہ اخلاق کی ضرورت ہے۔

(۲) اخلاقی خوبیاں ایک بڑی حد تک دنیا میں موجود ہیں۔

(۳) اخلاقی خوبیاں وقتاً فوقتاً پیدا کیجاتی رہی ہیں۔

(۴) اخلاقی خوبیاں اپنے درجۂ کمال پر پہنچ سکتی ہیں۔

(۵) اخلاقی خوبیاں اپنے درجۂ کمال پر ابھی نہیں پہنچیں۔

(۶) میرا مقصد ہے کہ اخلاقی خوبیاں درجۂ کمال پر پہنچا دوں۔

(۷) اخلاقی خوبیوں کو اب ختم ہو جانا چاہئے۔

(۸) اس کام میں میری ذاتی غرض شامل نہیں ہے۔

(۹) ذات باری نے مجھے اس کام پر متعین فرمایا ہے۔

(۱۰) یقین رکھو کہ اخلاقی خوبیاں اب درجۂ کمال پر پہنچ جائینگی۔

جب ہم ان تمام باتوں پر غور کرتے ہیں کہ کہاں تک درست ہیں اور کہاں تک پوری ہوئیں تو ہمارے لئے یہ اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے کہ ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ایسا ہی ہوگا۔ جس کا ہم نہایت اختصار کے ساتھ جواب دیں تو یہ ہوگا۔

(۱) فی الحقیقت قابل قبول وہی اخلاق ہیں جو مستحسن ہیں اور بنی آدم میں ایسے ہی اخلاق پیدا کرنے کی ضرورت تھی جس کے لئے انبیاء اور صلحا نے بیڑا اٹھایا۔

(۲) تجربہ ثابت کرتا ہے کہ اخلاقی خوبیاں مفقود نہیں گو درجۂ کمال پر نہوں۔

(۳) مدبرین و بزرگان دین اس غرض سے پیدا ہوتے رہے اور موجودہ انہیں مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(۴) مکارم اخلاق کو تمام کرنے والی ذات تک اگر دیکھا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ

ان اخلاق کو درجہ کمال تک پہنچانے کی گنجائش ہے جس کا ثبوت مفصل طور پر آپکو آگے ملیگا۔

(۵) جب ہم تعلیم جمیع انبیاء پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی جامع تعلیم کا ہم کو کہیں پتہ نہیں ملتا جو نبی آخرالزماںؐ نے دی ہے تاکہ یہ کہہ سکتے کہ اخلاقی خوبیاں اپنے درجہ کمال پر پہنچیں۔

(۶) جب آپ نے اس مقصد کو پورا کیا تو اس کی صحت پر کافی دلیل ہے۔ اس کام میں اپنی زندگی کو ختم کر دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع آپ کا وجود اسی مقصد سے تھا۔

(۷) اخلاق نامکمل کب تک رہیں گے سراج کمال پر آخر کبھی پہنچنا چاہیئے۔ ورنہ انسان کی عظمت شان ایک بڑا اعتراض لازم آئیگا جو اس کے شرف کو کھو دیگا۔ اس لئے اخلاقی خوبیوں کو کامل ہو جانا چاہیئے۔

(۸) اگر ذاتی غرض شامل ہوتی تو اخلاق کبھی کامل نہیں ہوتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اخلاق کامل ہو چکے جس کی ایسے زمانہ میں ضرورت تھی۔

(۹) کام کی کامیابی اور صداقت کی اس بات پر دلالت ہے کہ کسی پوشیدہ ذات کا ہاتھ اس میں کام کر رہا تھا۔

(۱۰) آج جب ہم دیکھتے ہیں تو ہم کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حقیقت میں تکمیل اخلاق کا اب کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔ چھوٹے سے چھوٹا اور معمولی سے معمولی خلق بھی بتلا دیا گیا اور ہر ایک امر کی خوبی اور برائی ذہن نشین کرا دی گئی جس کو ہم آیندہ بیان کرینگے۔

ذات باری کے پیش نظر بعثت انبیاء سے صرف اخلاق کو مکمل کرنے کی غرض تھی۔ اہل عالم کے اخلاق قصور عقل کی وجہ سے بگڑتے جاتے تھے جب حفظ نفس میں جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے افراط و تفریط سے کام لیا جانے لگا اور حد اعتدال سے تجاوز ہونے لگا تو اس کا ایک ٹھیک معیار قائم کرنے کیلئے نبی کی ضرورت ہونے لگی جو بلحاظ وقت و موقع و محل ان کے حفظ نفس کے سیدھے راستے پر لے چلے۔ حفظ نفس غصہ۔ خواہش۔ ادراک کی یہی تین فطری قوتیں جو افعال انسانی کا ماخذ ہیں حفظ نفس کی فرع کہلاتی ہیں۔ انہیں قوتوں کو دوسرے الفاظ میں دفع مضرت۔ جلب منفعت اور تعقل کا نام دیتے ہیں۔ انسان کسی امر کی خواہش یا جلب منفعت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے غرض صرف حفظ نفس ہوتی ہے۔ اسی طرح جب وہ غصہ کا اظہار یا دافع مضرت کا قصد رکھتا ہے تو اس کی غایتہ بھی یہی ہے کہ بقاء نفس کا کام نکلے۔ اسی طرح انسان کچھ سوچتا اور سمجھتا بھی ہے تو حفظ نفس ہی کیلئے غرض انسان کا ہر فعل حفظ نفس پر ختم ہوتا ہے لیکن انسان اگر ایک ہی فرد ہوتا تو حفظ نفس کیونکر کر سکتا جب کسی کے ساتھ کشمکش ہی نہ پائی جاتی ہو تو کس کے مقابلہ میں جلب منفعت۔ اور کس کے مقابلہ

دفع مضرت اور کس غرض سے ادراک۔ چنانچہ وہ مجبور ہے کہ اپنے اشباہ میں رہے۔ شہر بسائے گاؤں بسائے۔ ابنائے جنس میں رہے۔ اُن سے تبادلہ ضروریات کرے۔ تعلق رکھے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا — لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

ایسی صورت میں ابنائے جنس کا ہر فرد حافظ نفس ہوگا جب کہ کوئی ایک چیز سب کو درکار ہے ظاہر ہے کہ یہاں کشمکش ہوگی کشمکش ہوتے پر حفظ نفس ہوا۔ حفظ نفس چونکہ مطلق العنان تھا اس لئے صحیح اصول پر کاربند ہونے کے بجائے افراط و تفریط سے کام لینے لگے اور اعتدال سے باہر ہو گئے۔ اب حفظ نفس کا معیار قائم کرنے کے لئے اور اس کو ایک حد مناسب تک روکنے کے لئے ایک قانون کی ضرورت داعی ہوئی تاکہ کسی کے بھی حفظ نفس میں خلل واقع نہ ہو اور لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔ اُس قانون نے بتلایا کہ حفظ نفس کی قوتیں نہ اتنی دبائی جائیں کہ حفظ نفس کے لئے ناکافی ہوں اور نہ اتنی ابھاری جائیں کہ دوسروں کے حفظ نفس میں خلل پڑے اس قانون کا بنانے والا نبی کہلایا اور ایسے قانون کا نام شریعت رکھا گیا۔ نبی یا مُصلح کی ضرورت اس تقریر سے ہم نے بتلا دی اور یہ ثابت کر دیا کہ نبی کا کام اخلاق کو درست کرنا۔ تہذیب و شائستگی پھیلانا ہوتا ہے۔ اور اسی ضرورت سے نبی پیدا ہوتے ہیں۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے یعنی ایجاد عالم وجود میں اُسی وقت آئے گی جب کہ ضرورت اُسے بلائے۔ اور جب ضرورت اٹھ جاتی ہے تو پھر ایجاد کا بھی وجود نہیں ہوتا۔ اسلئے یہ ہونا چاہئے کہ جب تک اخلاق کو مکمل کرتے رہنے کی ضرورت باقی ہے انبیاء پیدا ہوتے رہیں اور جب یہ امر مسلم ہو جائے واقعات اس کی شہادت پیش کردیں کہ اب اخلاق قیامت تک کے لئے مکمل ہو چکے ہیں اور آئندہ تکمیل اخلاق کی ضرورت نہیں تو پھر کسی نبی کی بھی ضرورت نہیں۔ اُس کے ہدایات روشن چراغ ہیں جن کو آندھی کا ڈر نہیں۔ اُس کے قائم کئے ہوئے اُصول مستحکم ہیں جو ٹوٹ نہیں سکتے۔ اُس کی کھڑی کی ہوئی بنیادوں کو ڈھے جانے کا اندیشہ نہیں۔

ہم نے یہ بتلایا ہے کہ ختم نبوت تکمیل اخلاق پر منحصر ہے۔ تکمیل اخلاق کے لئے حفظ نفس کا ایک صحیح معیار قائم کرکے اُس کو افراط و تفریط سے بچانے کی ضرورت ہے۔ افراط و تفریط ہو جاتی ہے۔ دفع مضرت اور جلب منفعت۔ اور ادراک میں بے راہ روی سے۔ اس لئے اِس بات کی احتیاج ہوئی کہ ہر صنف میں جس قدر اجزاء ہیں ان کی اصلاح ہو اور تمام اعضائے منصب

و شہوت کی تربیت بھی نہ ہو بلکہ تفصیل وار قوت پہنچائی جائے۔ اس کام کو انجام دینے والے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ ادراک کو مکمل کرے۔ پھر دفع مضرت اور جلب منفعت کی دو صورتیں رہ جاتی ہیں۔ یہاں یہ دیکھنا چاہئے کہ کس حد تک اسکے متعلق تکمیل تعلیم کی گئی۔

اس کے متعلق غور کرنے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض صفات میں قوت غضب کو کام میں لانا محمود ہے اور بعض میں مذموم۔ پہلے ہم اُن صفات کو بیان کرینگے جن میں غضب اصلی سبب بنتا ہے اور اس کا محل میں آنا محمود ہے یہاں پیش نظر ہونا چاہئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم اخلاق کے کیسے اچھے اصول قائم کئے ہیں۔ اور کس طرح ترتیب وار ہر ایک خلق کو لیا ہے۔ تاکہ اخلاق کا کوئی پہلو بھی چھوٹ نہ جائے۔ تعلیمات نبوی حسب ذیل ہیں اور اسی کو ظاہر کرنے کے لئے ہم نے یہ تمام بنیاد اٹھائی ہے۔ یہ تعلیمات اگرچہ بکرات و مرات بتفصیل و توضیح ہیں لیکن اس مدعا کے ثابت کرنے کیلئے ہم کو صرف ایک ایک مثال دینی بھی کافی ہے۔

فضائل قوت غضبیہ

شجاعت کی عملی تعلیم مصلح اُمت نے ایسی دی کہ کہنا پڑا

(۱) **شجاعت** كنا والله اذا احمر البأس نتقي بدون الشجاع منا الذي يحاذى به

(۲) **استقلال** يا ايها الذين آمنوا اذا لقيتم فئة فاثبتوا۔ واستقم كما امرت۔

(۳) **علو ہمت** فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم۔

(۴) **آہستگی** الاناة من الله والعجلة من الشيطان۔ التؤدة والاقتصاد جزء من اربع وعشرين جزءاً من النبوة۔

(۵) **کظم غیظ** ما تجرع عبد افضل عند الله من جرعة غيظ يكظمها ابتغاء وجه الله۔

(۶) **صبر** واصبر وما صبرك الا بالله

(۷) **حلم** ان فيك لخصلتين يحبهما الله ورسوله الحلم والاناة۔

(۸) **صدق** عليكم بالصدق فان الصدق يهدي الى البر وان البر يهدي الى الجنة

(۹) **عفو** وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم فمن عفا

واصلح فاجرہ علی اللہ۔

(۱۰) رفق ان اللہ رفیق یحب الرفق من یحرم الرفق یحرم الخیر۔

(۱۱) تواضع واخفض جناحك للمومنین

(۱۲) انکسار لا ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس من متیٰ

(۱۳) حفظ لایکب الناس علی وجوھھم او علی مناخرھم۔ لسان الا حصائد السنتھم۔

(۱۴) کم گوئی علیك بطول الصمت فانه مطردة للشیطان مقام الرجل بالصمت افضل من عبادۃ ستین سنة۔

قوت غضبیہ کے فضائل سے متعلق مذکورہ بالا تعلیم دے دی گئی ہے۔ اب قوت غضبیہ کے جو صفات جو نامحمود ہیں ان کے نسبت ارشاد ہوتا ہے غور کیجئے کہ کس قدر وسیع تعلیم ہے اور کیسی چھوٹی چھوٹی اور ادنیٰ سے ادنیٰ خلق کے نسبت بھی ہدایات فرما دئے ہیں۔

زوال قوت غضبیہ

(۱) بغض لاتباغضوا وکونوا عباد اللہ اخوانا

(۲) تعصب لیس منا من مات علی عصبیة

(۳) کینہ یغفر لکل عبد لا یشرك باللہ الا رجل کانت بینه وبین اخیه شحنا

(۴) درشت مزاجی لا یدخل الجنة الجواظ۔

(۵) بدگوئی لاتنابزوا بالالقاب۔

(۶) تمسخر یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم۔

(۷) سب و شتم سباب المسلم فسوق۔

(۸) قتل لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔

(۹) ترک ملاقات لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلثة ایام یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدا بالسلام۔

(۱۰) ظلم انه لا یحب الظلمین ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما علیھم من سبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض

بغیر الحق اولئك ولهم عذاب الیم۔

(۱۱) چغل خوری لا یدخل الجنة قتات

(۱۲) غیبت لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه۔

(۱۳) نفاق و دو رو پن ان المنٰفقین فی الدرك الاسفل من النار۔

(۱۴) بزدلی لا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کما تالمون۔

نفس کی دوسری نوع شہوت یا خواہش ہے جس میں خط مستقیم پر چلنا فضائل کو پیدا کرتا ہے اور افراط و تفریط کی طرف مائل ہوجانے سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ فضائل کے متعلق نبی کریم کی تعلیم حسب ذیل ہے۔

فضائل قوت شہویہ

(۱) حیا۔ الحیاء من الایمان ۔ الحیاء خیر کله

(۲) توکل فاعبده وتوکل علیه

(۳) صبر واستعینوا بالصبر والصلوٰة ۔ ان الله مع الصابرین۔

(۴) قناعت لیس الغنیٰ عن کثرة العرض ولکن الغنیٰ غنی النفس۔

(۵) جود و سخا ما سئل رسول الله صلی الله وسلم شیئاً قط فقال لا۔

(۶) ایثار ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة۔

(۷) رحم ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة۔ اولٓئك اصحاب المیمنة۔

(۸) محبت۔ این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی۔

(۹) امانت۔ ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانٰت الیٰ اهلها۔

(۱۰) ایفائے عہد۔ لا تعده موعدة فتخلفه۔

رذائل قوت شہویہ

(۱) کبر و غرور ولا تمش فی الارض مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا

(۲) فخر ۔ ان اللہ تعالیٰ اوحی الی ان تواضعوا حتی لا
(۳) خودنمائی یفتخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد
وشہرت ۔ لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی ۔ یسمع یرائی یرائی اللہ
(۴) حرص یہرم ابن آدم ویشب فیہ اثنان ۔ الحرص علی المال والحرص علی العمر ۔
(۵) حب دنیا الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر ۔
(۶) حسد ۔ لا تحاسدوا ولا تباغضوا ۔ ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب ۔
(۷) بخل سیطوقون ما بخلوا یوم القیامۃ ۔
(۸) اسراف ۔ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین
(۹) خیانت من یغلل یات بما غل یوم القیامۃ ۔
(۱۰) بہتان من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا عظیما ۔

یہ تمام وہ تعلیمات تھیں جو اخلاق کے ایک شعبہ حفظ نفس کے ضمن میں آئیں جس میں ہر نوع خلق کی نسبت ہدایت کر دی گئی ہے ۔ غرض یہ کہ کوئی بھی ایسا خلق رہ نہیں گیا جس کی نسبت تعلیم کا ایک باب نہ کھولا گیا ہو ۔ یہاں ہم نے ہر ایک صفت کی نسبت صرف ایک ہی نص یا حدیث کو لیا ہے ۔ حالانکہ ہر ایک کی بکمال توضیح کرنے اور اچھی طرح خوبی یا برائی ذہن نشین کرنے کیلئے اس سے متعلق بیسیوں حدیثیں نبی کریم نے سنائی ہیں جن کا احصاء اس چھوٹے سے مضمون میں ناممکن ہے ۔ کوئی قرآن و حدیث کو اٹھا کر دیکھے تو معلوم ہو کہ صرف انہی دو کتابوں نے اخلاق و آداب و حقوق و فرائض و تمدن و معاشرت حکمت و فلسفہ فراست و جودت ایمان و انقیاد تذکر و تفکر غرض وہ تمام تعلیم دے دی ہے جس کو بڑی بڑی یونیورسٹیاں اس مکمل طریقے سے نہیں دے سکتیں اور نہ اسقدر علمی ذخیرہ رکھتی ہیں ۔ اصلاح اور اخلاق ۔ طرز بود و ماند ۔ اصول معاشرت و تمدن غرض کونسی بات رہ گئی ہے جو تکمیل طلب ہے ۔ کوئی شخص جس کو یہ تسلیم نہیں حدیث دیکھ کر بتلا دے کہ فلاں تعلیم جس کی انسان کو انسان کامل بننے کے لئے ضرورت تھی چھپ گئی ۔ ہم نے تو اس

مضمون میں آتا بھی نہیں لکھا کہ حضرت نے تعلیم کے کتنے اقسام نکالے ہیں۔ کس کس طریقہ سے سمجھایا ہے۔ نظر دقیقہ اس کن کن مصلحتوں کو دیکھتی تھی۔ چونکہ ہم نے اپنے مضمون کی پہلی بنیاد مکارم اخلاق پر اٹھائی ہے اس لئے ہم نے صرف اخلاق کا ذکر کر دیا ہے۔ اخلاق کو اگر اور بسیط کر دیں تو اگرچہ ادائے حقوق و فرائض اور آداب وغیرہ بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن اس خوف سے کہ تمام تعلیمات نبوی کا احصاء اس مضمون میں ناممکن ہے ہم حقوق کے ساتھ آداب کو بھی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ جس تفصیل کے ساتھ اخلاقی تعلیم دی گئی ہے اسی صراحت کے ساتھ ہر قسم کے آداب کی تعلیم بھی مکمل کر دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ کھانے، پینے، رہنے، سہنے، ہنسنے، رونے، سونے، جاگنے، پہننے، اوڑھنے، کہنے، سننے، سکوت، قیام، مجالس، مکان، سفر، حضر، خرید، فروخت، نکاح، مباشرت، عیادت، ملاقات، مروت، سلام، کلام غرض تمام ہی آداب کو بتلا دیا ہے اور ایسی وسیع تعلیم دی ہے کہ تعلیم کا کوئی جزو بھی نا تمام نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح تمام معتقدات کی بھی تصریح کر دی ہے۔ ایمان باللہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالمعاد، ایمان بالملائکۃ، ایمان بالکتب، انقیاد، امتثال اوامر و نواہی عن المنکر سب پر روشنی ڈالی ہے۔ اور حقوق اللہ و حقوق العباد پوری طور پر سمجھا دئے ہیں جس کو اس تفصیل کے ساتھ دیکھنے کی ضرورت ہو وہ تعلیمات نبوی کے مجلدات صحاح ستہ وغیرہ کو دیکھے اور کہے کہ اخلاق کی تعلیم ختم کر دی گئی ہے یا نہیں۔ اگر ختم کر دی گئی ہے تو انہیں تعلیمات سے ہدایت پا کر تا قیام قیامت ہر شخص اصلاح نفس کر سکتا ہے اور راہ مستقیم پا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں گویا ایک ہادی ہر وقت موجود ہے۔ اسلئے کسی ہادی کی ضرورت نہیں۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

اس ارشاد پاک میں رسول اکرمؐ نے اپنے وجود مبارک کو تمام عالم کے لئے باعث رحمت بتایا ہے جس کو بالفاظ دیگر ہم ختم نبوت کا دعوےٰ کہہ سکتے ہیں اس حدیث شریف پر غور کرکے ہم یہ معلوم کرینگے کہ حضور اکرمؐ کا تمام عالم کیلئے رحمت ہونا، دنیا جہان کے لئے پیشوا بنایا جانا آپ کا ہر مذہب و ملت کیلئے ہادی و مرشد قرار دیا جانا اور ذات اقدس پر رسالت کا ختم ہونا کسقدر ضروری مبنی بر مصلحت اور دینوی ترقی اور دینی اصلاح و بہبودی کے لئے موزوں اور برمحل ہوتا ہے اس مضمون کی صداقت کو ذہن نشین کرنے کیلئے ضرورت ہے ان تمام ادیان کے

اجمالی ذکر کی جو اسوقت دنیا میں رائج تھے۔

ہم بت پرستی کو لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کل دنیا میں بت پرستی کا دور دورہ تھا تاریخ عالم میں کوئی ایسا حصۂ عالم نظر نہیں آتا جہاں اس کا تسلط نہ ہو۔ عرب میں بت پرستی جن جن طریقوں سے ہوتی تھی اس کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "ضرورت بعثت محمدی" میں صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ تمام دنیا کو یہ معلوم ہے کہ خطۂ عرب میں بتوں نے کیسی مستحکم سلطنت قایم کر لی تھی۔ دنیا کے ہر حصہ کی بت پرستی جدا جدا نوعیت اور علیحدہ اشکال میں ہوتی تھی اگر ان سب کا نقشہ کھینچا جائے تو دفتر کے دفتر ہو جائیں۔ بت پرستی کی بدولت خلقت انسانی کا منشا جو ملیا میٹ ہو رہا تھا آج کل کے دماغ اس کی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں۔ عالمگیر خرابی کو دور کرنے کے لئے ایسے کامل قانون اور ایسے ہمہ دان قانون گو کی ضرورت تھی جو ہر حیثیت سے تمام دنیاوی مستحسن اقوال کا مجموعہ ہو۔ نیز اس میں تمام دینی برکتیں عیاں و نہاں ہوں۔ تاکہ دنیا دار دنیوی امور میں بھی اس کے گرویدہ ہوں اور دینی معتقدات میں بھی کمال پیدا کریں۔ دنیائے جہالت ایسے حقیقت نما کے لئے تیار تھی جو عظمت و قدرت خداوندی کا تصور بغیر بتوں پر نظر جمانے کے پیدا کر سکے ابتدائی کم حوصلگی اور خیالات کی پستی کم ہو گئی تھی اور لوگ بتوں کو بجائے حقیقی خدا کے خدا کے پاس سفارش کرنے والا سمجھنے لگے تھے۔ ایسے بھی خیالات پیدا ہو چلے تھے کہ ایک معبود کی پرستش کافی ہے اگرچہ ہزار ہا دیوتاؤں کی پرستش کیجاتی تھی لیکن ایک معبود کا خیال بھی موجود تھا۔ اسی طرح اہل زمانہ میں یہ استعداد پیدا ہو چلا تھا کہ بعضی ان میں مان لیں جن کی طرف ذہن کا اصلاح پسند خیالات کا رجحان تھا۔ جو اس عقیدہ پر ثابت قدم تھے وہ اپنے کو حنیف کہا کرتے تھے اور یہی وہ صفت ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام میں آنحضرتؐ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے بھی مسلمان آچکے ہیں یعنے ایک خدا کو ماننے والے پیدا ہو چکے تھے۔ نصاریٰ اور یہودیوں سے بعض عرب ایک ہی معبود کی پرستش کرتے تھے جو اسلام کا رکن اعظم ہے اور یہ خیالات پیش خیمہ تھے ایک ایسے سچے اور برحق نبیؐ کے آنے کا جو تمام عالم کو توحید کی تعلیم دے۔

جب یہ متحقق ہے کہ بت پرستی عالمگیر تھی تو اس امر کو تسلیم کرنے میں بھی کوئی شخص پس و پیش نہ کر سکے گا کہ اس کے قلع و قمع کرنے پر جو ذات ستودہ صفات مامور ہو اس کا دائرہ اثر اسقدر وسیع ہونا ضرور تھا جس قدر کہ بت پرستی کا رواج۔

دنیائے جہالت میں لامذہبی بھی ایک مذہب تھا۔ لامذہبوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود

ایک درخت یا جانور کے مانند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہنچ کر تنزل پانے لگتا ہے۔ آخر کار مر جاتا ہے۔ مرنے کے بعد حشر و نشر جزا و سزا کچھ بھی نہیں۔

حقیقت و معرفت الٰہی سے روشناس کر کے بت پرستی کو قلع و قمع کرنے کا کام جس ذات سے وابستہ فرمایا جائے وہی ذات اس گمراہ فرقہ کو اطمینان و تسکین قلب دے سکتی تھی اس لئے لامذہبی کو بھی دور کرنے میں کسی جداگانہ انتظام کی ضرورت نہ تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں خدا کو ماننے والے بھی تھے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا پرستی کیسی ہونی چاہیئے وہ ایک پوشیدہ وجود کو اپنے وجود کا خالق تو قرار دیتے تھے اور جزا و سزا کے قائل تھے مگر انبیا و وحی پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے بت پرستوں کو جو علی تخصیت راہ راست پر لا سکتی تھی وہی ان نام نہاد خدا پرستوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے کافی تھی۔

صابی وہ لوگ تھے جو ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھے انہوں نے سات ہیاکل یعنے معبد سات سیاروں کے لئے بنا رکھے تھے جس کا جو سعبد تھا اُسی معبد میں اُس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جو بت پرست مطلق تھے صابئین کے خیالات اچھے تھے اور جن ہدایات سے بت پرستی ترک کیجا سکتی ہے انہیں سے سیارہ پرستی سے قلع قمع ہو سکتا ہے لہذا

"سیارہ پرستوں کی اصلاح کے لئے بھی کسی علیحدہ ہادی کی ضرورت نہیں"۔

حضرت موسیٰ کی امت کے پاس ایک عمدہ قانون شریعت سوشل اور پولٹیکل موجود تھا۔ قبائل عرب میں معرفت الٰہی کا ذوق بھی انہیں یہودیوں کی بدولت پھیلا مگر افسوس کہ یہودیوں نے (در حضور من ترا خدایان غیر نباشند سفر خروج باب ۲ درس ۳) کو بھلا دیا حضرت عزیر کو ابن اللہ کہنے لگے اپنی قوم کے زن و مرد کو بھی یہودی لوگ خدا کے بیٹے خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے تاہم وہ بت پرستوں سے اچھے تھے جن کے دماغ سوائے بت پرستی کے کسی اور الہامی کتاب کی ہدایات سے آشنا نہ تھے۔ یہود کا فرقہ بھی جو شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گیا تھا اس کے لئے بھی کسی علیحدہ شارع اور شریعت کی ضرورت نہیں تھی۔

عیسائی مذہب بھی الہامی مذہب ہے اس کے اصول نہایت عمدہ ہیں۔ توحید کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر کیگئی ہے لیکن تعجب ہے کہ باوجود اس کے عیسائی حضرت مسیح کو ابن اللہ کہنے لگے۔ عیسائی حضرت مریم کو نعوذ باللہ خدا کی بیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور ان

قدرتی ہستیوں کی سورتیں بنا کر پوجتے تھے۔ بہر حال ہر مذہب میں بت پرستی رائج تھی اور ہر جگہ اس کی وجہ سے توحید مفقود تھی اور اس کی بدولت انسانی ذمہ داری اور اس کی قدر و قیمت سے کوئی شخص آشنا نہ تھا۔ بت پرستی کا جب انسداد منظور ہوا تو خداوند تعالیٰ نے ایسے انسان کامل کو مبعوث فرمایا جو دنیا بھر کی ہر قسم کی بت پرستی اور تمام متعلقہ خرابیوں کو دور کر سکے اس کو قانون اور شریعت بھی ویسی ہی زبردست دی گئی۔ بت پرستی دور ہوئی تو توحید باری جلوہ افروز ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا ذہن نشین ہوا۔ حقوق و فرائض سے شناسائی ہوئی اور ہر شخص اپنی حقیقت اور منشاء خلقت سے واقف ہوا صرف ایک بت پرستی کے انسداد نے تمام خرابیوں اور وحشتوں اور بد خلقیوں کو دور کر دیا اور ہر قسم کی اصلاح ضمناً مگر مکمل طریقہ سے ہو گئی۔

آنحضرتؐ سے قبل جس قدر انبیاءؑ مبعوث ہوئے تھے وہ ایک ایک حصہ ملک یا اپنی اپنی قوم کے ارشاد و ہدایت کے لئے مخصوص تھے ابتداءً ایک ہی وقت میں کئی مذاہب دنیا میں موجود تھے مگر سب کے سب منجانب اللہ تھے۔ معمولی غور و فکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کوئی شریعت بھی ایسی مکمل و منضبط نہ تھی جو کل دنیا کے لئے دستور العمل بنے۔ ہم جب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قانون پوری طور پر انسان کی فطرت کے مناسب نہیں۔ امت موسوی پر ایسے سخت احکام نافذ کئے گئے تھے جو آنے والی اقوام کے لئے صعب العمل تھے لیکن اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ اس زمانے کی سرکش و جہالت پسند قوم پر جب تک ایسی سختی روا نہ رکھی جاتی اصلاح نفس ناممکن امر تھا۔ اور چونکہ یہ مخصوص قوم تھی اسلئے جب دوسرا زمانہ شروع ہوا اور طبیعتوں میں وہ سختی اور سرکشی باقی نہ رہی تو وہ قوانین جو اس زمانے کی طبیعتوں کے مناسب حال تھے قابل نفاذ نہ رہے اور یہی وجہ تھی کہ دوسری قومیں ان احکام پر کاربند نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ راز تھا جس سے وقتاً فوقتاً انبیاءؑ کے بعثت کی ضرورت واقع ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ جب مسیح علیہ السلام کا عہد مبارک شروع ہوا تو اُسوقت اہل زمانہ کی طبیعتیں اس بات کی مقتضی تھیں کہ ایسے قوانین نافذ ہوں جن سے انکی اصلاح نفس پوری طور پر ہو سکے۔ ہم جب تعلیمات مذہب عیسوی پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی شریعت میں اپنے نفس پر بے انتہا جبر کرنا سکھایا گیا تھا۔ لینت و تواضع کی اسقدر تعلیم دی گئی تھی جس سے خودداری زخمی ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ عامل شریعت سے سب سے پہلے رخصت ہونے والا شریف فطرتی جذبہ قوت انتقام تھا اہانت نفس کے لئے دوسرا گال بھی پیش کر دیتا اور بجائے

ایک کوس کے تبرعاً دو کوس بیگار میں چلنا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ایسے احکام مکمل قانون بننے کا جو تمام اہل عالم کے مناسب حال ہوں کبھی دعویٰ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے قوانین اُس عہد کے لئے بھی نامناسب تھے۔ درحقیقت اہانت نفس کے لئے اس عہد میں ایسے ہی قوانین کی ضرورت تھی۔

نوع انسان کی حالت اپنے زمانۂ حیات میں ہمیشہ ترقی پر رہا کرتی ہے جو احکام ایک خاص زمانہ کے لئے ضروری ہوں آنے والی نسلوں کے عہد میں وہ غیر ضروری ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن قوانین کے نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح کے عہد میں انہیں قوانین کے نفاذ کی ضرورت تھی وہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت ناقابل عمل بن گئے تھے اس زمانے کے دماغ ایک حد تک نشو و نما پا چکے تھے۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نوع انسان کے حدِ بلوغ کا زمانہ تھا۔ لڑکا جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اسکی ضرورتیں اس کے مناسب حال ہوتی ہیں خاص طریقہ سے درجہ بدرجہ اس کو تعلیم دلائی جاتی ہے لیکن جب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب اسکی تعلیم ایک حد تک کامل ہو گئی ہے تو وہ ختم کر دی جاتی ہے اور وہ اس مکمل طریقۂ تعلیم سے فیوض و برکات حاصل کر کے اصلاح نفس کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب زمانہ اپنے حد بلوغ پر پہنچ گیا تو یہ ضرور ہوا کہ شریعت الٰہی اپنے متواتر اور مختلف مدارج تعلیم کو طے کرنے کے بعد ایک مرکز اعتدال پر ٹھہر جائے اور یہی وہ عہد مبارک تھا جس میں حضرت نے منجانب اللہ ہونے کا اعلان کیا جسکی اُن اصلاح پسند طبیعتوں نے جو ایک نبی اور مصلح کل کی ضرورت کو محسوس کرتے تھے فوراً تصدیق کی۔

زمانۂ جاہلیت میں جوں جوں تمدن بڑھتا گیا اور ہر ملک کے باشندے دوسرے ملک میں پہنچے تو آخر میں کثرت ادیان کی وجہ سے ہر مذہب کے اُصول دوسرے مذہب میں خلط ملط ہو گئے اور کوئی مذہب علیٰ حالہ باقی نہ رہا۔ مذہبی و اعتقادی مغائرت کی وجہ سے ہمیشہ باہمی پرخاش منافرت اور مخالفت کا رہنا ضرور تھا۔ شریعت مصطفوی ﷺ نے ہر مذہب کے صحیح اُصول اور غیر محرف الہامات کی تصدیق کر کے اس مذہب کے پابندوں کو مطمئن بھی کر دیا اور اپنی جانب سے وہ بیش بہا ہدایتیں جلوہ افروز کیں۔ جن کی تعلیم و تلقین نے دماغوں کو روشن کر دیا جہالت کی تاریکی آناً فاناً مٹ گئی اور صلح و آشتی کا ہر شخص دم بھرنے لگا اور شاہراہ ترقی

دینی، دونیوی پر دوڑنے لگا۔ تمام دنیا میں تمدنی اخلاقی و اعتقادی غرض ہر قسم کی خرابیاں انتہائی درجہ پر پہنچ گئی تھیں اس لئے اس کی اصلاح کے لئے ایسے مکمل قواعد اور ارشادات زبان محمدی سے خدائے تعالیٰ نے سنائے کہ آئندہ کے لئے تا قیام قیامت اضافہ و ایزادی کی گنجایش نہ رہی ورنہ تحصیل حاصل اور فعل عبث کا الزام ذات باری پر عائد ہوتا۔

جب کوئی تعلیم پوری طور پر مکمل ہو جاتی ہے تو پھر اس بات کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ اس میں اور کچھ اصلاح یا ترقی کیجائے۔ علم کی کوئی شاخ یا مسئلہ حل ہو چکتا ہے تو آنیوالے متعلمین کا یہی کام رہ جاتا ہے کہ گزشتہ استادوں کے اصول کو سیکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن جب تک کسی مسئلہ کی نسبت پوری طور پر انکشاف نہیں ہو جاتا ہے۔ مجددین وقت کے لئے موقع رہتا ہے کہ وہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ جب کوئی علم مکمل ہوتا ہے تو آنے والے اس میں بہتر انقلاب پیدا نہیں کر سکتے اور کوئی جدید فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ اصول معرفت خدا کی طرف سے قلوب مصفی پر القاء ہوتے رہتے ہیں مگر جب تک یہ قاعدے انبیاء کی قلت استعداد کے سبب سے ناقص شکل میں القاء ہوتے رہتے ہیں آنے والے انبیاء پر اُن کی غلطیاں واضح ہوتی رہتی ہیں اس صورت میں پہلی وحی کے بہ نسبت دوسری وحی بہتر ہوتی ہے مگر جب تمام مسئلے اپنی حقیقی صورت میں منکشف ہو جاتے ہیں تو آیندہ بہتر انقلاب کی گنجایش نہیں رہتی اسلئے کوئی جدید انکشاف ہوتا ہی نہیں وما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔

آنحضرتؐ کی بعثت کے زمانے تک متعدد انبیاء علیہم السلام نے مسئلہ معرفت الٰہی میں حق تحقیق ادا کیا اور مذہب کو ایک مکمل صورت میں ڈھالنے کی ہر نبی کی کوشش تھی ہر رہنما اور ہر پیغمبر قوم نے اپنے ظرف و استعداد کے موافق تکمیل شریعت کے لئے قابل قدر کوششیں کیں اور اس انکشاف تامہ کے لئے بے شبہ ضرورت تھی محققین و مجددین معرفت الٰہی کی لیکن اب وقت تھا کہ یہ مسئلہ پوری طور پر حل ہو جائے جس کے بعد آنے والوں کے لئے مزید تحقیق کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے اور تعلیم الٰہی مکمل صورت میں ظاہر ہو جائے آخر کار وہ وقت آگیا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو پوری طور پر حل کر دیا اور معرفت علم الٰہی اور اصلاح نفس کیلئے پھر کسی ہادی اور پیغمبر کی ضرورت باقی نہیں رکھی یا بالفاظ دیگر نبوت ختم کر دی جس کے نسبت قرآن یوں ناطق ہے کہ ان فیکم رسول اللہ خاتم النبیین ؕ

اَلْمَلِکُ الْکَرِیْمُ دِیْنُکُمْ

اقوالِ غیر

اب ہم اُن اقوال پر روشنی ڈالکر مضمون ختم کردیں گے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے شاہد ہیں۔

"قائم کریگا تیرا معبود ایک نبی تیرے بھائیوں میں سے" (توریت کتاب پنجم باب ۱۸)

حضرت ابراہیمؑ کے دو فرزند ایک اسحٰقؑ دوسرے اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد بنی اسمٰعیل۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیلؑ ہوئے۔ تمام انبیاءؑ بنی اسرائیل میں گزرے ہیں اور بنی اسمٰعیل میں سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں ہوا۔ چنانچہ حسب بشارت توریت وہ نبی صرف آپ ہی ہیں اور چونکہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی ابتک نہیں ہوا اسلئے یہ لازم تھا کہ نبوت کا اختتام آپ پر ہے۔

"ان کے بھائیوں میں سے نبی تیرا سا قائم کرونگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں دونگا اور جو کچھ میں اُس سے کہونگا وہ اُن سے کہدیگا۔" (توریت کتاب پنجم باب ۱۸)

آنحضرتؐ کو یہ ایک بڑی خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ کا کلام آپ کے منہ میں ہے یہ خصوصیت کسی نبی کو حاصل نہیں تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر جو وحی آتی تھی اُس کے لفظ وہی نہیں ہیں جو صحف انبیاءؑ میں ہیں۔ انبیاءؑ حکم خداوندی کو اپنی زبان و [illegible] بیان کرتے تھے [illegible] صرف مطلب الفاظ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور انجیلیں یونانی میں ہیں۔ صرف قرآن مجید ہی وہ کلام خدا ہے جو لفظ بلفظ اترا ہے۔ وہی الفاظ خدا سے آئے۔ نبیؐ نے وہی الفاظ کہے۔ قرآن میں وہی الفاظ درج ہیں۔ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَویٰ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ۔ یہ بزرگترین خصوصیت جو کسی نبی کو نہیں ملی ایسے نبی کے لئے ہی مخصوص تھا جس کا مذہب قیامت تک رہنے کے قابل ہو اور جو عالم کے لئے نبی بن کر آیا ہو تاکہ اس کی وحی بھی لفظ بلفظ مکتوب رہے اور تحریف کا موقع نہ ملے۔

"وہ آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو جمال سے چھپا

اس کی ستائش سے زمین بھر گئی" (کتاب حبقوق باب ۳-۳)

قدیم جغرافیہ کی تحقیق اور توریت کے محاورے یہ بتلاتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا ہی نام فاران ہے۔ فاران کے پہاڑ سے حضرت کے سوا کس نے اپنا جمال جہاں آرا ء بتلایا۔ وہ حضرت تو تھے۔ آپ کی تعریف و ستائش سے دنیا کا کونسا حصہ خالی ہے۔ کونسی قوم ہے جو اعتراف بزرگی نہیں کرتی حتےٰ کہ سر ولیم میور جیسے متعصب دشمن نے بھی اسلام کی یوں تعریف کی ہے کہ

"اسلام نے ہمیشہ کے واسطے توہمات باطلہ کو کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبروبت پرستی موقوف ہوگئی۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔"

ستائش سے تمام زمین کا بھر جانا کیا تمام اہل زمین کے لئے نبی ہونے کا اعلان نہیں ہے۔

"میں ساری قوموں کو ہلا دونگا" اور حمدث "قوموں کا آئیگا اور اس گھر کو بزرگی سے بھر دیگا" کہا خداوند خلائق نے" (کتاب حجی باب (۲) آیت (۹))

پادری مسٹر پارک ہرسٹ کہتے ہیں کہ حمدث کے معنے محمدؐ کے ہیں۔ کیا یہ پیشین گوئی آپ کی صداقت اور خاتم نبوت ہونے کی دلیل نہیں "قوموں کا حمدث آئیگا" اس سے تمام اقوام کے لئے ہادی ہونا ثابت ہے "ساری قوموں کو ہلا دونگا" سے ظاہر ہے کہ اہل عالم مراد ہیں "اس گھر" سے مراد دنیا ہے۔

"وہ تمہیں فارقلیط دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگا" (انجیل یوحنا باب (۱۴) درس (۱۶))

فارقلیط کلدانی لفظ ہے جو عبرانی میں مستعمل تھا اس کے معنی ہیں بہت سراہا گیا جو لفظ محمدؐ کا ترجمہ ہے بعض انجیلوں میں تو صاف طور پر بجائے فارقلیط کے احمد ہی لکھا ہوا ہے جس کی تصدیق "یاتی من بعد اسمہ احمد" سے ہوتی ہے۔ تمہارے ساتھ ہمیشہ رہنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مذہب ہمیشہ کے لئے تم کو کافی ہے کسی اور کی ضرورت نہیں اور یہی مطلب ہے ختم نبوت کا۔

"وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دے گا۔ گناہ پر اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی پر نہیں آئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت پر۔ اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے میری اور بہت باتیں ہیں جو تم سے

کہوں لیکن تم اب اُن کی برداشت نہ کر سکو گے۔ پھر جب روح حق آئے گا تو ساری سچائی کی راہ تم کو بتلا دیگا کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں غیب کی خبریں دیگا اور میری بزرگی بیان کرے گا۔" (باب ۱۶ درس ۸)

حضرت عیسیٰ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے ایک ہادی اور مصلح کل بنکر جرائم پر سزا دی۔ لوگوں کو راستی اور عدالت پر لے آئے۔ بہت سی باتیں کہنے کی باقی تھیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے قول سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل کرنے والے آنحضرتؐ تھے کیونکہ آپ نے ہر طرح کی تعلیم دے دی آپ نے تمام دنیا کو سچائی کی راہ بتلا دی جو سعید تھے وہ سیدھے راستے پر چلنے لگے۔ آپ نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہ کہا صرف وحی سُناتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کرتے اور اُن کی بزرگی ذہن نشین کرتے تھے۔

آپ کو "جہان کا سردار" کہا گیا ہے۔ جو تمام جہان کا سردار ہوگا وہ تمام جہان کیلئے ہوگا پھر کسی اور ہادی کی کیا ضرورت ہے حضرتؐ نے جب ہر طرح کی تعلیم دی ہے۔ یعنے حضرت عیسیٰؑ کے کہنے کے بعد باقی باتیں بھی کہ دی ہیں تو اب نہ کچھ کہنے ہی کی ضرورت رہی اور نہ کہنے والے کی حاجت۔

یہی نہیں بلکہ ہندوؤں کے قدیم تاریخ سے بھی حضرتؐ کی صداقت نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔ پشت جی ہندوؤں کے مشہور بزرگ ہیں وہ اپنے ملفوظات اُتر کھنڈ میں لکھتے ہیں کہ ہم نے خاص مہادیو جی سے سُنا جب کہ وہ کوہ کیلاس پر اپنی بیوی پاربتی کے ساتھ گوشہ گزین تھے۔ ایک دن پاربتی مہادیو کے ساتھ کیلاس پر بیٹھی ہوئی تھیں مہادیو کو خوش دیکھ کر اُن سے پوچھا "آپ نے فرمایا تھا کہ دوار پر زمانہ کے اخیر میں اللہ تعالیٰ جو بڑی حکمت والا اور بڑی قدرت والا ہے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو سارے دیو دیت کو فنا کر کے زمین میں اپنا قبضہ کریگا جس وقت سے میں نے یہ بات سنی ہے مجھے بہت حیرت ہے آپ حقیقت کو بیان فرمائیے۔" مہادیو نے جواب دیا "سنو! چھ ہزار سال کے بعد سندھ کے ملک میں جو دریا کے درمیان میں زمین واقع ہے وہ بڑا قادر ایک عجیب طرح کی مخلوق آدم علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کریگا وہ زمین لائق بشن کے یعنے اُس بڑے قادر کی جگہ ہوگی۔" پاربتی نے پوچھا۔ "جس شخص کو وہ قادر اس طرح کی برکت والی جگہ میں پیدا کرے گا وہ شخص دیوتا کے گھر میں یا کس جگہ پیدا ہوگا۔ صاف بیان فرمائیے۔"

مہارشی یو نے کہا۔ اے پاربتی وہ کانت بھونجہ کی پیٹھ سے پیدا ہوگا اور جس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوگا اس کا نام سانک رکھیا ہوگا۔ وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور نہایت شجاعت اور عرفان والا ہوگا اور اُس کا نام "محامت" ہوگا اس کی وضع کو دیکھ کر لوگ حیران ہیں گے۔ نئی طرح کا اس کا احوال دیکھیں گے وہ ختنہ شدہ ہوگا جب جوان ہوگا تو سوائے سر اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے اور کہیں زیادہ بال نہوں گے اور جو پوجا اُس کی قوم کے لوگ کرینگے وہ نہ کریگا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھ کو اُس قادر لاشریک کا یہی حکم ہے کہ اسطرح کی پوجا مت کرا اور میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں تم میری تابعداری کرو۔ اس وجہ سے ساری قوم اُس سے جدا ہوجائے گی۔

علمائے سنسکرت مندر کا ترجمہ مکہ کرتے ہیں اور بشن کا ترجمہ بیت اللہ۔ سانک رکھیا کے معنی آمنہ تبلاتے ہیں اور کانت بھونجہ کے معنی خدا کی عبادت میں مشغول رہنے والا یعنی عبداللہ تبلاتے ہیں۔

اسی طرح بیاس جی نے جو ہندوں کے مشہور رشی ہیں۔ بھونک اُتر پران میں لکھا ہے کہ "آیندہ زمانہ میں "محامت" پیدا ہونگے۔ اُن کے سر پر بدلی سایہ کرے گی۔ اور مکھی اُن کے جسم پر نہ بیٹھیگی۔ ملک دنیا نے کچھ تلاش نہ کرینگے۔ اُن کی سب تلاش دین کیلئے ہوگی اور جو کچھ پیدا کریں گے اللہ کی راہ میں خرچ کردیں گے اور تمام عمر کم کھائیں گے۔ عرب کا سرداران کا دشمن ہوگا اور وہ اللہ کے دوست ہونگے۔ اور قادر توانا اُن کو تیس آدھیا پران یعنے تیس پارہ قرآن بھیجیگا"۔ اس سے زیادہ الفاظ میں اور کیا بشارت ہوسکتی ہے جب آپ سچے نبی ہیں تو آپ کا دعویٰ نبوت بھی سچ ہے۔

۔ اما ئن ہندوں کی ایک مشہور کتاب ہے جو ہزاروں برس پیشتر ایک بزرگ نے لکھی ہے اُسکے حصہ بالکانڈ میں یہ چوپائی درج ہے۔

راج سینت بھو پربت دکھائے آپن مت سب کا سمجھائے
سنگم اگم موئے تیج ادپارا پتی ربا اومت مجھا را
تب لگ سندرم چھپے کوئے بنا "محامت" پار نہ ہوئے

یعنے بادشاہی قاعدہ سکھائے۔ بیم درجا دونوں شیوہ ہو۔ سب کو دین و دنیا سمجھائے سمندر کے پھیلاؤ کے مانند ان کا جلال ہوگا گرم ہوگا آوا اُن کا پیچ سے (یعنی کمہار کے آوا جیسا

جس طرح بیچ میں آگ لگائی جاتی ہے اور ہر جگہ پھیل جاتی ہے اسی طرح ان کا دین پھیلیگا) تب خدا تک بغیر "محامت" کی پیروی کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

آنحضرت صلعم کی صداقت اور ختم نبوت پر یہ چوپائی صاف دلیل ہے کہ بغیر حضرت کی پیروی کے کسی کا مذہب کمل نہیں۔ آپ کو ماننا ضرور ہے۔ گویا آپ ختم الرسل ہیں اُسی مفہوم کو تلسی جی نے بطور تصدیق کے اُس کے آخر میں لکھا ہے۔

بسر سندرم ناں ہیں ہوئے — تلسی بچن ست کوئے

یعنے تلسی سچ کہتا ہے کہ اس کے بعد کوئی خدائی پیغام نہ آئیگا اسلئے کہ

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی"

محمد عبد الرب کوکب

اتالیق مدیر رسالہ

بلانا بے سبب کب تھا شب معراج حضرت کا — یہ مطلب تھا کہ نقشہ ایک ہو دونوں کی صورت کا

ہوا تیر خدا سے وا جو کچھ عقدہ تھا حجت کا — امامت کا ولایت کا کرامت کا شجاعت کا

عطا حق سے ہوا منصب جو حق تھا صدیقؓ لا ثانی — عمرؓ کو عدل کا صدیقؓ کو صدق و رفاقت کا

وجود حضرت عثمانؓ میں ہر وصف اعلیٰ تھا — مروت کا حیا کا حلم کا جود و سخاوت کا

میں آلودہ عصیاں ہوں اُسے فرخ یہ سمجھ رکھنا — بجھا دیگا تجھے پانی مرے چشم ندامت کا

فدا کوکب نہ ہو کیونکر یہ اپنی خوش نصیبی ہے — کہ وہ شامیانہ ہے سرِ عالم کی تربت کا

سنا دے یہ کلام نعتیہ جل کر مدینہ میں — صلہ ملجائیگا معقول کاتب اس کتابت کا

محمد عبد الرحیم صدیقی کاتب اورنگ آبادی



(۱)

ہوائیں ہو گئیں خاموش وقت شام آپہنچا   اندھیرا چھا گیا ہر سمت عالم پر ہے تیرگی کا

وہ رات جس کی صبح کو مسیح کا سفر ہونے والا ہے درد و الم کی مجسم تصویر ہے عجیب یاس اور
حسرت برس رہی ہے۔ نبی اپنا آخری پیغام اپنے شاگردوں کو سنا رہا ہے ہر طرف سے یاس و بیم کا
ہجوم ہے درد انگیز الفاظ وحشت خیز رات کو مہیب کر رہے ہیں مسیح کا وداع ہے بنی اسرائیل کی
نبوت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو رہا ہے۔ الٰہی عہد بنی اسرائیل سے ٹوٹتا ہے اور بنی اسمٰعیل سے
باندھا جاتا ہے آسمانی دعوت سے ایک گروہ رخصت کیا جا رہا ہے اور دوسرے گروہ کیلئے
جگہ خالی کی جا رہی ہے۔ ایک خشک درخت کاٹا جا رہا ہے اور دوسرا نہال بارآور سرسبز ہوتا ہے
کیسی درد ناک غمناک رات ہے مگر کتنی بڑی خوشی اسکے پیچھے کھڑی ہے۔

شام غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی

(۲)

اس شام غربت کی صبح امید پانچ سو ستر سال کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے۔ فاران کی چوٹیوں سے
ابر رحمت کی بارش ہوتی ہے جس سے نہ صرف ریگستان عرب کی خشک زمین اپنے تشنہ ذروں کو
سیراب کرتی ہے بلکہ اکناف عالم میں اس بارش سے شیریں نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور اپنی آبیاری
سے گلشن گیتی کے چمنوں کو سرسبز و شاداب کر دیتی ہیں۔

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحیٰ کے اٹھی   پڑی چار سو اک بیک دھوم جس کی

کڑکت اور دمک دُور دُور اس کی پہنچی جو ٹکیس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کاشانۂ دہر کے متوالو خواب غفلت سے ذرا چونکو کروٹ بدلو آنکھیں کھولو ہدایت کی پر نور ضیاء آپہونچی تاریکی دُور ہو گئی حق آگیا باطل ٹوٹ گیا دنیا کا مصلح اعظم ہادی برحق اس شبستان عالم کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے حق کا نہایت سیدھا اور صاف راستہ دکھلا رہا ہے اہل دنیا کیلئے ایک نعمت لازوال لایا ہے۔

(۳)

دنیا پر ظلمت کی تیرہ و تاریک گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے اہل دنیا اپنے مذہب سے نابلد ہو کر سورج چاند ستاروں کی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں بجائے توحید کے تثلیث کی بندگی ہوتی ہے خانۂ خدا بتوں کا ملجا و ماوا بنا ہوا ہے حق کے متلاشی کے لئے مذہب سرچشمہ ہدایت سے نہ رہا ہے اعمال ذمیمہ انکے افعال شنیعہ انکے عادات و اخلاق ہیں علم و ہنر سے بیگانہ ہو رہے ہیں ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔ شراب قمار چوری زنا کا زور ہے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ایک داعی حق ہادی برحق مبعوث ہو اور اپنی ہدایت سے دنیا کی سیاہی کو دور کر دے اہل دنیا کو مذہب سے باخبر اور توحید سے واقف کر دے۔ خانہ خدا کو اوسکی عبادت کے لئے مخصوص کر دے اعمال ذمیمہ کو دور اخلاق حسنہ کی تعلیم دے علم و ہنر کو رواج دے ظلم و ستم کا انسداد کرے شراب قمار چوری زنا کو موقوف کرے۔

آل ہاشم سے ایک جوان دنیا میں مبعوث ہوتا اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے ان امور کی بہترین طور سے اصلاح کرتا ہے۔ گو وہ دنیا سے چلا گیا مگر اپنے پیروں کے لئے ایک اعلیٰ و اکمل قانون اور اپنی زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑ گیا جس کا اتباع اور پیروی نجات کا سیدھا راستہ ہے۔

(۴)

وہ دنیا میں آیا اور اپنی زندگی کے (۶۳) مرحلے طے کر کے چلا گیا مگر دیکھو وہ دنیا میں کیوں آیا؟ اس نے اس دنیا میں کس طرح زندگی بسر کی؟ اور اہل دنیا کو کن کن امور کی تعلیم دی؟ اور کونسا راستہ بتلایا؟

اس نے دنیا میں کوئی بڑی عمر نہیں پائی اپنی زندگی کے ابتدائی ایام نا تربیت یافتہ

جاہل وحشی اونٹ چرانے والوں میں بسر کئے چالیس سال تک کسی عالم کی صحبت سے مستفید ہوا اور نہ کسی فاضل کے زیر تربیت رہا نہ کسی فلسفی کی زیارت نصیب ہوئی اور نہ کسی حکیم سے ہمکلامی کا موقع ملا۔ مگر چالیس سال کی عمر میں یکایک دنیا کے سامنے ایسا بہترین مذہب اور مکمل قانون پیش کرتا ہے جس کے مقابلہ کی نہ کسی مذہب کو طاقت رہتی ہے اور نہ کوئی امت تاب مقابلہ لاسکتی ہے۔ اُسکے مذہب نے دنیا کے تمام ادیان و ملل کو جو توحید سے ہٹ گئے تھے کامل شکست دی اور چار دانگ عالم میں کوس انا لا غیری بجایا۔

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

(۵)

باپ کا سایہ تو قبل از ولادت ہی اُٹھ چکا ہے چھ سال کی عمر میں مادر مشفقہ بھی رخصت ہوتی ہیں دادا جو پرورش کا کفیل ہے نو سال کی عمر میں وہ بھی سدھارا اور اس یتیم و بیسیر لڑکے کی پرورش چچا کے ذمہ ہوتی ہے چچا کے زیر پرورش وہ جوان ہوتا ہے مگر کیا جو حسن معاملگی راستبازی صدق و دیانت منصف مزاجی عقلمندی ترحم دلی اور اخلاق پسندیدہ کے باعث تمام قریش میں مفخر و ممتاز ہے۔ یتیموں کی پرورش اوس کا خاصہ ہوا اور ضعیفوں کی خبر گیری اُسکا معمول ہے۔ عرب کے معمر اوسکے گرویدہ جوان اوسپر فدا اور لڑکے اوسکے شیدا ہیں اور محمد الامین کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔

فاق النبین فی خلق و فی خلق
ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

(۶)

اپنی عمر کے چالیس سال ختم کرنے کے بعد اُس پر وہ ناموس اکبر اُترتا ہے جو موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پر اترا تھا لیکن دیکھو قوم اسکے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے کیسی کیسی تکلیفیں دی جاتی ہیں وہ تمام قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے کہ مجھے اپنی امان میں لیکر صرف اتنا موقع دلا دو کہ خدا کی آواز لوگوں تک پہنچا سکوں لیکن کوئی حامی نہیں بھرتا تمام مسلمان عرب کی فضا میں

سانس تک نہیں لے سکتے بالاش امن کیلئے افریقہ وحبش کے ریگستانوں میں مارے مارے پھرتے ہیں جو عرب میں رہ گئے ہیں وہ ہدف مظالم گوناگون ہیں۔ آخر تیرہ سال بعد امن کی جگہ نصیب ہوتی ہے مگر افسوس یہاں بھی چین لینے نہیں دیتے متواتر آٹھ سال تک اپنی جنگوں سے تنگ کرتے ہیں۔

آخر کب تک حق کی مخالفت کی جاتی اور کب تک باطل غالب رہتا ایک دن آیا کہ تمام سرکشوں کے سر خم ہوگئے اور سبھوں نے تسلیم ورضا کی گردنیں جھکا دیں۔ گو اُس نے ان لوگوں سے طرح طرح کی ایذا اٹھائی تھی اوسکے عزیز واقارب دوست احباب اُنکے شمشیر جفا کے نذر ہو چکے تھے مگر جب قوم عاجز ہو کر سامنے آتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے "جاؤ تم آزاد ہو"۔

فقد اتیت رسول اللہ معتذراً
والعذر عند رسول اللہ مقبول

(۷)

اب اوسکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے تمام عرب چوبیس سال سے مخالف تھے اطاعت کو فخر خیال کرتے ہیں تمام ملک عرب اجتماع اور اتحاد کے رشتہ میں مستحکم ہو گیا ہے انما المومنون اخوۃ کے روحانی رشتہ نے خون قرابت اور نسل کے رشتوں کی جگہ لے لی ہے اور سب ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر قایم ہو گئے ہیں جس کام کیلئے وہ مبعوث ہوا تھا وہ پورا ہو چکا ہے دین کی تکمیل ہو چکی ہے اسلام کی آواز عرب سے نکل کر دور دور تک پہنچ چکی ہے اوس کا اصلی کام یعنے تمام عالم میں دعوت اسلام کا اعلان پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب وہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

(۸)

آپ کے اخلاق پر نظر کی ضرورت ہو تو قرآن موجود ہے۔ کریم النفسی کو دیکھو دشمن سوتے میں تلوار کھینچکر آتا ہے کہ قتل کر دے آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے دشمن دریافت کرتا ہے کہ تجھے کون بچائے گا سنتا ہے خدا بر تر اوسکے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے آپ اٹھا کر دریافت کرتے ہیں اب تجھے کون بچائے گا دشمن عاجز ہو جاتا ہے اور آپ اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔

رحم وکرم کو دیکھو دشمن سے دشمن پر بھی لطف وعنایت ہے ثمامہ سردار نجد ایمان سے

مشرف ہوتا ہے اور اہل مکہ کے رسد کا راستہ بند کر دیتا ہے قریش جاں بلب آپ کی خدمت میں آتے ہیں دریائے رحمت جوش میں آتا ہے ثمامہ کو حکم جاتا ہے غلہ بدستور جانے دو۔

میدان حدیبیہ میں آپ صبح کی نماز میں مشغول ہیں دشمنوں کی ایک جماعت اس ارادہ سے آتی ہے کہ نماز پڑھتے ہی قتل کر دے مگر اسیر ہو کر جب پیش ہوتے ہیں۔ تو بلا کسی سزا کے آزاد ہو جاتے ہیں۔ آپ کی صاحبزادی کو اونٹ سے کجاوا سمیت گرا دیا جاتا ہے جس کے صدمہ سے وہ بیمار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ آپ کے عزیز چچا کو نہ صرف شہید کیا جاتا ہے بلکہ انکی نعش کے ساتھ بے حرمتی کیجاتی ہے۔ مگر دیکھو ان تمام بے رحموں پر کیا رحم ملاطفت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا گیا۔

اغبت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مامول

منکسر مزاجی کو دیکھو شہنشاہ دو جہاں ہے مٹی کا فرش اور پتھر کا سرہانا ہے گھر میں جلانے تیل تک نہیں دو دو دن کا فاقہ ہے۔ کئی کئی دن تک چولھا روشن نہیں ہوتا۔ حلم و عفو کو دیکھو سخت سے سخت درشت سے درشت باتیں بکمال خندہ پیشانی سن لیتے ہیں۔ ایک بادیہ نشین آتا ہے اور چادر اس زور سے کھینچتا ہے کہ گردن پہ نشان پڑ جاتا ہے اور کہتا ہے اے محمد صلعم خدا کا جو مال تیرے پاس ہے وہ مجھے دے۔

تواضع و فروتنی پہ نظر کرو کہ قوم کے بزرگوں کا اکرام ہوتا ہے غرباء و مساکین کی عیادت فرماتے ہیں ضعیفوں بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جاتے ہیں۔

سخاوت ملاحظہ ہو وقت واحد میں سو سو اونٹ اور بکریوں کے منڈے دیدئے جاتے ہیں لفظ نفی ہے کہ زبان پر نہیں آتا۔ گھر میں دو وقت کا فاقہ ہے تیسرے دفعہ کچھ میسر ہوا ہے مہمان آتا ہے ماحضر اسکو کھلا دیا جاتا ہے۔

اگر ایک یتیم کو دیکھکر دریائے رحمت جوش میں آجاتا ہے تو ساتھ ہی ضلالت و گمراہی کے مقابلہ میں کوہ استقلال ہے وہ عفو و کرم بخشش و مروت کا شہنشاہ ہے لیکن حدود اللہ کے جاری کرنے میں عدل و معدلت گستری کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ حلیم و بردبار ہے مگر ضلالت و گمراہی کے مقابلہ میں کبھی عجز کا اظہار نہیں ہوتا۔ حق و صداقت کے اعلان میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔ فیاض ہے مگر مسرف نہیں رحم و راحت کا پیکر ہے مگر عدائی مجرم کیلئے نہیں۔

شجیع و بہادر ہے لیکن اظہار حق کیلئے۔ منصف و عادل ہے لیکن صرف مسلمانوں کیلئے نہیں فاتح ہے مگر مفتوح کیلئے سراپا لطف و کرم" اور تو اور اوس کے اخلاق کا خدا خود معترف ہے۔ انک لعلی خلق عظیم ؕ

(۹)

دیکھو نبی امی آیا اور اہل دنیا کو توحید کی تعلیم دے گیا جس نے نہایت صاف اور واضح طور سے ذہن نشین کرادیا کہ خدا کی ایک ذات لاشریک ہے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اسکے آگے جھکاؤ

اُس نے سمجھا دیا کہ جسمانی عبادت نفس و قلب انسانی کے تطہیر اور تزکیہ کیلئے ہے اور بتا دیا کہ مذہب اکراہ اور جبر کو جائز نہیں رکھتا۔

آپ نے دنیا کو حریت و آزادی کی تعلیم دی اور یہ امر ذہن نشین کرادیا کہ سوائے خدا کے کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ آپ نے ظاہر کردیا نسب و بزرگی کوئی چیز نہیں ہر شخص اپنے اعمال کا آپ ذمہ دار ہے۔ آپ نے آگاہ کردیا کہ مرد عورت ہر حیثیت سے مساوی ہیں۔ جہاں آپ نے عورتوں کو شوہر کی اطاعت کا حکم دیا وہاں مردوں کو حکم دیا کہ عورت سے نرمی کا سلوک کریں انکی عزت کریں اُن کے حقوق کی حفاظت کریں۔ اور پھر عام طور پر ہمدردی۔ تواضع۔ سادگی۔ راست بازی۔ ایفائے عہد۔ یتیموں کی حفاظت۔ دوستوں عزیزوں ہم مذہبوں بلکہ تمام دنیا کے ساتھ محبت بزرگوں کے ساتھ ادب چھوٹوں پر شفقت کے اعلیٰ اوصاف کی تعلیم دی۔

(۱۰)

بتاؤ آج دنیا کا کون مذہب اپنے بانی مذہب کے صحیح اُصول پر قایم ہے؟ بتاؤ آج وہ کون قوم ہے جس کا مذہبی قانون مکمل اور غیر مسخ شدہ ہے؟ کیا آج کوئی قوم کتم شہود میں ایسی ہے جو توحید کے متعلق جامع اور واضح دلائل رکھتی ہے؟ بتاؤ آج کون ہے جس کا مذہبی دستور العمل انسانی فطرت کے عین موافق ہے؟

وہ صرف مذہب اسلام ہی ہے جو آج چودہ سو سال سے اپنے صحیح احکام پر قایم و برقرار ہے۔ اسلام کے اخلاق اور معاشرتی زندگی کا معیار آج بیسویں صدی سوشیالسٹوں کے معیار سے بہتر اور انسانی سوسائٹی کے فرق مراتب کے لحاظ سے موزوں تر ہے آج بیسویں صدی میں اہل یورپ مذہب سے منحرف ہو کر جس فطرتی مذہب کے متلاشی ہیں اُن کیلئے اسلام سے بہتر کوئی مذہب نہیں ملسکتا۔ درحقیقت وہ صرف اسلام ہی ہے جو فطرۃ انسانی کے موافق ہے اور اسلام ہی سچا مذہب اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ھذا صراط ربک مستقیماً۔

گو آج مسلمان اپنے اعمال کے لحاظ سے باعثِ ننگ ہیں اور اونکی حالت زبون ہے لیکن ذرا چونکے اور پھر ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے



حیرت نہیں بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوہ خدا پیش نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

امجد حیدرآبادی



تجھ سے فریاد ہے اے سیّدِ عالی نسبی جام رحمت کی طلب رکھتی ہے اب تشنہ لبی
چشمِ رحمت بکشا ایکہ تو اُمّی لقبی سیّد القوم تو ہی ہاشمی و مطلبی

تیرے قدموں سے ہوا عالمِ اسلام بپا تیری بعثت ہی سے سب نورِ ہدایت پھیلا
ہو گیا مذہبِ حقّی کا جو گھر گھر چرچا تیرے اعجازِ رسالت کا بھلا کیا کہنا

تجھ سے توحید کا دنیا میں ہوا استقرار داخلِ ملّتِ بیضا ہوئے بیدین کفار
سر جھکانے لگے اسلام کے آگے اشرار جہل سے ہو گئے تائب کہ جو تھے ناہنجار

تو نے اسلام کی دنیا میں بڑھائی رونق کر دیا کفر کے چہرے کو زمانے میں فق
جبکہ طالع ہوا اسلام کا خورشیدِ افق حل ہوئے مسئلہ ظلمت پیچیدہ ادق

جب رسالت کی ہوئی خلق میں تیری تشہیر پھر لگی ہونے مسلمانوں کی ہر جا توقیر
نازِ اقبال پہ کرتی تھی ہر اک کی تقدیر لیکن اس خواب کی کچھ اور ہی نکلی تعبیر

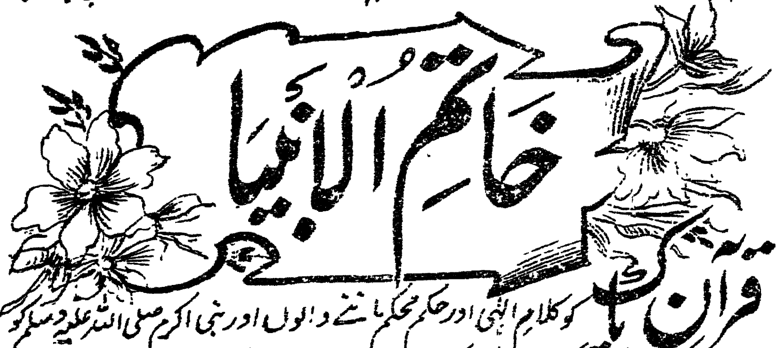
کیا ہوئی آج وہ اسلام کی پرنور بہار کیوں مسلمانوں پہ چھایا ہے نزولِ ادبار
نہ وہ اخلاق ہے اور نہ وہ اجاہ و وقار بات کیا ہے کہ ہیں سرکار بھی ہم سے بیزار

سارے آفات کی گھنگھور گھٹا ہم پر ہے بارشِ قہر ہے اسلام کا تنہا سر ہے
کفر کا اوج نہ پوچھو بخدا برتر ہے اب خدائی کی لنگا کھینے بت بے پر ہے

ہائے اب کوکبِ اقبال پہ ظلمت چھائی باغِ اسلام پہ کیا آج مصیبت آئی
جز ترے اور ہو مسلم کی کہاں شنوائی دینِ اسلام کی کیا کیا نہ ہوئی رسوائی

موجبِ یاس ہے اسلام کی اب شادابی کشتیٔ دین کی اس بحر میں ہے غرقابی
تیرے بیمار کی ہے بڑھنے لگی بیتابی اے طبیبِ قلبی خیز کہ محوِ خوابی

سوزشِ درد سے بیتاب مسلماں ہیں حضور رحم فرمائیے ہم سخت ہی نالاں ہیں حضور
اپنے کرتوت سے ہم آپ پشیماں ہیں حضور ایک ناجی ہی نہیں سارے پریشاں ہیں حضور



قرآن پاک کو کلامِ الٰہی اور حکم محکم ماننے والوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر صادق اور آپؐ کے فرمان کو حکم ناطق جاننے والوں کے پاس تو آنحضرتؐ کا خاتم النبیین ہونا بوجہ اتم ثابت ہوگا اور بالضرور ہونا بھی چاہیئے۔ اگر ان حضرات میں سے بھی کسی کو یقین کامل حاصل نہیں تو قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ (ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) ترجمہ محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کی باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسولؐ ہیں (اور ختموں کی مہر کی طرح (سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور صحیح بخاری وصحیح مسلم کی یہ حدیث شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ختم بی الرسالۃ یعنے رسالت مجھپر تمام ہوگئی۔ اور ترمذی شریف کی یہ روایت کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہوگا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر برہان قاطع و دلیل ساطع ہے۔ اور اگر آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا۔ سورۂ مائدہ پارہ ۶ (ترجمہ اب ہم نے تمھارے دین کو پورا کردیا اور اپنی نعمتوں کو تمپر تمام کردیا اور تمھارے لئے (اسی دین اسلام کو پسند فرمایا) کے جامع مضمون پر غور کیا جائے تو کھلے الفاظ میں ختم نبوت کا ثبوت مل سکتا ہے کہ جب دین کی تکمیل اور تمام نعمتوں کا اتمام ہوچکا اور اسلام حکیم مطلق کا پسندیدہ مذہب ٹھیرا تو اب نہ کسی جدید مذہب کی ضرورت باقی رہی۔ نہ صاحب مذہب کا موجود ہونا ضرور ہوا۔ بلکہ دین اسلام دین مکمل و خاتم ادیان ٹھیرا اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کامل ترین پیغمبر اور نبی آخر الزماں ثابت ہوچکے۔

اس کے بعد ہمارے مخاطب وہ صاحبین ہیں۔ جو قرآن پاک کو خدا تعالیٰ کا کلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر آخر الزماں نہیں مانتے ہیں یا وہ حضرات جو قرآن پر ایقان اور

آنحضرتؐ پر ایمان ہونے کے باوجود پھر بھی ختم نبوت ہونیکے قائل نہیں ہیں۔ پہلے ہم دلائل نقلیہ سے ثابت کرینگے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم خاتم النبیین ہیں اور اس کا ثبوت دیگر مذاہب کی آسمانی کتابوں اور پیشواؤں کے اقوال سے ثابت ہے (کاش تمام آسمانی کتابیں ابتدائے نزول سے آج تک ہمارے قرآن پاک کے مانند تلف و مفقود ہونے سے محفوظ اور تحریف وتبدیل سے مصئون رہتیں کہ ہم کو اس سے کہیں زیادہ صحت کے ساتھ ثبوت مل سکتا اور صریح طور پر ہمیں اپنے دعوے کے واضح دلائل ملجاتے۔ تاہم بھی خدا تعالی کا فضل اور اسلام کی حقانیت کی یہ بھی نشانی ہے کہ تحریف شدہ کتب سے بھی ہماری غرض ایک حد تک اچھی طرح پوری ہوسکتی ہے۔

دلائل نقلیہ

دلیل (۱) توریت کتاب استثنا باب ۱۸ خدا تعالی نے موسی علیہ السلام سے فرمایا۔ میں اُن کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی برپا کرونگا اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لیکے کہے گا۔ نہ سُنے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لونگا لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات کہے میرے نام سے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ یہ بشارت نہ صرف آنحضرتؐ کی تشریف آوری کی بشارت ہے بلکہ یہ آپکے خاتم النبیین ہونے پر صریح طور پر دال ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمعیل تھے۔ اور بنی اسمعیل میں آنحضرتؐ کے سوا کوئی اور پیغمبر نہیں ہوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اُمور میں مثلاً استقلال شریعت و حکم جہاد و صاحب حکومت ہونے میں موسیٰ کے مثل تھے۔ (سوا ان باتوں کے قریباً چالیس کمالات ذاتیہ میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ سلم موسیٰ علیہ السلام کے مانند تھے۔ بلکہ سوائے آپ کے کوئی نبی حضرت موسیٰ سے مشابہت تامہ نہیں رکھتا۔) اور بنی اسرائیل میں ایک پیغمبر بھی موسیٰ کے جیسا نہیں ہوا دیکھو توریت کتاب استثنا باب ۳۴ پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند جس نے پہچانا (ہو) اللہ کو رو برو" اور تو اور خود حضرت عیسیٰ بھی مستقل صاحب شریعت نہ تھے (دیکھو انجیل متی باب ۵) علاوہ اس کے کلام مجید کا آنحضرتؐ پر نازل ہونا اور آپ کا باوجود ہزاروں

جانی دشمنوں کی موجودگی کے اعلیٰ درجہ کی سلامتی کے ساتھ اپنی عمر شریف کی تکمیل کے بعد وفات فرمانا اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرنے والا مسیلمہ کذاب کا حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں قتل ہونا۔ آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت کا قطعی فیصلہ ہے اور نیز آپکے خاتم النبیین ہونے پر کافی دلیل کہ اگر آپکے سوا کوئی اور زیادہ شاندار پیغمبر آنیوالا ہوتا تو خدائے حکیم علیم کو کیا ضرورت تھی کہ اعلیٰ ترین فرد پیغمبر کے ذکر کے عوض آپ کا ذکر مبارک کرتا اور اگر آپکے ہم پلہ پیغمبر کی بھی پیدائش ممکن ہوتی تو خدائے پاک ترجیح بلا مرجح نہ کرتا اور توریت میں آپکے ذکر کے ساتھ ساتھ آپکے ہمسر نبی کا تذکرہ بھی ضرور فرما دیتا۔ مگر چونکہ آپ ہی سب سے اکمل و افضل تھے اس لئے موسیٰ کو آپکے آنے کی خوشخبری دیدی اور کسی دوسرے نبی کا ذکر نفرمایا لہذا آپ افضل الانبیا ہیں اور خاتم پیغمبراں۔

دلیل (۲) حضرت داؤد علیہ السلام ایک آنے والے نبی کا ذکر و مدح اس طرح فرماتے ہیں۔

(زبور باب ۴۵) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے۔ اس لئے خدا نے تجکو ابد تک مبارک کیا اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگی ہے حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور شجاعت و ملائمت اور صداقت کیواسطے اقبالمندی سے آگے بڑھ .... تیرا تخت اے خداوند ابد الآباد ہے تو صداقت کا دوست شرارت کا دشمن ہے پھر آگے چلکر فرماتے ہیں میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤنگا۔ پس سارے لوگ ابد الآباد تیری ستائش کرینگے۔ انتہی۔ انصاف پسند صاحبین غور کریں کہ حضرت داؤد کے بعد ان اوصاف سے متصف سوائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا نبی ہرگز نہیں ہوا آنحضرتؐ ہی میں یہ اوصاف کماحقہ پائے جاتے ہیں آنحضرتؐ کا سب سے زیادہ حسین ہونا تاریخ سے ثابت احادیث صحیحہ سے محقق۔ آپکے شیدائی صحابی حضرت حسان رضؓ آپکی شان حسن کو یوں ظاہر فرماتے ہیں ؎

واحسن منک لم تر قط عینی — واجمل منک لم تلد النساء

علیٰ ہذا حضور انور کا شیریں گفتار صادق القول افصح الفصحا۔ ابلغ البلغا صاحب السیف۔ اشجع الناس۔ حلیم الطبع خلق مجسم ہونا قطعاً ثابت اور آپکا صداقت کو پھیلانا اور شر و فساد کو دنیا سے مٹانا کسی دلیل کا محتاج نہیں عیاں راچہ بیاں۔ جب ہر طرح آپ اس بشارت کے

مصداق ہو چکے تو کتاب زبور اور حضرت داؤد علیہ السلام کے قول سے آپکا ابد تک مبارک و مسعود رہنا اور آپکے تخت (یعنے نبوت و رسالت) کا ابدالآباد تک قائم رہنا یقینی ٹھیرا اسلئے کہ الہامی زبان میں خداوند سے خدا کا نبی مراد ہوتی ہے جیسا کہ زبور (۸۲) میں ہے خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہے) خلاصہ یہ کہ آپکی نبوت اور روحانی حکومت ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اور آپ ہی کا ذکر خیر تا ابد جاری رہے گا۔ پس آپ خاتم النبیینؐ سید المرسلینؐ ہیں۔ ۱۲

دلیل (۳) حضرت سلیمان علیہ السلام آپکی یوں مدح سرائی فرماتے ہیں (زبور غزل الغزلات باب ۵)
میرا محبوب نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے ..... پھر اس پیارے محبوب کے سر مبارک۔ زلف مشکیں۔ رخ روشن اور قد رعنا کی تعریف کرنیکے بعد یوں فرماتے ہیں کہ اُس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمدؐ یعنے تعریف کیا گیا ہے یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو یروشلم کی۔ دیکھو صاف طور پر نام نامی کا اظہار اور خاص محبت کا اقرار ہے اور جو اوصاف حضرت سلیمانؑ نے بیان فرمائے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی میں نہیں پائے گئے آپ کا حسین و شکیل گندم گوں وغیرہ وغیرہ ہونا متواتر احادیث کے علاوہ غیر مذہب والے مورخین کے اقوال سے بھی ثابت جو ظاہر کرتے ہیں کہ اس بشارت کے مصداق آپ ہی ہیں ایڈورڈ گبن صاحب مشہور مورخ عیسائی لکھتے ہیں۔ آنحضرت حسن میں شہرۂ آفاق تھے از موید الاسلام ص ۱۵ اسی طرح بہتیرے اقوال ہیں جو بخوف طوالت قلمبند نہیں کئے گئے۔ پھر اگر آنحضرتؐ خاتم النبیین و سرتاج الانبیا نہ ہوتے تو حضرت سلیمانؑ کبھی آپکو سردار اور اپنا دوست و محبوب نہ فرماتے کہ جبتک کوئی خاص وصف کسی میں نہ ہو اُس وقت تک مدح سرائی نہیں کیجاتی اگر کوئی دوسرا نبی آپ سے بہتر آنے والا ہوتا تو سلیمانؑ اُسی نبی کا ذکر کرتے اور اُسی کی محبت کا دم بھرتے۔

دلیل (۴) حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں (انجیل متی باب ۴)
توبہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی اور انجیل یوحنا باب ۱۴-۱۵-۱۶ اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں کو حفظ کرو اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں دوسرا تسلی دینے والا (فارقلیط) دیگا جو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے اور چند آیات کے بعد اسی کے متصل یہ فرماتے ہیں لیکن وہ فارقلیط یعنے روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمھیں سب چیزیں سکھلائے گا اور سب باتیں جو میں نے تم کو کہی ہیں تمھیں

دہ آئیگا اب میں نے تم کو اُس کے آنے سے پہلے خبر کر دی تا کہ جب وہ آوے تب تم اُس پر
ایمان لاؤ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے
اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے ... لیکن جب وہ فارقلیط آئیگا تو تمھیں راہ حق
بتلائیگا کس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو سُنے گا سو کہے گا اور تمھیں آیندہ کی
خبر دے گا - انتہیٰ -

بتاؤ کہ آپ کی نبوت اور بادشاہت آسمانی تھی کہ نہ تھی انتہائے بیکسی و بے لبسی کے
باوجود آپکو بادشاہت قائم ہونا اور آپکی نبوت کا شہرہ ہر دانگ عالم میں پھیل جانا
اور روز افزوں ترقی پاتے رہنا جو مسلمہ اُمور سے ہے آسمانی بادشاہت نہیں تو اور کیا ہے۔
اصل انجیل میں بجائے فارقلیط کے خاص نام احمدؐ کے ساتھ بشارت مذکور تھی (چنانچہ خود
پادری کیرسٹن صاحب کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت محمدؐ ہیں) مگر جب یونانی زبان میں
ترجمہ ہوا تو احمدؐ کا ترجمہ پیرکلوطاس (جس کے معنی احمدؐ ہیں) کر دیا پھر جب یونانی سے
عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط بنالیا چنانچہ ایک پادری صاحب ایک رسالہ
(مطبوعہ کلکتہ) میں جو لفظ فارقلیط کی تحقیق میں انھوں نے لکھا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ لفظ
فارقلیط یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے الخ اس کے علاوہ مسٹر جان ڈیون پورٹ
تحریر فرماتے ہیں " مجھے اس میں شک نہیں کہ اُس شئے سے جس کے آنے کی خبر اپنے بھائیوں
میں سے موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دی ہے اور فارقلیط جس کی خبر عیسیٰ مسیحؑ
نے انجیل یوحنا میں دی ہے ۔ محمدؐ صاحب مراد ہیں - غرض خواہ فارقلیط کے معنی احمدؐ
و محمدؐ کے ہوں یا سفارش کرنے والے اور وکیل کے یا تسلّی دینے والے کے بہر کیف
سوائے آنحضرتؐ کے اور کوئی فارقلیط کا مصداق نہیں - بتاؤ حضرت مسیح کے بعد
دوسرا تسلّی دینے والا یا وکیل و شفیع اور معین یا احمدؐ و محمدؐ دنیا میں کون آیا ہے بیشک
دین حق کی بے مصطرب ہونی کی تمام روحوں کی ۔ تسلّی آپ ہی کے ذات والا صفات سے
ہوئی اور آپ ہی نے شفیع و معین اور وکیل کا لقب حاصل فرمایا آپ ہی احمدؐ و محمدؐ کے
مبارک ناموں سے موسوم ہوئے ۔ آپ ہی نے عیسیٰ کی کہی ہوئی باتوں کو یاد دلایا
اور بیشک آپ کے اوصاف و خصوصیات حضرت عیسیٰ میں نہ تھے ۔ آپ ہی کی
[illegible]

اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کہتا بلکہ جو اس پر وحی ہوتا ہے وہی کہتا ہے) اور آپ ہی نے سیکڑوں پیشین گوئیاں کیں جو سب سچی نکلیں - ۱۲

غرض جب فارقلیط سے آنحضرتؐ ہی کا مراد ہونا ثابت ہو چکا اور اس بشارت کے بالکل مصداق حضور ہی ہوئے تو حضرت عیسیٰؑ کے قول سے حضور انور کی نبوت کا ابدی و دائمی ہونا اور آپکا ہر ایک چیز کی تعلیم یعنے نبوت کی تکمیل فرمانا اور راہ حق کیطرف راہنمائی کرنا اور آپکا جہان کا سردار ہونا (کہ نبی اپنی امت کا سردار ہوتا ہے) قطعاً محقق ہو گیا۔ پس جب آپکی نبوت ابدی اور آپ مکمل نبی اور رہبر راہ حق اور سردار جہاں ٹھیرے تو آپکو خاتم النبین سید المرسلین۔ پیغمبر صادق کیوں نہ کہا جائے اور آپ پر ایمان لانے سے کیوں دریغ کیا جائے ۱۲ -

دلیل (۵) (یسعیاہ باب ۵۲) دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہوگا وہ بالا اور ستودہ ہوگا اور نہایت بلند ہوگا۔ اس بشارت میں بندہ اور ستودہ کے پیارے الفاظ قابل غور ہیں اور صاف طور سے کہہ رہے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرتؐ ہی ہیں - پڑھو **اشهد ان محمد عبده ورسوله** تو معلوم ہوگا کہ اسی عبدہ محمدؐ کا ترجمہ بندہ اور ستودہ ہے پس اس بشارت میں آنحضرتؐ کے صریح نام (یعنے ستودہ کہ محمدؐ کے بالکل ہم معنی ہے) کے ساتھ آپکی اقبال مندی و برتری اعلیٰ درجہ کی رفعت کی بشارت ہے اگر آپ خاتم النبین و سید المرسلین نہ ہوتے تو آپکو صاحب اقبال بالا و برتر اور نہایت ہی بلند نہ کہا جاتا ۱۲

دلیل (۶) (توریت کتاب استثنا ۳۳ باب ۲ -) خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ وہ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی ۱۲

طور سینا پر حضرت موسیٰ کو توریت اور کوہ شعیر پر حضرت عیسیٰ کو انجیل خدا کیطرف سے ملی اور کوہِ فاران بالاتفاق مکہ معظمہ سے مراد ہے کیونکہ فاران مکہ معظمہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے اور وہیں حضرتؐ پر قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تھا پس کوہ فاران سے خدا کے جلوہ گر ہونے سے قرآن اتار نا مراد ہے۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فتح مکہ کے دن

آنحضرت کی تشریف آوری اور مجرموں اور ستمگار مشرکوں کو بذریعۂ شمشیر سزا دہی بتلا
رہی ہے کہ اس بشارت کے مصداق ہمارے حضور ہی ہیں۔ پس طرز بیان اور ترتیب
آیت توریت سے (کہ پہلے موسیٰ کا پھر عیسیٰ کا بعدہٗ آپکا ذکر کیا گیا ہے) خود ظاہر ہو گیا
کہ آپ خاتم النبیین ہیں آپکے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا۔

دلیل (۷) (انجیل متی باب ۲۱ ۴۲) یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی
نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا یہ خداوند کی
طرف سے ہے ہماری تمھاری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بادشاہت
تم سے لیجائیگی اور ایک قوم کو جو اس کا میوہ لاوے دیجائیگی جو اس پتھر پر گریگا
چورا ہو جائیگا پر جس پر وہ پتھر گریگا پیس ڈالیگا ۱۲ انتہیٰ۔ قوم عرب کا بے علمی و
بے ہنری کے سبب یہود و نصاریٰ کے پاس ناپسند رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دنیوی مال و اسباب نہ رکھنے اور بادشاہوں کی اولاد میں نہ ہونے اور یتیمی وغیرہ
کے باعث ہر ایک کے نزدیک گویا ناپسند پتھر کے مانند ہونا اور آپکا تمام جہان کے
رسول ہونیکو سب کا امر عجیب سمجھنا اور جنگ بدر میں حملہ آور قریش مکہ کو آنحضرتؐ کا
چورا چورا کر دینا اور خود آنحضرت کے لئے جس پر چڑھائی کرنیکا اتفاق ہوا اُسے آپکا چورا کر ڈالنا
(چنانچہ فتح مکہ میں اہل مکہ کا اور اس سے پہلے اہل خیبر وغیرہ کا جو حال ہوا ظاہر ہے اور
آپکے بعد صحابہ کا ایران و روم وغیرہ پر حملہ آور فتح یاب ہونا ثابت ہے) ظاہر طور پر بتلا رہا
ہے کہ اس بشارت میں قوم سے مراد عرب اور پتھر سے مراد ذات آنحضرتؐ ہے چنانچہ
صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث سے اسکی اور وضاحت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی ایک ایسے محل کی مثال ہے کہ تمام محل خوب
بنا لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی سو وہ اینٹ میں ہوں پس مجھی پر نبوت کا
سلسلہ ختم کیا گیا ۔۱۲

جب آنحضرتؐ کا اس بشارت کے مصداق ہونا ثابت ہو چکا تو بشارت مذکور
میں یہ مضمون کہ وہی (پتھر) کونے کا سرا ہوا صاف طور سے بتلا رہا ہے کہ آپ نبوت کے
محل کو ختم کرنے والے اور سب نبیوں کے آخر پیغمبر ہیں۔ لہذا آپکا نام خاتم النبیین بالکل
صحیح اور بجا ہے۔

دلیل (۸) مذہب آتش پرست کے بانی حکیم زرتشت کے خلیفہ اعظم حکیم جاماسپ (جس نے از روئے حساب نجوم قیامت تک کے ہونے والے اہم واقعات کو قلمبند کیا) کی کتاب جاماسپ نامہ سے ہم چند فقرے یہاں درج کرتے ہیں جس سے آنحضرتؐ کے بے نظیر پیغمبر ہونیکا ثبوت ملیگا "اولاد ہاشم میں ایک مرد بزرگ پیدا ہوگا جو قد میں میانہ ہے اور رنگ میں کالا نہ گورا (یعنے سانولا) خوبصورت خوش کلام۔ سحر بیان دعوی نبوت کرے گا۔ تلوار اُس کی برہان ہوگی۔ اس کا مذہب لاتوں لاتوں میں جائیگا۔ اسکی اولاد نرینہ زندہ نرہے گی البتہ لڑکی سے نام چلیگا۔ اس کا دین دن بدن ترقی کریگا پچھلے اکثر بادشاہوں کی حکومتیں اسکے زیر نگیں آجائیگی۔ تاج کی جگہ سر پہ عمامہ رکھے گا اگر اسکی ہر ایک بات بیان کروں تو کلام بڑھ جائے۔ تاہم یہ کہنا ضروری ہے ہمارے زمانہ کے رسموں کا وہ نشان تک نہ چھوڑیگا آتشکدے اسکے حکم سے مسمار کردیئے جائینگے (غرض) جو کچھ وہ کریگا کسی نے نہ کیا ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہ سب علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پائے گئے اور یہ بیان کہ اس کا دین دن بدن ترقی کریگا (اور وہ نبی) جو کچھ کریگا کسی نے نہ کیا ہوگا۔ دوسرے ادیان سے آپکے دین کی اور سب نبیوں سے آپکی افضلیت کو ثابت کرتا ہے نیز یہ کہ آپ خاتم النبیینؐ ہیں کیونکہ اگر آپکے بعد بھی کوئی نبی اور پیغمبر آنیوالا ہوتا یا حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ خاتم پیغمبران ہوتے تو ان کا ذکر بھی اس آب و تاب ورشان و شوکت کیساتھ کیا جاتا جب کسی میں ایسے نایاب اوصاف کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ثابت ہے کہ آپ خاتم و سردار پیغمبراں ہیں۔ اب ہم اپنے مدعا کے ثبوت میں چند اصحاب ہنود کے اقوال درج کرتے ہیں۔

دلیل (۹) مضمون ازلالہ کشن داس صاحب۔ حضرت محمد صاحب ولیوں کے ولی پیروں کے پیر آسمان نبوت کے سورج بادیان مذاہب کے سرتاج اور رہنمایان دین کے رہبر تھے قریباً سارا یورپ۔ کل امریکہ اور آسٹریلیا حضرت عیسیٰؑ کا پیرو کار ہے چین جاپان سیام اور چینی تاتار مہاتما بدھ کا دم بھرتا ہے مگر جس عزت، وتوقیر اور تعظیم وتکریم صدق وارادت اور پریم پریتی کے ساتھ خاتم الانبیا محمد صاحب کا نام لیا جاتا ہے کسی دیگر پیر پیغمبر۔ ولی۔ گرو۔ رشی اور نبی کا ہرگز نہیں لیا جاتا۔ یہ ساری باتیں اس امر کا یقینی ثبوت ہیں کہ حضرت محمد صاحب غیر معمولی طاقت والے غیر معمولی انسان تھے اور نوع انسان کی اصلاح کے لئے خدا کے فرستادہ تھے۔

دلیل (۱۰) اور بابو شیو برت لال صاحب ایم اے کا قول ہے۔ محمدؐ نے اپنی

زندگی میں اور وہ بھی صرف دس بارہ برس کے زمانہ میں عرب کی حالت تبدیلی کرنے میں کامیابی حاصل کرلی اور کچھ کا کچھ ہوگئے یہ زبردست قوت ارادی یہ ہمتِ استقلال یہ کار خدا میں جاں نثاری کہاں دیکھنے میں آتی ہے تواریخ میں مثالیں تلاش کرو مشکل سے اس قسم کی دوسری نظیر نظر آئیگی کیونکہ محمدؐ اپنی آپ مثال تھے۔ سچ ہے؏ الفضل ما شهدت به الاعداء۔ غیر مذہب والے بھی آنحضرتؐ کو ہر مذہب کے پیشوا سے اعلیٰ و افضل اور خاتم النبیین مانتے ہیں اب ہم یہ ثابت کرینگے کہ از روئے عقل بھی ہمارے سردار سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں۔

دلائل عقلیہ

دلیل (اول) فن اخلاق میں یہ ثابت ہے کہ فضائل (۴) چار ہیں حکمت۔ عفت۔ شجاعت عدالت۔ اور ہر فضیلت کے لئے ایک حد معین ہے اور اس حد سے تجاوز کرنا خواہ افراط کیطرف ہو یا تفریط کے جانب رذیلت کہلاتا ہے۔ پس فضائل بمنزلہ اوساط کے ہیں اور رذائل بمنزلہ اطراف کے جس طرح مرکز اور دائرہ۔ کہ مرکز وسط میں ایک ہی نقطہ ہوا کرتا ہے اسی طرح علم ہندسہ میں ثابت ہے کہ دو نقطوں کو ملانے والے خطوط میں سب سے چھوٹا خط۔ خط مستقیم ہوا کرتا ہے (جو باعتبار اور خطوط کے وسطی خط ہوتا ہے) اسی طرح اطبا کے پاس جس شخص کا مزاج اعتدال حقیقی کیطرف قریب تر ہوگا وہ صحت میں کامل پایا جائیگا غرض ان تمام امور سے ثابت ہوا کہ اصل فضیلت وخوبی اور نزدیک سے نزدیک کا راستہ۔ اور صحت وتندرستی کی اصلیت۔ اعتدال کا پایا جانا اور افراط وتفریط سے خالی ہونا ہے پس مذاہب میں بھی جو مذہب اعتدالی حالت پر ہو اور افراط وتفریط سے مبرا پایا جاوے وہ افضل المذاہب اور اس مذہب کا بانی تمام بانیان مذاہب سے افضل بالضرور ہوگا۔ چونکہ اصل فضیلت اصل صحت اعتدال کا پایا جانا ہے اور وسط کا راستہ ہی نزدیک سے نزدیک کا ہوا کرتا ہے تو یہ معتدل اور متوسط مذہب ہر قسم کے خوبیاں پیدا کرنے اور تمام روحانی بیماریوں کے شفا دینے اور سالک کو منزل مقصود تک جلد سے جلد پہنچا نیکا اعتبار اس قابل یقیناً ہوگا کہ وہ مذہب خاتم المذاہب اور بانی مذہب خاتم النبیین ہو۔ آؤ ذرا دیگر مذاہب سے اسلام کا مقابلہ کرو تو معلوم ہو جائیگا افراط وتفریط [illegible] صاف اعتدال والا مذہب یہی ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ([illegible] امت کے

سخت امزجہ کے) احکام میں بہت ہی سختی ملحوظ تھی مثلاً قتل نفس بنا بر توبہ - قطع اعضائے خاطیہ - قطع موضع نجاست - عدم جواز نماز غیر مسجد میں چربی اور رگیں گوشت کی حرام ہونا - اور چوتھائی مال زکوٰۃ دینا - عفو قصاص کا حرام ہونا - اور پچاس نمازوں کا فرض ہونا - وغیرہ وغیرہ - حضرت عیسیٰؑ کے احکام میں صرف نرمی کا ظہور تھا اور ان کے پیرؤں نے تو اور بھی آسانی کر دی - چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم میں زانی اور سارق کو مطلق سزا نہیں - تلافی تو یکطرف انصاف سے کام لینے کی بھی ممانعت ہے چنانچہ انجیل میں ہے کہ اگر تیرا بھائی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اسکی طرف پھیر دے اگر کوئی تیری عبا اتارے تو اس کو کرتا بھی اتار دے اگر کوئی گالی دے تو تو اسکے لئے دعا مانگ۔ پولوس مقدس کا یہ قول درج انجیل بھی ہے کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں (اور یہ بھی کہ حضرت مسیح اپنی امت کے گناہوں کا کفارہ ہو کر صلیب پر چڑھے) عیسائیوں میں طلاق کے متعلق اس قدر سختی کہ زنا کے سوا کسی حالت میں طلاق دی ہی نہیں سکتی - یہودیوں کے ہاں بات بات پر طلاق جائز تھی - بدھ مذہب میں حیوانات کو غذا نہ بنانے اور ان کا گوشت نہ کھانے کے لئے اس قدر سختی سے احکام ہیں کہ کسی جانور کو ذرا سی بھی زحمت و تکلیف نہ دی جائے حتیٰ کہ موذی سے موذی جانور کے ساتھ بھی انتہائے رحم و کرم کی تاکید چنانچہ سانپ جیسے قاتل جاندار کو دودھ پلانا باعث ثواب - جب اس کے برخلاف بعض مذہب میں ایسی تعمیم اور جانوروں کے متعلق وہ احکام کہ حلال و حرام تو درکنار کیا بلحاظ غلاظت و کیا باعتبار بیحیائی معدن خرابی و پلیدی ہونے کے باوجود خنزیر جیسے جانور کا گوشت تک جائز۔ اسلام کے اصول پر غور کرو (درشتی و نرمی بہم در بہ است) کے مصداق جن جانوروں کا گوشت مخرب اخلاق وغیرہ تھا وہ حرام بعضے دیگر حلال گردانے گئے اسی طرح عورتوں کے متعلق کسی فرقہ کا یہ خیال کہ مرد و عورت مساوی اور ہر معاملہ میں خواہ کیسے ہی پایہ کا ہو یہ مردوں کے ساتھ عدیل و سہیم ہیں کسی کے پاس ان کی وہ کس مپرسی کی حالت کہ زندگی تو جیسی کچھ مجبوری کیساتھ بسر کرنا ان کا فریضہ ہے - انتہائے غلامی یہ کہ ہر ایک شوہر کے انتقال کے ساتھ اپنے بھی تمام خواہشات و تمناؤں کا خون کرنے پر مجبور کیجاتی ہے اور اس کے لئے یہ واجب گردانا جاتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ زندہ درگور نہیں زندہ در آتش ہو جائے اور جل بھن کر اپنے آرزوؤں کو نہ صرف آرزوؤں کو بلکہ زندگی کو بھی خاک کر دے - اگر عقلاً مذموم سمجھکر یہ

طریقہ ترک بھی کر دیا جائے تو یہ حکم ضرور قائم رہے کہ مرد کے انتقال کے بعد عورت
کسی مصرف کی نہ رہے بلکہ اس کو ہر حیثیت سے اس قدر ذلیل و ناکارہ رکھا جائے کہ
اس میں اور بڑے سے بڑے مجرم غلام میں کوئی فرق نہ پایا جاسکے۔ اسلام ہی ایسا
اعتدال والا مذہب ہے جس نے ایک طرف تو الرجال قوامون علی النساء
کہکر عورتوں کے نقصان عقل کو بڑھنے سے روک رکھا اور ان کے حد اعتدال پر قائم رہنے کا
ذریعہ پیدا کر دیا اور دوسری طرف (وعاشروهن بالمعروف) کے خطاب سے
عورتوں کو ہر قسم کے ظلم و ستم سے مامون بنا دیا۔ اور خاوند کے انتقال کے بعد ایام عدت
گذارنے کے بعد عام آزادی دیدی کہ عقد ثانی جس سے چاہے کرلے۔ تمام دنیا کے کسی مذہب کو لو
اور اس کے احکام کا مطالعہ کرو تو ضرور تمہیں یا افراط کا پتہ چلیگا۔ یا تفریط کا۔ سوائے
مذہب اسلام کے کہ ہر طرح کی زیادتی سے مبرا اور اعتدالی و وسطی کیفیت سے ممتاز ہے
پس اعلی درجہ کی حکمت اور اعلی فضیلت والا اور بندہ کو خدا تک نزدیک سے نزدیک کے
راستہ سے پہنچانے والا مذہب اگر ہے تو یہی متوسط و معتدل مذہب اسلام ہے۔ لہذا اس کے
ہوتے کسی دوسرے مذہب کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے مذہب اسلام خاتم المذاہب
ہے اور اس مذہب کے بانی جس کا مبارک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے خاتم النبیین ہیں۔
دلیل (دوم) اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ مذہب ایک فطرتی چیز ہے کسی انسان کو
مذہب سے بغیر گزیر نہیں۔ قدیم زمانہ سے تمام انسانی گروہوں میں خواہ وہ وحشی و جاہل
ہوں یا مہذب اور شائستہ ہوں کوئی نہ کوئی مذہب ضرور شائع و ذائع ہے اگرچہ لفظ مذہب کے
معنی کا حقیقی مصداق بہت کم انسانوں نے سمجھا ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ بہتر سے بہتر
مذہب کس کو کہنا چاہئے اور کامل و مکمل مذہب کی کیا تعریف ہے۔ آج جبکہ علوم و فنون کا
آفتاب نصف النہار پر ہے اور تمدن و شائستگی زمانہ میں پھیل چکی ہے اور قوانین قدرت
اور نوامیس فطرت کے سربستہ راز کھلتے جارہے ہیں فطرت کے ان تمام مرحلوں کے طے کرنیکے بعد
علمائے یورپ نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اس عالم کے لئے ایک خالق ہے جو حکمت
اور قدرت والا ہے اور تمام صفات کمال کے ساتھ متصف اور ہر قسم کے عیوب اور
نقائص سے منزہ اور مقدس ہے اس نے عالم کو ایک خاص نظام کے مطابق پیدا کیا ہے۔
اس کے بعد علمائے یورپ نے نظام عالم کا و نوامیس فطرت کا استقراء کرکے یہ رائے قائم کی

کیونکہ خالق عالم کسی چیز کا محتاج نہیں ہوسکتا بلکہ اُس کی ذات مخلوقات سے مستغنی ہے پھر علمائے
یورپ کا قول ہے چونکہ خدا کے افعال عبث اور متناقص ہونیکے عیب سے منزہ ہیں" اس لئے وہ
عبادت جو خدا کو مرغوب ہونی چاہئے وہ ان قوانین فطرت کے مطابق ہو جو کائنات پر مسلط
ہیں اور ان رغبات و احساسات کے مناسب ہو جو انسان کی جبلت میں پیدا کئے گئے ہیں۔
ان مجموعہ بیانات کی بنا پر علمائے یورپ کے ایک گروہ کثیر نے اپنا طبعی مذہب ایجاد کیا ہے۔ اس موضوع
[illegible] (Charles Simmons) نے جو اس جدید مذہب کا سرگرم ممبر اور معاون
ہے لکھا ہے کہ ہم [illegible] زندگی میں وہ فرض ادا کرتے ہیں جو خدا نے اپنی عنایت سے ہمارے لئے قرار
دیا ہے اور جب ہماری زندگی ختم ہو جائیگی تو جزا و ثواب کا اُس کو اختیار ہے اُس کے بعد
اُس نے ثواب و عقاب کے اسباب کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتا ہے کہ "جو چیز انسان
کے لئے باعث ثواب ہو سکتی ہے وہ اپنی خاص قوتوں کی اطاعت اور نیک کام کرنا ہے
انسان کا خاص فرض یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کی حفاظت کرے اور اُن قوتوں کو ترقی
دینے کی کوشش کرتا رہے جو اس میں ودیعت کیگئی ہے اپنے بھائیوں سے محبت اور اُنکی
خدمت کرے خالق کے ساتھ محبت اور اُس کی عبادت کرے۔ بیشک فرائض کا ادا کرنا
اور نیک کام عین عبادت ہے محبت و اخلاص عین نماز ہے (مخفی نرہے کہ اس جدید مذہب
کے پیرو ہماری عبادت کو ناپسند نہیں کرتے بشرطیکہ اُس عبادت میں اخلاقی یا روحانی فائدہ
ملحوظ رہے اور اُسکی غرض و غایت صرف دلوں کو زندہ اور پاک کرنا ہو) اپنے وطن کی اخلاص
کے ساتھ خدمت کرنا خدا کی عبادت ہے یہ طبعی مذہب اور یہی طبعی عبادت ہے ہمارے
مذہب کے تمام اصول بالکل واضح ہیں جن میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے اُس کے اصول یہ
ہیں کہ ایسے خالق کے وجود کا اعتقاد رکھنا جو ہر چیز پر قادر ہے اور جس کو کوئی چیز متغیر نہیں
کر سکتی اُس نے تمام عالم کو پیدا کیا ہے دنیوی زندگی کے بعد اُخروی زندگی ہوگی جس میں
انسان کو اپنے نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملیگا یہ ہمارا اعتقاد ہے اور ہماری نماز یہ ہے کہ
ہمارا دل خدا کی محبت اور نیز انسان کی محبت سے لبریز ہو اور فرائض کے ادا کرنے میں
ہمارا ارادہ مستحکم ہو اور بھلائی اور خیر کے کرنے میں ہم خدا کے تابع رہیں۔ یہ ہے وہ مذہب
جو اعلیٰ ترین منازل علم طے ہونے اور عقل فکمال کے ایک حد تک بوجہ اتم حاصل ہونیکے
بعد ایجاد ہوا ہے جس پر اُنیسویں صدی کے علما فخر کرتے ہیں غور کرو تو ثابت ہوگا کہ اس

مذہب کے تمام اصول جزئیات سے کلیات تک مذہب اسلام کے آفتاب کی ایک شعاع اور اس کے بحر ذخار کا ایک قطرہ ہے اس مذہب میں وہ کون اصول ہے جو اسلام نے نہ بیان کیا ہو وہ کونسی نئی بات ہے جو اسلام اُس کے اظہار سے قاصر رہا ہو ہم قرآن مجید کے چند آیات کریمہ اور ایک دو احادیث یہاں درج کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلامی اصول ان استقرائی اصول سے بدرجہا بہتر و برتر اور کامل و مکمل ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر لیس کمثلہ شیٔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ - افحسبتم انما خلقنکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - واعبد ربک حتی یاتیک الیقین - ان اللہ لغنی عن العلمین - وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (حدیث) التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ - وکل مومن اخوۃ -

مندرجۂ بالا آیات و احادیث (جس سے اسلام کے صرف معدودے چند عقائد کی تشریح ہوتی ہے) سے ثابت ہوچکا کہ اسلام کے عقائد بالکل علم و عقل کے ساتھ مطابق اور قوانین فطرت کے ساتھ پوری طرح موافق ہیں - پس اُس کے ہوتے کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہیں - پس اسلام ہی لابدی مذہب ہونیکے قابل ہے اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں -

دلیل (سوم) ہمیشہ جدید پیغمبر کی ضرورت اُسی وقت لاحق ہوتی ہے جبکہ سابقہ مذہب میں کسی قسم کا نقص اور غلط فہمی پیدا ہو یا پہلے سے زیادہ مسلمہ عقائد و ذرائع وصال ربانی یعنے عبادات و معاملات کے متعلق خدائی احکام دریافت طلب ہوں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جیسے جیسے انسانی عقل درجہ کمال پر پہنچتے جائیگی ویسے ویسے اُسکو جدید مذہب کی ضرورت محسوس ہوتی جائیگی - کیونکہ پہلا مذہب جس عقل کے موافق ہوگا ترقی یافتہ عقل اُسکو منظور نہ کرے گی اور اصلاح کماحقہٗ حاصل نہوگی - پس اگر ہر شئے کی ترقی کی ایک حد معین ہوجائے تو ایک ایک مذہب بھی معین ہوجائیگا جو انتہائے ترقی کے موافق اعلیٰ اعلیٰ اصول رکھنے والا ہوگا اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ خود فطرت نے اشیاء کی تدریجی ترقی کی ایک حد معین کردی ہے اور عالم ارتقا اور

انعدام کا سلسلہ جاری ہے مثلاً علم الحیات میں یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ پروٹوپلازم (ماءالحیات) مدارج ارتقاء طے کرتے کرتے مدت مدید میں آخر احسن تقویم کے رتبہ پر پہنچ کر خلعت انسانی سے سرفراز ہوا اور یہاں ارتقائے صوری کا سلسلہ ختم ہو گیا یہی حال مذاہب عالم کا ہے مثلاً اس وقت علم بیالوجی (علم الانسان) کی رو سے خدا کے وجود کا یقین نسل انسانی کے آغاز سے شروع ہوا ہے اور ہر زمانہ میں گونا گوں شکلوں میں ظاہر ہوتا رہا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ یقین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے توحید کامل کی شکل میں جلوہ گر ہو کر مکمل ہو گیا۔ اب اس سے آگے کوئی اور درجہ نہیں ہے کیونکہ آپکی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی تھی جبکہ دنیا کی مذہبی اخلاقی اور تمدنی ضروریات بہت وسیع ہو چکی تھیں۔ لہذا آنحضرت نے ایک ایسا مکمل قانون اور ایسی مضبوط شریعت دیدی جو انسان کے تمام دنیاوی [illegible] اخلاقی اور تمدنی ضروریات کو کافی اور سب پر حاوی [illegible] غرضکہ اسلام کے جس قدر حقوق و انصاف کی تفسیر ہوتی گئے اور دیگر مذاہب کے اصول سے اسکا مقابلہ کرتے گئے تو تمام کمالات ذکر کے ہر لفظ کے معنی آئینہ ہو جائینگے اور سمجھ میں آجائیگا کہ اسلام ہی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی یافتہ عقل انسانی کے موافق مذہب ہے اور اس کمال کے ساتھ اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں کہ جس کے بعد کوئی اور حد باقی نہیں۔ ایک عیسائی فلاسفر لکھتا ہے کہ اسلام کے نئے مذہب پانی کی ضرورت ہے [illegible] [illegible] کی مذہبی [illegible] اس میں دیکھا گیا ہے اور ایسے [illegible] ہیں کہ جن پر عمل کرنا [illegible] اور ایمان بالغیب ہی رکھنا ہے۔ انتہی۔ بہت سے متقی اور برگزیدہ عیسائی بھی نظر کرنیکے بعد ایک فلسفی عیسائی کا اسلام کے متعلق یہ قول اسلام کی اعلیٰ خوبی کی دلیل ہے ایسے اعلیٰ درجہ کے مذہب کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خاتم النبیین کہا جائے تو ضرور بجا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

دلیل (پنجم) آنحضرت کی بعثت کے وقت جو زمانہ کی ابتر حالت تھی اس پر نظر ڈالو علی الخصوص عرب کی حالت پر غور کرو اور بتلاؤ کہ اخلاقی اور روحانی خرابیوں میں سے کونسی خرابی اس وقت موجود نہ تھی۔ فن اخلاق کے تمام رذائل عام تھے ہر قوم گمراہ توحید و خدا پرستی کا نام و نشان تک ندارد۔ سب کے عقائد باطل۔ افعال شرمناک۔

اخلاق سراسر ناپاک - بات بات پر خونریزی جانی دشمن برسوں جنگ و جدال.
شقاوت - سنگدلی - بےحیائی - قزاقی - اولاد کشی - بےرحمی ظلم و ستم - کفر و
شرک - غرض جس برائی کا نام لو گے اُس کو اس زمانہ میں بالخصوص قوم عرب میں
موجود پاؤ گے جس مذہب نے ایسی اشد شقاوتوں خرابیوں کو یعنی کفر و الحاد کو
مٹا دیا ہو اور نہ صرف مٹا دیا ہو بلکہ ان کو فضائل سے شقاوت کو سعادت سے
کفر و شرک کو توحید و عرفان سے - بدل دیا ہو اور ذرا عرصہ میں ظلمت کے بجائے نور
اور ظلم و ستم کے عوض عدل و انصاف پھیلا دیا ہو جس نے تھوڑی مدت میں سرکش متکبری
ہوئی مخلوق ذلیل قوم عرب کو اعلیٰ درجہ کی شائستہ - مہذب و متمدن - پارسا نیکوکار
رحمدل قابل تقلید ذی عقل صاحب سلطنت قوم بنا دیا ہو کیا اس مذہب سے بہتر
دوسرا کوئی اور ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ اسلام میں یہ قوت ہے کہ
ہر قسم کی خرابی کی خواہ وہ خرابی جسمانی ہو یا اخلاقی روحانی ہو یا تمدنی اچھی طرح
بیخکنی کر سکتا ہے اور اُن خرابیوں کی بجائے خوبیاں پیدا کر دینا اُس کا کام ہے جس
مذہب میں یہ قوت ہو ہر عقل سلیم یہ کہہ اُٹھے گی کہ وہ مذہب علیٰ سے اعلیٰ ہے اور اُس کے
ہوتے کسی مذہب کی ضرورت نہیں اور اس مذہب کا بانی بے شک و شبہ خاتم النبیین
ہے اور ضرور ہے۔

دلیل (پنجم) تمام اقوام عالم (سوائے ایک پست خیال گروہ کے جس کی کل کائنات
مادی اور مادیات پر منحصر ہے) کسی نہ کسی ہادی اور پیغمبر کو واجب الاحترام سمجھتی ہیں
اور ایک نہ ایک بانی شریعت کی حلقہ بگوش ہیں - اگر تمام مذاہب پر نظر ڈالی جائے تو
قدر مشترک مذاہب ایک اعلیٰ و ارفع ذات کامل الصفات کا تخیل اور اُسکے ساتھ
ارواح انسانی کا رابطہ قدیم ہے - ہادیان اُمم کا احترام بھی صرف اسی وجہ سے ملحوظ
رکھا جاتا ہے کہ وہ اس تخیل اور رابطے کے پیدا کرنیکے من جانب اللہ وسائل ہوا کرتے
ہیں - یہ امر واقعی ہے کہ اگر انسان اپنی ابتدائی حالت پر غور کرے اور پھر اس
ترقی اور امتیاز پر نظر ڈالے جو اسے تمام کائنات میں حاصل ہے تو واضح ہو جائیگا۔
کہ انسان صرف اس مادی جسم کا نام نہیں بلکہ اس مادی جسم کے علاوہ ایک ایسا جوہر
مخفی ہے جس کی ماہیت اگرچہ ہم کو معلوم نہیں مگر اسکے آثار نہایت وضاحت کے ساتھ

اُس کے موجود ہونیکی شہادت دیرہے ہیں یہی جوہر انسانیت کا مصداق ہے اور اسی سے
انسان کو دیگر حیوانات سے امتیاز حاصل ہے۔ مگر افراد انسانی جس طرح مدارج مادیات
میں مختلف ہیں اُسی طرح مراتب روحانیت میں بھی متفاوت ہیں ان میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ
افراد وہ ہیں جو اثرات مادیت کو تقریبًا اپنے مجاہدات اور ریاضات سے فنا کر سکتے ہیں
اور وہ کامل الخلقت بھی ہیں۔ جو نفوس ذکیہ اس قدر قوی الروحانیت ہیں وہی مسند آرائے
رشد وہدایت وہی رمز شناس عالم فطرت مستاصل شقاوت موسس سعادت مہبط علوم
رسالت حامل عقل نبوت ہوتے ہیں۔ ان میں سب کے سب مساوی الدرجہ نہیں ہوسکتے
پس جو روحانیت کا فرد کامل و مکمل ہو اسی کو ہدایت کبریٰ حجت عظمیٰ آفتاب تکمیل سر
تنزیل سید المرسلین خاتم النبیین کہنا چاہیئے۔ اب ہم عقلی معیار سے دیکھیں گے ان
خطابات کے مستحق تمام مذاہب کے بانیوں میں سے کس مذہب کا بانی ہوسکتا ہے
ہدایات عظمیٰ کے لئے امور ذیل عقلاً ضروری ہیں۔

(۱) عرفان اتم یعنے حقائق غیبیہ بغیر کسب و اکتساب تعلیم و تعلم اتصال مبدءِ قدس
کی وجہ سے حق الیقین کے طور پر اُس کے قلب پر فائز ہوں۔

(۲) انجذاب کامل۔ یعنے اس کی سیرت ملکی صفات الٰہیہ کا عکس اور اس کی
صورت ظاہری جمال الٰہی کا آئینہ ہو اس کی روحانیت کبریٰ سے تمام سلیم اور سعاد
روحیں جنسیت کیوجہ طبعی میلان رکھتی ہوں۔

(۳) نصرت غیبی جس سے یہ مقصود ہے کہ جنود الٰہیہ اس کے ہمرکاب ہوں اور وہ
ایک بالاتر ہستی اور جلیل و جبار ذات پر بھروسہ کر کے تمام مادی طاقتوں بیحقیقت
شیطانی قوتوں اور ہر قسم کی رکاوٹوں کو نیست و نابود کر سکے۔

(۴) تکمیل شرائع جس کا منشاء یہ ہے کہ تمام افراد انسانی کو وہ ایک ایسے جامع اور معتدل
اصول کیطرف رہبری کر سکے جو بلادیان سلف کی ہدایات کا عطر اور جوہر ہو۔ اور ایسی
نافع اور عام دوا تجویز کرے جو ابداً لآباد کیواسطے کافی اور شافی ہو۔

(۵) زندۂ اعجاز جس سے مراد یہ ہے کہ وہ غیر سلیم الفطرۃ انسانوں کو مغلوب کرنیکے
واسطے کوئی فوق العادت یادگار چھوڑ جائے جو اس کی غیبت میں بھی دشمنان حق کو ساکت
کرنیکے اور سلیم الطبع انسانوں کیواسطے سرچشمۂ ہدایت ہو۔

(۶) خلافت الٰہی جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نظم و نسق کائنات کو اُن ربانی ضوابط پر قائم کرے جو حقانیت و صداقت کو تباہی سے بچالے۔

(۷) اعلیٰ قوت تکمیل - یہی وہ مہتم بالشان خصوصیت ہے - جو کمالات علم و عمل کا نمایاں نتیجہ ہے - کامل بننا آسان ہے - کامل بنانا دشوار ہے۔ فرائض نبوت کو ادا کرنا سہل ہے لیکن اوروں کو کمالات نبوت سے آراستہ کرنا بہت مشکل - جب تمام شرائط سابقہ کسی اعلیٰ روحانیت میں جمع ہو جاتے ہیں اُس وقت قوت تکمیل بدرجۂ اتم پیدا ہو سکتی ہے۔

جس بانی مذہب میں یہ اوصاف جامع طور پر پائے جائیں گے وہ یقیناً اعلیٰ و ارفع ہادی ہوگا - اب تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب یہ ہیں یہود - مسیحی - مسلم - ہنود - بودھ - مجوس - اگرچہ اور بھی چند مذاہب ہیں مگر اُنکی شان و عظمت اس درجہ پر نہیں ہے - لہذا ہم انھیں مذکور مذاہب کو مابہ البحث ٹھیراتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب کے بانیوں میں سے کس مذہب کا بانی مکمل اور متذکرہ اوصاف سے متصف ہے ہنود کے پیشوائے اعظم سری کرشن جی مہاراج کی تعلیم میں عبدیت و معبودیت کا رشتہ اس قدر مستحکم نہیں ہو سکتا جس قدر خلق اللہ کو ضرورت ہے جب عبد اور معبود حقیقتہً ایک ہی ہوں اور تعینات محض وہم و خیال تو کون عبد کون معبود کیسی ترغیب کہاں کی ترہیب - بودھ مذہب کے بانی - بدھ دیوجی مہاراج کی تعلیم صرف گداپانہ اور جوگیانہ زندگی بسر کرنا کمال انسانیت قرار دیتی ہے جو دنیا کی بربادی اور در حقیقت آبادی کے ویرانی کا سبب ہے۔

مجوسیوں کے پیشوا جناب زرتشت خواہ کیسی ہی معرفت و کمال رکھنے والے ہوں مگر اہرمن اور یزداں کے باہمی جنگ کو ہرگز عقل مان نہیں سکتی اور آتشکدہ کی عظمت عقل و تمیز کی روشنی رکھنے والوں کے دل میں کبھی جاگزیں نہیں ہو سکتی - دیگر مذکورہ اُمور میں یہ حضرات کوئی بلند پایہ نہیں رکھتے خصوصاً تکمیل شرائع اور زندہ اعجاز وغیرہ میں کہ یہ رہنما صاحبین عہد عتیق کے متبعین تھے اور زندہ اعجاز کے عوض صرف ان کے کراماتی افسانے باقی ہیں - یہود کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا علم و عرفان ایک حد تک بیشک کامل تھا مگر مکمل تعلیم ان کی بھی نہ تھی الوہیت کا یہ تشبیہی خاکہ کہ

وہ خداوند جو پانی پر حرکت کرے وہ خداوند جس کے واسطے بچھڑا ذبح کیا جائے وغیرہ وغیرہ کیونکر ایک فلسفی دماغ کا خدا ہو سکتا ہے۔ اگر عوام کی تفہیم کے لئے یہ تشبیہیں بیان کی گئی تھیں تو تکمیل تعلیم ہونیکی حیثیت سے تنزیہی اشارات کا موجود ہونا بھی ضروری تھا یہی نقص بائبل کی طرح ویدوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مسیحی قوم کے نبی حضرت عیسیٰؑ اگر اپنی زبان سے باپ باپ نہ فرماتے اور ابوت و بنوت کے مطلب کو صاف صاف ارشاد فرما دیتے تو توحید کے جگہ تثلیث کا تسلط نہ ہوتا اور آپکے متبعین آپکی تعلیم کا یہ اثر نہ لیتے کہ خود آپ ہی کو خدا کا بیٹا کہہ بیٹھیں۔ انجذاب کامل میں بھی یہ دونوں پیشوایان بنی اسرائیل کوئی بلند پایہ نہ رکھتے تھے۔ کہ حضرت موسیٰؑ فرعون و بنی اسرائیل پر پورا قابو نہ پا سکے حضرت مسیحؑ یہود کو کیا جذب فرماتے کہ آپ کا خاص مصاحب (حواری) یہودا ہی کو اپنا دشمن بننے اور اپنے پر لعنت کرنے سے نہ روک سکے زندہ اعجاز بھی ان دونوں پیغمبروں نے نہ چھوڑا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا جو ثعبان مبین ظاہر ہوتا رہا انھیں کے ساتھ گیا اور حضرت عیسیٰؑ کا مُردوں کو جلانا آپکی تشریف فرمائی کے ساتھ ساتھ ختم ہو گیا۔ تکمیل شرائع بھی حضرت موسیٰؑ نے فرمائی نہ حضرت عیسیٰؑ نے کہ ان دونوں پیغمبروں کی رسالت عام نہ تھی بلکہ صرف بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی حضرت عیسیٰؑ تو کسی شریعت کے بانی ہی نہ تھے اور موسیٰؑ کی شریعت معتدل نہ تھی جو عام طبائع انسانی کے موافق مزاج ہوتی خلافت الٰہیہ کے لحاظ سے بھی یہ دونوں انبیاء علیہما السلام کسی جلیل حکومت پر فائض ہوئے ان مقدس حضرات کی قوت تکمیل کی یہ حالت کہ ہزاروں بنی اسرائیل میں سے صرف ایک دو ہی موسوی ہدایت پر کاربند نکلے اور حضرت مسیحؑ کے حوارئین میں سے بعض نے تو خود مسیحؑ ہی کو گرفتار کروا دیا آپ پر لعنت کی بعضوں نے یہود وغیرہ کے خوف سے روپوشی اختیار کی۔ اور حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھنے دیا وغیرہ وغیرہ۔

دنیا کے عظیم الشان مذاہب کے تمام رہنماؤں کے مختصر حالات اور اُن کی نمایاں خصوصیات بیان کر دیئے گئے اب صرف ایک مذہب جس کا نام اسلام ہے اس کے پیشوا مفخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہیں آپکی ذات جامع الصفات کے حالات اور آپکی شان والا بھی انصاف سے ملاحظہ ہو۔

آپکا عرفان۔ الوہیت کے متعلق آپ وہ جامع مضمون کی تلقین فرماتے ہیں کہ جس میں

کامل وحدانیت جلوہ نما ہوتی ہے۔ پڑھو قرآن مجید کی آیت لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ
اور عام طبائع کی تفہیم کی غرض یوں ارشاد ہوتا ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی
نہ سری کرشن جی کیطرح رب مخلوقات ہونے کا دعوی فرماتے ہیں نہ حضرت عیسی کیطرح
ابنیت کا اظہار بلکہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فرما کر
انسانیت والوہیت میں خاص امتیاز ثابت کر دیتے ہیں۔

انجذاب کامل کی یہ کیفیت کہ سنگدل۔ جاہل وحشی قوم عرب کو تھوڑے عرصہ
میں اپنا سچا جاں نثار بنا لیتے ہیں موسیٰ کی ہمراہی بنی اسرائیل اور عیسیٰ کے
حواریین کا آنحضرت کے صحابۂ کرام سے مقابلہ کرو موسیٰ سے بنی اسرائیل نے
یوں کہا تھا اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ
اور آپ کے اصحاب آپ سے یوں کہہ رہے ہیں کہ اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا
وَاِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ حضرت عیسیؑ کے حواریین نے بخوف جان روپوشی اختیار
کی اور آپ کو دار پر چڑھنے دیا آنحضرت کے فدائی اصحاب کا یہ حال کہ کوئی ملت
بیضائے مصطفوی کی اشاعت کی غرض اپنا کل مال ومنال لئے ہوئے حاضر ہے
کوئی بات بات پر آپکے دشمنوں کے مقابل ہونے اور آپ پر جان قربان کرنے
دل وجان سے تیار ہے۔ کوئی چاہنے والا غلامی کی مصیبت میں گرفتار اور محض آپ کی
محبت کے باعث تکلیف مالا یطاق میں مبتلا مگر درد وغم سہتے جاتا ہے اور آپ کی
محبت کا دعوی علانیہ کرتے جاتا ہے۔ کوئی فارس سے تو کوئی ملک شام سے آپکا گرویدہ
ہو ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے سیکڑوں ہیں کہ آپکے قتل کے ارادہ سے آتے ہیں اور
اپنی ہی جان آپ پر قربان کرنے تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس دعوی کی تاریخ
گواہ ہے اور غیر مذہب والے مورخین بھی ہمارے ہمنوا۔

نصرت غیبی کو آنحضرت کے ساتھ جو تعلق تھا ظاہر ہے کہ دنیا میں سب سے سرکش
اور اشد قوم پر تھوڑے ہی عرصہ میں باوجود تنہائی وبیکسی ہر طرح غالب ہو جانا
اور تمام دنیا میں آپکی حقانیت کا آوازہ پھیل جانا نہ صرف روحانی حکومت بلکہ قریب
قریب تمام دنیا کی بادشاہت آپ کو اور آپ کے جان نثاروں کو ملنا نصرت غیبی
نہیں تو پھر کیا ہے۔

تکمیل شرائع کے متعلق ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ آپکا دین متین اعلیٰ درجہ کا علم اور کمال عقل رکھنے والے طبائع کے بالکل موافق ہے اور آپکے تمام اصول جامع و معتدل ہیں۔ الخ

زندۂ اعجاز یعنے قرآن پاک اور اُس کی انتہائی فصاحت و بلاغت اُس کی جامعیت اُس کی عدیم المثالی۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے فصحا کا اس کے جیسی ایک سورت تک بنا لانے سے قاصر رہنا اور باوجود ہزاروں انقلابات کے قرآن مجید کا فقدان اور تحریف و تغیر سے بالکل محفوظ رہنا غرض وہ وہ اوصاف کہ اختصار کے ساتھ بھی انھیں لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کے کسی مذہب کا پیشوا ایسا زندہ معجزہ نہیں چھوڑا اگر ہے تو کوئی مذہب والا پیش کرے یا قرآن پاک کی نظیر پیدا کر دے۔

لئن اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتو بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ ترجمہ اگر آدمی اور جن سب کے سب جمع ہو جائیں اس بات پر کہ مثل اس قرآن کے لا سکیں تب بھی نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرے۔

قوت تکمیل۔ آپکی تعلیم نے صحابۂ کرام میں جو کمال دینی و دنیوی پیدا کیا وہ محتاج بیان نہیں صحابۂ کرام میں سے بعض کے کارنامے اپنے آپ نظیر ہیں (دیکھو سیرۃ الفاروق) آنحضرت صلعم کے دین متین کے پھیلانے میں جو کوششیں صحابہ نے کی ہیں اور اس کوشش میں وہ جس قدر کامیاب ہوے ہیں انبیائے بنی اسرائیل بھی اپنی اپنی شریعتوں کے پھیلانے میں ایسے کامیاب شاید ہی ہوے ہوں آنحضرت کی قوت تکمیل نے نہ صرف اپنے مصاحبین کو کامل بنا کر چھوڑا ہے بلکہ اپنے خصائل حمیدہ اور اوصاف ستودہ اور مکمل اقوال و افعال سے آئینے وہ قابل قدر سرمایہ فراہم کرکے دنیائے دنی سے رحلت فرمائی ہے کہ قیامت تک ہر وہ شخص جو آپکی تعلیم کے موافق عمل کریگا اور آپکے قدم بقدم چلیگا بیشک وہ درجۂ کمال پر پہنچ سکتا ہے بلکہ مکمل بن سکتا ہے۔ صحابہ کرام خصوصًا خلفائے راشدین۔ پابند احکام اسلام سلاطین اور اولیا و علمائے امت محمدیہ صلعم کے اعلیٰ کارناموں سے کون شخص ناواقف ہے۔ بتلاؤ کہ دنیا میں کسی مذہب کے بانی کو یہ قوت تکمیل حاصل ہوئی ہے۔ نہیں کسی کو نہیں۔

متذکرہ بالا تمام مضمون سے ثابت ہو گیا کہ جو جو خصوصیتیں از روئے عقل کے انسانوں میں کے فرد کامل اور ہادیٔ اعظم۔ خاتم النبیین میں ہونی چاہئیں وہ خصوصیات تمام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے کسی پیشوا میں جامعیت کے ساتھ موجود نہیں اگر یہ تمام خصوصیتیں مجموعی طور پر پائی جاتی ہیں تو صرف مسلمانوں کے پیشوا مذہب اسلام کے بانی (فداہ اُمی وابی) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں اور بس۔ پس دین اسلام خاتم ادیان ہے اور نبی اُمی اکرم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد کامل و مکمل سید المرسلین وخاتم النبیین ہیں۔ اور پھر کہتا ہوں کہ یقیناً ہیں۔

دلیل (پنجم) ہر چیز کی ایک غرض و غایت ہوا کرتی ہے اسی طرح مذہب کے بھی کچھ نہ کچھ مقصود ضرور ہو گا غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کی خاص غرض یہ ہے کہ انسان اس کے وسیلہ سے ایک ایسے زینہ پر پہنچ جائے جس سے اُس کو ہر طرح کی فضیلت وخوبی حاصل ہو سکے انسان کے لئے دو ہی مقام ہیں دنیا اور آخرت تو مذہب کا یہ کام ہو گا کہ انسان کو وہ ایسی تعلیم دے کہ یہ دونوں عالم میں بہتر سے بہتر حالت میں رہ سکے پس مذاہب میں وہی مذہب سب سے اعلیٰ و ارفع ہو گا جو انسان میں زیادہ قابلیت اور زیادہ فضیلت۔ اس بات کی پیدا کر سکے کہ وہ دارین میں اعلیٰ مراتب پانیکے قابل ہو ہم دیکھتے ہیں کہ اس خوبی والا مذہب سوائے اسلام کے دوسرا نہیں ہے اس لئے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے دارین کی بہتری کا راستہ بتایا ہے۔ اسلام صرف ایک دن کی روٹی کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کی تعلیم نہیں دیتا (دیکھو انجیل میں عیسیٰ کی دعا) بلکہ اسلام جامع دین و دنیا دعا کی تعلیم دیتا ہے (پڑھو) ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ۔ ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی خیر وبرکت دے اور آخرت میں بھی خیر وبرکت دے۔ اسلام جوگی یا راہب بن کر تارک الدنیا ہونیکی ترغیب نہیں دیتا کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام بلکہ اسلام دین اور دنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ٹھیراتا ہے (حدیث) لیس خیرکم من ترک دنیاہ لآخرتہ ولا آخرتہ لدنیاہ حتی یصیب جمیعا

فان الدنیا بلاغ الی الاخرۃ (ابن عساکر عن انس) یعنے تم لوگوں میں ایسا شخص اچھا نہیں ہے جو اپنی آخرت کے لئے دنیا کو یا اپنی دنیا کے لئے آخرت کو چھوڑے بلکہ اچھا وہ ہے جو دونو حاصل کرے کیونکہ دنیا تو آخرت تک پہنچنے کے لئے زاد راہ ہے۔ اسلام ہی نے عربوں کی جیسی سفاک جاہل مفلس مشرک۔ قوم کو اعلیٰ درجہ عرفان اور کمال علم وعقل اور دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کا مالک بنا دیا ہے اور نہ صرف انھیں باعتبار دینداری وخدا پرستی اوروں سے ممتاز کیا ہے بلکہ صاحب مال وجاہ وحشم ہونے میں بھی انھیں بے مثال ثابت کر دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام انتہا درجے روحانی ومادی ترقیوں کا ضامن ہے۔ فلا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ لہٰذا مذہب کی غرض وغایت اسلام ہی سے بوجہ اتم پوری ہو سکتی ہے اور اسی لئے یہ مکمل مذہب ہے اور اس کے ہوتے کسی اور دین کی اور اس مذہب کے بانی کی تشریف فرمائی کے بعد کسی دوسرے بانی مذہب کی ضرورت نہیں لہٰذا نبی اُمّی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں (اللہم صل وسلم وزد وبارک علیہ)

قصہ تمام گشت وبپایاں رسید عمر ما ہمچناں باوّل وصف تو ماندہ ایم

محمد حسام الدین فاضل

تیرا ہوں شیدا ترا یارسولؐ خدا اپنا جلوہ دکھا یارسولؐ خدا
ہے دل وجان میری خدا کی قسم آپ پر ہے فدا یارسولؐ خدا
تیرے ہی آپ کے چین دم بھر نہیں ہے وظیفہ مرا یارسولؐ خدا
چھوڑ کر در ترا جائے گا پھر کہاں تیرے در کا گدا یارسولؐ خدا
بیکسوں کا کہیں کوئی پرساں نہیں ہے ترا آسرا یارسولؐ خدا
کس کو جاکر سناؤں اپنا فسانہ کہوں کون ہے اب مرا یارسولؐ خدا
ہے عزیز ایک ادنیٰ غلام غریب تم ہو خیر الوریٰ یارسولؐ خدا

سید عبدالعزیز عزیز نظامی



فیض ہے ساقی کا دورِ بادہ سرجوش ہے
کوئی ہے ساغر بکف کوئی سبو بردوش ہے

کیا سرور افزا ہوائے میکدہ ہے آجکل
ساغر و مینا کے لب پر شورِ نوشا نوش ہے

سر بسر افتادِ ساغر بنگئی توبہ بھی آج
بزم میں پیماں شکن ہر لغزشِ بیہوش ہے

کیا ہوائے کیفِ مے کی ہیں بلند پروازیاں
پنبۂ مینا نہیں ہے میکشوں کا ہوش ہے

اِسطرف رندوں کے لب پر ہے جو شورِ یا غفور
مغفرت بھی اُوسطرف کھولے ہوئے آغوش ہے

مست یادِ ساقیٔ خمخانۂ عرفاں ہیں ہیں
کچھ خبر اپنی نہ کوئی کیف و کم کا ہوش ہے

ہم غلامِ ساقیٔ کوثر ہیں ہر حالت میں مست
عیشِ غم بھی ساغرِ دل میں ہمارے نوش ہے

ضبطِ بدمستی یہ اپنی رندی و مستی دیکھنا
جو لبِ پیمانہ ہے گویا لبِ خاموش ہے

ہے عجب ذکرِ حریفانِ گذشتہ کا سرور
لب پر امشب بھی ہمارے داستانِ دوش ہے

ہوش بنکر پھر اُڑی ساقی کے آنے کی خبر
پھر دلِ پر کیفیت اپنا سراپا گوش ہے

کیا ہوائے شوق کے جھونکوں نے پھر گرما دیا
دیکھنا بھڑکی ہوئی پھر آتشِ خاموش ہے

گرم ہنگامہ ہے پھر باہم نیاز و ناز کا
مہرِ الفت ہر شرر ہے شعلۂ آواز کا

غنچے گل ہونے لگے ثابت ہوئے بیدار آج
صحنِ گلزار و دو عالم ہوگیا گلزار آج

پھر نسیمِ صبح نے نرگس کی آنکھیں کھولدیں
خوب جی بھر کر نکالے حسرتِ دیدار آج

بول اٹھی سوسن کہ وہ انگڑائیاں لیکر اٹھا
سبزۂ خفتہ کی قسمت ہوگئی بیدار آج

دیکھئے کیا گل کترتی ہے نوائے عندلیب
چل رہی ہے خوب قینچی کی طرح منقار آج

ہے یہ کس کی آمد آمد کے تماشے کا خیال
چڑھتی ہیں کیوں اسطرح بیلیں سرِ اشجار آج

ہر شجر ہے لالۂ گلزار کا ساغر بکف
بادۂ عیش و مسرت سے ہیں سب سرشار آج

آسماں جھک جھک کے پھر ملنے لگا یہ ہی طرح
پھر زمانے کی یہی ہے بدلی ہوئی رفتار آج

بے نشاں گرد کدورت کا ہے عالم سے نشاں — صاف شکل آئینہ ہے ہر در و دیوار آج
چارہ ساز درد ہے چرخ کلوخ انداز بھی — بن گیا سنگ جراحت مرہم زنگار آج
ہے یہ فیض آمد عقدہ کشائے ہر دو کون — سہل سے بھی سہل ہے دشوار سے دشوار آج
خندۂ گل سے ہے پیدا نغمۂ صل علےٰ — ہے مگر محو نوید آمد سرکار آج
ابر رحمت دیکھنا قبلے کی جانب سے اٹھا — دہشت نار جہنم ہو گئی فی النار آج
دہر حادث میں ہوا نور قدم جلوہ فگن — ہو گیا عالم سراسر مطلع الانوار آج
ظلمت دنیا مٹی نور خدا پیدا ہوئے — ہو گیا روشن جمال احمد مختار آج

ہاں اٹھو صل علےٰ کہتے ہوئے تعظیم کو
ساتھ ہی فرط عقیدت سے جھکو تسلیم کو

وجہ تخلیق زمین و آسماں پیدا ہوئے — ساقی کوثر شفیع عاصیاں پیدا ہوئے
آئیں گے اب دستگیری کے مزے نام خدا — ہادی دیں حامی افتادگاں پیدا ہوئے
تہنیت خواں جن کے تھے آدم سے لیکر تا مسیح — آج وہ صل علےٰ تسبیح خواں پیدا ہوئے
آپ کے اوج مراتب کا نہ پایا جب پتا — بول اٹھے قدسی مکین لامکاں پیدا ہوئے
جن کے جلوے سے ہوئی تھی پر ضیا صبح ازل — آج وہ مہر سپہر کن فکاں پیدا ہوئے
اب مٹیں گی منزل مقصود کی دشواریاں — راہ بتلانے کو خضر گمرہاں پیدا ہوئے
موج طوفان حوادث کا نہیں اب کچھ خطر — ناخدائے کشتی اسلامیاں پیدا ہوئے
عالم علم لدنی خسرو امی لقب — کاشف راز بطون معجز بیاں پیدا ہوئے
آپ کے جلوے سے عالم یوسفستاں ہو گیا — ایک کیا لاکھوں امیر کارواں پیدا ہوئے

جنس عرفاں تھی جو مہنگی اب وہ سستی ہو گئی
خوب اب دہر میں ایزد پرستی ہو گئی

عید آراستہ کیا بزم دنیا ہو گئی — تھی جو چشم منتظر محو تماشا ہو گئی
مٹ گئی دنیا سے یکسر ظلمت شام فراق — روشنی صبح عشرت آشکارا ہو گئی
عید میلاد نبی کی دیکھنا بالیدگی — جو کلی دل کی تھی گلزار تمنا ہو گئی
وہ پڑا پرتو حبیب کبریا کے نور کا — ساحت دل کی زمیں خود طور سینا ہو گئی
دردمندان محبت کی مٹیں بے چینیاں — چارہ گر شہ کی نگاہ چارہ فرما ہو گئی

نیرِ اسلام کی بڑھنے لگی ایسی ہوا — ظلمتِ کفر و ضلالت بالکل عنقا ہو گئی
نعرۂ اللہ اکبر سے زمانہ گونج اٹھا — بند یکسر شورشِ دیر و کلیسا ہو گئی
انبیائے ماسلف کا نام روشن کر دیا — ذاتِ اقدس سے رونقِ خضر و مسیحا ہو گئی
طوطیٔ اعجازِ حضرت بولتا تھا اس طرح — کنکری بھی لی اگر مٹھی میں گویا ہو گئی
شرک و بدعت کے عوض توحید و تقوے کا ہے عمل — تھی ابھی کیا حالتِ دنیا ابھی کیا ہو گئی

ہو گئے سب محو ذکرِ ایزدِ غفار میں
قمریاں حق سرّہٗ پڑھنے لگیں گلزار میں

ہو گیا پر نور عالم مصطفٰے کے نور سے — ہم بھی آنکھیں سینکیں گے اب چراغِ طور سے
شانِ احمد سے نمایاں ہو گئی شانِ احد — صورتِ ناظر کا نقشہ کھل گیا منظور سے
آپ ہی تھے پردۂ سازِ انا الحق میں نہاں — ورنہ یہ نغمہ نکلتا کب لبِ منصور سے
شانِ کشکولِ گدائے مصطفٰے تو دیکھنا — جب یہ ٹکرایا تو ٹکرایا سرِ فغفور سے
بادہ خوارانِ محبت دیر سے ہیں تشنہ لب — اب تو کچھ ہو ایما جلد ہی نرگسِ مخمور سے
ہے تجلی زارِ طیبہ سے زمانہ بہرہ ور — فیض پایا موسیٰ نے پایا جلوہ گاہِ طور سے
بادۂ حبِ رسول اللہ سے رہتے ہیں مست — کچھ ہمیں مطلب نہیں افشردۂ انگور سے
بسملِ تیغِ نگاہِ ساقیِ کوثر ہیں ہم — بوئے مے آتی ہے اپنے زخم کے انگور سے
دردمندِ فرقتِ حضرت فغاں کرتے ہیں گر — یہ ملاتے ہیں صدا اپنی صدائے صور سے
المدد اے آفتابِ ذرّہ پرور المدد — تیرہ روزی بڑھ چلی اپنی شبِ دیجور سے
وہ اخوّت ہم میں باقی ہے نہ وہ ہمدردیاں — ہاں مگر واقف ہیں بغض و رشک کے دستور سے
فیس لیکر بحث یوں کرتے ہیں باہم لکچرار — جسطرح مزدور لڑتا ہو کوئی مزدور سے

جسطرح مٹی ہماری خوار ہے برباد ہے
یا شفیع المذنبیں فریاد ہے فریاد ہے

اس سے بڑھکر اور کیا ہو اپنی حالت اب تباہ — دیدۂ پرنم مرا اشکِ خوں میں ہے لت آہ آہ
ہم کو عرضِ حال کی اپنے ضرورت کچھ نہیں — دیکھئے چشمِ عنایت سے کہ صورت ہے گواہ
تیرگیِ اعمال کی ہے چار سو چھائی ہوئی — اس اندھیرے میں ملے کیا منزلِ مقصود راہ
شرم آتی ہے خطابِ اشرف المخلوق سے — اب تو ننگِ خلق ہیں دنیا میں ہم خالق گواہ

اپنے ہاتھوں سے مٹائی اپنی ہستی اس طرح — اپنے ہونے کا بھی آپ ہونے لگا ہے اشتباہ

اشک غم اپنے ٹپک پڑتے تھے جنکے حال پر — اب ہمارے حال پر ہنستے ہیں وہ قاہ قاہ

اب نہیں تاخیر کا موقع خدا کے واسطے — ہو ہمارے حال پر جلدی کرم کی اک نگاہ

آپ کے مہر کرم کی ہو ضیا بخشی اگر — ہو ابھی روشن نگاہوں میں جہاں ہے عالم سیاہ

ہوں سبق آموز تعلیم اخوت دل سے ہم — اتفاق باہمی کی پھر ہو پیدا رسم و راہ

ایک کا ہو ایک ساتھی ایک کا ہمدرد ایک — ہو اگر معذور کوئی دل سے ہوں ہم عذر خواہ

شان اسلام اوج پر ہو رونق دیں ہو فزوں — پھر نصیب ہر مسلماں ہو وہی اعزاز و جاہ

پھر ہوں جاری رہنمائی کے وہی اگلے طریق — پھر نظر آئے نہ عالم میں کوئی گمکردہ راہ

یا نبی یہ عرض بھی حق کی جلدی ہو قبول — خسرو ملک دکن ہو خسرو عالم پناہ

پرچم اسلام اسکے سر پہ لہراتا رہے
خلق کی حاجت روائی کو یہ آن داتا رہے



کہاں ہے گلبدن سیمیں ذقن رنگیں ادا ساقی — کہاں ہے لالہ رو خورشید سیما مہ لقا ساقی

کہاں ہے چشمۂ لطف و کرم بحر سخا ساقی — پھر اب کے سال ڈھلا جوش فیضان عطا ساقی

مرے دل کی لگی صہبائے رحمت سے بجھا ساقی
مرا جوش طبیعت پھر بڑھا ساقی بڑھا ساقی

نہیں شہد و لبن کی کچھ ہوس اے مہ لقا ساقی — نہیں درکار ہے مئے سبیل ہی لربا ساقی

نئے تسنیم کا ساغر نہیں ہم مانگتا ساقی — تمنا ہے کسے کوثر کے جاموں کی بھلا ساقی

خدارا بادۂ دیدار دلبر تو پلا مجھکو
ان آنکھوں سے مرے محبوب کی صورت دکھا مجھکو

در فیضان سے تیرے فیض ملتا ہے ہزاروں کو ... نہ خالی پھیر اپنے در سے ہم امیدواروں کو
پلائے بادۂ پرکیف ساقی بادہ خواروں کو ... ہماری بیخودی پر رشک آئے ہوشیاروں کو
نہ اترے حشر تک نشۂ وہ صہبائے محبت دے
نہ آئے ہوش اک لحظہ وہ صہبائے محبت دے

روانی پر طبیعت ساقی عیسی نفس پھر ہے ... تلاش گوہر مضموں مجھے اکے برس پھر ہے
بحار فکر میں غوطے لگانے کی ہوس پھر ہے ... بہار افزائے درِ نظم طبع نکتہ رس پھر ہے
نہ ہوگی یہ چمک یہ آب گوہر ہائے مکنوں میں
نہ ہوگی یہ روانی تا قیامت آب جیحوں میں

چلے آتے ہیں مضموں پاس سیر عرش اعلی ہے ... بجا ہے روح اگر تشبیہ اسکی وحی و القا ہے
فزوں ہے روشنی طبع شمع طور سینا سے ... مری جادو بیانی بڑھ گئی اعجاز عیسے سے
یہ ثابت ہے بلاغت مان لی ہے میری حسّان نے
مرے آگے رکھا سر عاجزی سے اپنا سحبان نے

مرے ساقی زمیں کا آسماں نے رنگ ہے بدلا ... ہوا اک زلزلہ ملنے لگا ایوان کسریٰ کا
بجھا آتشکدہ فارس کا جو عہد کیو سے روشن تھا ... ہیں آثار جلالی و جمالی دہر میں پیدا
پڑا ہے خشک لب ساوا عجب شان جلالی ہے
سماوا بن گیا دریا عجب شان جلالی ہے

ندیم شاہ فارس موبداں نے خواب دیکھا ہے ... ہراساں ہے دل اسکا صورتا اسکی وحشت افزا ہے
پڑا ہے فکر میں کہتا ہے آخر ماجرا کیا ہے ... عرب سے کیا کوئی فتنہ نیا اب اٹھنے والا ہے
یہ کیا دیکھا عرب کے اونٹ گھوڑے کھینچے لاتے ہیں
ہوئے دجلہ کے پار اب ملک میں پھیلے جاتے ہیں

گئی شیریں بیانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے ... گئی جادو بیانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
گئی وہ لن ترانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے ... گئی وہ غیب دانی اڑ رہے ہیں ہوش کاہن کے
بتا سکتے نہیں تعبیر کچھ خواب پریشاں کی

ہوئی ہے ابتو عاجز عقل اُنکے جن و شیطاں کی

سطیح شامی عالم ذہین زیرک زکی دانا ۔ مرض میں مبتلا لب پر ہے دم آخر ہے وقت اسکا

پئے تعبیر اسکے پاس سے عبد المسیح آیا ۔ ہوا سنکر سطیح احوال اُس سے اسطرح گویا

رہے دار الحکومت اب نہ بابل اہل فارس کا

رہا ہے ملک کس کا سلطنت کس کی جہاں کسکا

خرابی کا زمانہ اب تو اے عبد المسیح آیا ۔ مٹے گی شوکت قیصر مٹے گی ہولت کسریٰ

غلط ہو جائیگا ثنویت[1] کا تثلیث کا دعوا ۔ خمارہ آنکھوں میں ہو نرات قرآں کی تلاوت کا

کرے جنکو ہبل سجدہ وہ ہوں شان خدا پیدا

جو توڑیں گے سر عزیٰ وہ ہوں اہل عصا پیدا

---

[1] زردشتی دو خدا مانتے ہیں یزدان و اہرمن۔ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ ثنویت سے زردشتی مراد ہیں اور تثلیث سے عیسائی۔ [2] حضرت ختمی مآب علیہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات جب اس جہان میں تشریف لائے تو نوشیروان کے محل کو زلزلہ آیا اور وہ پھٹ گیا۔ محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ نوشیروان اس حادثہ سے بہت گھبرایا۔ اپنے مصاحبوں ندیموں موبدان کو دربار میں بلایا۔ اظہار واقعہ کرنا چاہتا تھا کہ عامل فارس نے خبر بھیجی کہ پارسیوں کی آگ جو ایک ہزار برس سے روشن تھی آج کی رات ٹھنڈی ہو گئی۔ حاکم ایلیا کی رپورٹ آئی کہ دریائے ساوہ بالکل خشک ہو گیا۔ عامل طبریہ کی عرضی آئی دریاچہ طبریہ کا مجرا بند ہو گیا۔ ایک دوسرے عامل کی عرضداشت وصول ہوئی کہ وادی سماوہ موجزن ہو گیا۔ نوشیروان کو ان اخبار سے سخت رنج و غم ہوا اور اُسنے اپنے محل کا واقعہ بیان کیا۔ موبدان جو شہر کا قاضی القضاۃ تھا اُس نے اپنا خواب دیکھا ہوا بیان کیا کہ عرب کے سرکش اونٹ گھوڑوں کو کھینچکر لاتے ہیں حتیٰ کہ دجلہ کے پار ہو گئے اور بغداد سے تمام ملک فارس میں پھیل گئے۔ نوشیروان نے اس سے خواب کی تعبیر پوچھی موبدان نے کہا کہ عرب سے کوئی نیا فتنہ اُٹھنے والا ہے مگر وہ فتنہ کیا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ شہر کے سارے کاہن اور معبران واقعات کی تعبیر میں عاجز رہے تب نوشیروان نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ کوئی ایسا عمر جہاندیدہ کو بھیجو جو ہر سوال کا جواب دے سکے۔ اُس نے عبد المسیح کو بھیجا جسکی عمر (۱۵۰) سال کی تھی۔ اُس سے بھی یہ عقدے حل نہ ہوئے اور بادشاہ سے اُس نے کہا کہ میرا ماموں سطیح (جو شام میں رہتا ہے) کے سوا یہ مشکل کسی سے حل نہ ہو گی۔ نوشیروان نے عبد المسیح کو سطیح کے پاس بھیجا

کہیں ہو غلغلہ اس بادشاہِ دیں کی بعثت کا　　کہیں چرچا ہو یارِ غارِ احمدؐ کی رفاقت کا
کہیں ہو شورِ فاروقِؓ معظم کی عدالت کا　　کہیں ہو ذکر ذوالنورینؓ کے حلم و مروت کا

کہیں ہو حملۂ حیدرؓ کا ڈر کفار کے دل میں
کہیں ہو سیفِ خالد کا خطر اشرار کے دل میں

کریں ہجرت وطن سے خاصگانِ کبریا سے ہوں　　کریں امداد انصارِ محمدؐ مصطفےٰ سے ہوں
نہ رنج ان کو مصیبت میں وہ خائف بلا سے ہوں　　خدا اُن سے ہو راضی اور وہ راضی خدا سے ہوں

بشارت اُنکو جنت کی ملے گی دارِ دنیا میں
رہیں گے بے خطر پرسش سے یہ اصحاب عقبیٰ میں

شجاعانِ جہاں ناموں سے انکے تھرتھرائیں گے　　نہ اُن کے جنگ کی میدان جنگی تاب لائیں گے
نشاں کفر و ضلالت کا زمانے سے مٹائینگے　　دلوں پر کلمۂ توحید کا سکہ بٹھائیں گے

(بقیہ حاشیہ) سطیح حالت نزع میں تھا عبد المسیح کا کلام سنکر بولا عبد المسیح جاء الی سطیح. علی جمل طلیح. وقد اوفی علی الضریح. بعثک ملک بنی ساسان. لارتجاج الایوان. وخمود النیران. ورؤیا الموبذان. رای ابلا صعابا. تقود خیلا عرابا. قد قطعت دجلة وانتشرت فی بلادها. یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوة. وبعث صاحب الهراوة. وفاض وادی السماوة. وغاضت بحیرة ساوة. وخمدت نار فارس. فلم یکن بابل للفرس مقاما. ولا الشام للسطیح مناما. یملک منهم ملوک وملکات. علی عدد الشرفات. ثم یکون هنات وکلما هو آت آت (ترجمہ) عبد المسیح سطیح کے پاس تھکے ہوئے اونٹ پر ایسی حالت میں آیا جبکہ سطیح مرنے کے قریب ہے تجھکو بادشاہ بنی ساسان نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ محل کے زلزلے اور کنگروں کے گرنے کا اور آگ کے بجھ جانے کا سبب دریافت کرے اور موبذان کے خواب (یعنے سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ لاتے اور دجلہ کے پار اتر جانے اور پھیل جانے) کی تعبیر معلوم کرے۔ اے عبد المسیح جب تلاوت قرآن ہونے لگے گی اور صاحب عصا (نبی آخر الزمانؐ) مبعوث ہونگے اور وادی سماوہ موجزن ہو جائے اور دریا ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے اُسوقت بابل شاہان فارس کا مقام تختگاہ نہو گا اور شام سطیح کی خوابگاہ نہو گا۔ لیکن جتنے کنگرے ایوانِ کسریٰ کے گرے ہیں ان کی تعداد کے موافق مرد اور عورتوں میں بادشاہ ہونے باقی ہیں۔ جب یہ چودہ بادشاہ گزر جائینگے تب طرح طرح کی سختیاں پیش آئینگی اور جو باتیں ہونے والی ہیں ہو کر رہیں گی۔

یزدگرد چودھواں بادشاہ تھا جو بزمانہ خلافت حضرت خلیفہ دوم رضؓ مارا گیا ۱۲　　نتیجیہ

ؔلہ یہ واقعہ ہے فارس کی جنگ میں مجاہدین نے جنگی ہاتھیوں سے مقابلہ کیا۔ اور ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ اسے داستان رستم

ہوا استیصالِ ملکِ شرک اُنکے تیغ و خنجر سے
وہ ہل جائے زمانہ نعرۂ اللہ اکبر سے

یہی تعبیر ہے نوشیرواں سے جا کے تو کہدے
گرے ہیں جسقدر اب کنگرے ایوانِ کسریٰ کے
انہیں تعداد میں ساسانیوں میں حکمراں ہونگے
پھر اے عبد المسیح آخر زمانہ کروٹیں بدلے

جمائے پھر تو وحدت اپنا سکہ سارے عالم میں
رسول اللہ کا پرچم اُڑے گا سارے عالم میں

ہوا رخصت سوے نوشیرواں عبد المسیح آیا
سنایا جو سنا تھا شاہ سنکر یوں ہوا گویا
زمانہ چاہیے کایا پلٹ ہونے کو صدیوں کا
کروں میں اے ندیمو آج ہی سے کیوں غمِ فردا

نہ تھا علم ان شہنشاہوں کی کم عمرِ رواں ہوگی
نہ تھا معلوم جلدی ختم ساری داستاں ہوگی

یہی شہرہ ہے عالم میں کہ شاہنشاہ آتے ہیں
جہاں میں فخرِ آدم سیدِ ذیجاہ آتے ہیں
گنہگارانِ امت کے شفاعت خواہ آتے ہیں
حبیبِ حضرتِ خالق رسول اللہ آتے ہیں

ہوا ہے جلوہ فرما خسروِ دیں بطنِ مادر میں
دماغِ اہلِ ضلال آگیا ہے آج چکر میں

مے ساقی بہارِ تازہ باغِ دہر میں آئی
گیا دورِ خزاں عالم میں رحمت کی گھٹا چھائی
گلستاں میں ہے دلکش خوشنما پھولوں کی رعنائی
پری زادانِ گلشن آج ہیں محوِ خود آرائی

وہ آرائش ہے پھولوں میں کہ گلہائے جناں صدقے
وہ زیبائش ہے جس پر نازنینانِ جہاں صدقے

نسیمِ صبح نے خوابیدہ سبزے کو جگایا ہے
مثالِ قدِ خوباں سرو نے بھی سر اٹھایا ہے
گلِ خنداں کے سر پر سنبلِ پیچاں کا سایا ہے
نئے ڈھب سے چمن کو گلشن آرا نے سجایا ہے

چمن سرسبز گل خنداں شگفتہ ہر کلی ایسی
نہ تھی اب تک ازل سے یہ زمیں پھولی پھلی ایسی

نہالانِ چمن بالیدگی سے سرکشیدہ ہیں
ثمر کے بار سے اشجار کی شاخیں خمیدہ ہیں
ہر اک تختے میں نسرین نسترن گل نو دمیدہ ہیں
اگر ہیں انتخابی پھول تو اثمار چیدہ ہیں

حسینوں کو کرے غرقابِ خجلت آبروئے گل
نہ دیکھے مہوشوں کو دیکھ لے جو آج سوئے گل

خبر کچھ بھی ہے ساقی کیوں جہاں نے رنگ بدلا ہے — زمیں نے رنگ بدلا آسماں نے رنگ بدلا ہے
نئے انداز سے کون و مکاں نے رنگ بدلا ہے — نئے طرز و روش سے گلستاں نے رنگ بدلا ہے

گلِ تازہ کی ساقی بوستاں میں آمد آمد ہے
شہِ دنیا و دیں کی اس جہاں میں آمد آمد ہے

ربیع الاول آیا مرحبا صد مرحبا ساقی — جھینا ہے طرب کا مرحبا صد مرحبا ساقی
کرم کا رنگ دکھلا مرحبا صد مرحبا ساقی — ترا ہو بول بالا مرحبا صد مرحبا ساقی

پلا دے جامِ الفت شربتِ وحدت کا ساغر دے
مرا پیمانۂ دل بادۂ پرنور سے بھر دے

ہوئے ختم الرسل شاہنشہِ ملکِ دنی پیدا — ہوئے سلطانِ دیں صلِ علیٰ صلِ علیٰ پیدا
ہیں بت غمگیں ہوئے اب بت شکن شاہِ ہدیٰ پیدا — جہاں سے کفر ہوگا دور ظلمت ہوگی ناپیدا

جہاں میں ماحیِ بدعت محمد مصطفےٰ آئے
جہاں میں حامیِ وحدت محمد مصطفےٰ آئے

پئے تعظیم اٹھو شاہِ دیں فخرِ عرب آئے — مہِ برجِ رسالت شمسِ علم امی لقب آئے
شفیع المذنبیں عالی نسب والا حسب آئے — جنابِ رحمۃ للعلمین محبوبِ رب آئے

منور ہو گیا سارا جہاں نورِ محمد سے
ہوئے روشن زمین و آسماں نورِ محمد سے

سلام اے آفتابِ چرخِ حسن و اخترِ خوبی — سراپا صورتِ رحماں ہمہ تن شانِ محبوبی
بہ مصرِ خوبروئی یوسفی در شکرِ یعقوبی — بخلت چوں خلیل اسحٰقی بشانِ صبر ایوبی

کلیم اللہ مشتاقِ کلامت یا رسول اللہ
مسیحا بر فلک زندہ بنامت یا رسول اللہ

سلام اے رحمتِ عالم شفیعِ عاصی یکتا — سلام اے مونس و غمخوارِ یکتا حامیِ یکتا
سلام اے رہبرِ یکتا سلام اے ہادیِ یکتا — سلام اے قاسمِ کوثر سلام اے ساقیِ یکتا

سلامِ بندۂ یکتا پذیر اے سید و مولا

غریبم بیکسم دستم بگیر اے سید و مولا

کرم کی ہو نظر مجھ پر یہی دل کی تمنا ہے — بلا لو در پر اے سرور یہی دل کی تمنا ہے
دکھا دو روضۂ انور یہی دل کی تمنا ہے — یہ سر ہو اور وہ سنگِ در یہی دل کی تمنا ہے

تمہارے آستاں پر نبض چھوٹے یا رسول اللہ
مرا دم روضۂ اقدس پہ ٹوٹے یا رسول اللہ

ہوئے تم جسکے پھر کیا اسکو فکر دین و دنیا ہو — ملیں دو نو جہاں کی نعمتیں مجکو جو تم چاہو
تمھیں مقصد مرے دل کی تمھیں میری تمنا ہو — تمھیں مولائے یکتا ہو تمھیں آقائے یکتا ہو

کہاں جاؤں میں کہلا کر تمھارا یا رسول اللہ
میں ڈھونڈوں غیر کا کیونکر سہارا یا رسول اللہ

سید فریدالدین یکتا

لیلۃ المعراج

وہ شب نور بخش بینائی — جس سے پُر نور چشم سلمائی
وہ شب مشکفام عنبر بیز — جس پہ صدقے جمالِ لیلائی
باہزاراں ہجوم حسرت و شوق — لے کے مژدہ وصال کا آئی
وہ نبی جس کے نور تلقین سے — عقل تیرہ نے روشنی پائی
جس کے شیدا ہیں جبرئیل امین — جس کے میکال ہیں تولائی
وہ نبی جس کا مدعائے ظہور — چہرہ پرداز عالم آرائی
جس پہ قرباں ہو آفتاب رخی — جان دے جس پہ ماہِ سیمائی
وہ نبی جسکو ہو کے بے پردہ — صورت اپنی خدا نے دکھلائی
منحصر تھی ظہور پر جس کے — دو جہاں کی ظہور آرائی

وہ نبی جس کا نقطۂ خلقت
مرکز دور چرخ مینائی

صفوۂ آدمؑ تھی جس سے عیاں
نوحؑ کی جس میں کارفرمائی

جس میں فضل و نوال ابراہیمؑ
جلوہ گر با کمال زیبائی

جس میں ایثار و بذل اسمٰعیلؑ
جس میں اسحاقؑ کی تھی رعنائی

جس سے ظاہر وقار یعقوبیؑ
عیصؑ کی جس میں جلوہ پیرائی

حسن وہ غارت آفرین شکیب
جسکی یوسفؑ کریں زلیخائی

جلوہ گر جس میں لحن داؤدیؑ
تھی سلیمانؑ کی جس میں دارائی

جس میں صبر و رضائے ہارونیؑ
جس میں جاہ و جلال موسائیؑ

جس سے ظاہر شعیبؑ کی عزت
جس میں ایوبؑ کی شکیبائی

زکریاؑ کا تھا جس میں سوز و گداز
جس میں یحییٰؑ کی خلق آرائی

پے مردہ دلانِ منزل شوق
جس میں عیسےٰؑ کی تھی مسیحائی

جس میں اوصاف انبیا تھے تمام
جس میں تھے سب فضائل آبائی

تھا کسی رات اک چٹائی پر
انجمن ساز کنج تنہائی

دل سے ہوتی تھی راز کی باتیں
ہمزبان خامشی و گویائی

صدقے ہوتی تھی دل سے وقت کلام
لب جان بخش پر مسیحائی

جسکا جان بخش ہر کرشمۂ ناز
دل فزا جسکی طرز رعنائی

جسکا ادنیٰ سے آئینہ بردار
شور ہنگامۂ خود آرائی

دل جمال ازل کا پروانہ
جان حسن ابد کی شیدائی

سر جھکاتا ہے اپنے سجدے کو
جسکی چوکھٹ پہ فرِّ دارائی

بڑھ گئے زنجیر در بصد آداب
جبرئیلؑ امیں نے کھڑکائی

سنکے آواز کھٹ کھٹانے کی
پوچھا حضرتؐ نے کون ہے بھائی

عرض کی میں ہوں یا رسول اللہؐ
آپکا جان نثار شیدائی

سنکے یہ وہ مدار کن فیکون
یوں ہوا کام بخش گویائی

کیوں نزول آپکا ہوا اسوقت
آج کیا دل میں آپکے آئی

عرض کی آج داور داوار
سے چلئے کرتا ہے یاد فرمائی

نگہ شوق فرش راہ کئے | منتظر ہیں تمام شیدائی
الغرض وہ حقیقت دوجہاں | سن کے یہ مژدۂ دل آسائی
مدعا تھا جو قابل تسلیم | بات تھی لائق پذیرائی
ہو گیا بیقرار چلنے کو | عشق نے برق شوق چمکائی
ہر طرف نزہت آفریں تھا سماں | ہر طرف تھی نشاط آرائی
ہر طرف لالہ کار تھی قدرت | ہر طرف اک بہار تھی چھائی
چرخ نے نیلگوں ردا اپنی | سرخ رنگ شفق میں رنگوائی
بن گئے پھول قلب افسردہ | کھل گئی جو کلی تھی مرجھائی
شب اسریٰ سواری حضرت ﷺ | جب چلی با ہزار زیبائی
گزرا یوں چرخ نیلگوں سے براق | جسطرح خردبیں سے بینائی
وہ براق حسیں سبک پرواز | دھیان میں بھی نہ جسکی چال آئی
سامنے جس کی تیز بالی کے | پر شکستہ تھا مرغ بینائی
اور حسیں وہ کہ زیر پا جس کے | خاک پامال ناز رعنائی
انبیاء نے بھی آسمانوں پر | آمد آمد کی جب خبر پائی۔
مرحبا کہہ کے بہر استقبال | بڑھ کے حضرت ﷺ کی کی دل افزائی
ہر طرف وہ ملائکہ کا ہجوم | حور و غلماں کی وہ صف آرائی
ہر قدم پر نثار تھا محشر | ہر قدم پر تھی محشر آرائی
ہر قدم پر تھی لوٹتی جاتی | زیر پا فرش تکلے رعنائی
باتجمل سواری حضرت ﷺ | سدرۃ المنتہیٰ پہ جب آئی
پیچھے پیچھے تھے جبرئیل امین ؑ | آگے آگے ہجوم رعنائی
خوف و دہشت سے رہ گئے جبرئیل ؑ | نہ رہی تاب گام فرسائی
اترے رفرف سے جس گھڑی حضرت ﷺ | یک بیک غیب سے صدا آئی
عرش و کرسی کی اے حبیب مری | کیجئے بڑھ کے عزت افزائی
جب بڑھا ناز سے شہ خوباں | بن گیا ناز حسن شیدائی
ہر قدم تاج بخش عرش بریں | ہر نفس معجز مسیحائی۔

دھوم تھی فخر انبیاء ہی آج | حجلہ آرائے جلوہ فرمائی
سر جھکائے ہوئے نیاز ادھر | ناز او دھر محو ناز یکتائی
وہ مرتب عمامۂ عربی | جس پہ قربان ہزار زیبائی
وہ دوش پر وہ چھٹے ہوئے گیسو | جلوہ گر جس سے شان بطحائی
جس کا ہر حلقہ سوید آتاب | نقطۂ انتخاب رعنائی
وہ ردائے مخطط یمنے | دلفریبانہ دوش پر آئی
وہ سراپائے نور تھی جسمیں | شان رحمت کی جلوہ آرائی
صبح تھی شمع رخ کی پروانہ | شام تھی گیسوؤں کی شیدائی
دیکھکر جن کو محو آرایش | آئینہ بنگئی خود آرائی
پھر وہاں سے مقام ادنیٰ ہیں | طرفۃ العین میں جگہ پائی
بڑھ گیا شوق دید حد سے سوا | حسرتیں بنگئیں تماشائی
جوش تھا اختلاط باہم میں | گرم تھی بزم صحبت آرائی
اٹھگیا درمیان سے پردہ | ناگہ منتظر کی بن آئی
ہوکے مشتاق دید حسرت دید | پردۂ غیب سے نکل آئی
ایک محو جمال ایک جمیل | اک تماشا تھا اک تماشائی
کھل گیا عقدۂ ونا الجبار | دیکھکر رنگ لطف یکجائی
لی جب آپس کی گرمجوشی سے | راز پنہاں نے شکل پیدائی
باتی اتنا بھی امتیاز نہ تھا | کون مرئی ہے کون ہے رائی
ذات میں ذات ہو گئی واصل | نور میں نور نے جگہ پائی
اسکو کہتے ہیں ایک جا ہونا | اسکو کہتے ہیں شان یکتائی
عجز ادراک پیش کر توفیق | نکر آہنگ خامہ فرسائی
کس نہ بکشاد ایں معمارا | کس نہ دریافت راز تنہائی

رازدار مدعا شق و معشوق
تو کہ کیں طلسم بکشائی

از حضرت توفیق حیدرآبادی
نور اللہ مرقدہٗ



حشر کے دن ہوں گے جتنے انبیاؑ
نفسی نفسی سب کہیں گے برملا

اُمتی فرمائیں گے خیر البشرؐ
ہوں گے شافع حشر کے دن بے خطر

پیشِ حق جائیں گے وہ گریہ کناں
یوں کہیں گے اے رحیم مومناں

ایک جانا میری اُمت نے تجھے
ایک مانا میری اُمت نے تجھے

ہوگئے میرے نواسے بھی قتیل
تاکہ بخشایش کی اُنکے ہو سبیل

اے خدا تو ہے عفوؔ تو ہے رحیم
رحم کر اب ان کی حالت پر کریم

ان پہ ہو جائے اگر تیرا کرم
حشر میں رہجائے گا ان کا بھرم

بت پرستی چھوڑ کر اُمت مری
اے خدا واحد تجھے کہنے لگی

تو نے فرمایا ہے جب لا تقنطوا
بخشدے اب انکو اے غفّار تو

ذبح اسمٰعیلؑ جب ہونے لگے
بچگئے مرضی سے تیرے فضل کے

تھی جو وجہ عفو اُمت درمیاں
دے ہی دی حسینؑ نے بھی اپنی جاں

رحم کر اے مالکِ روزِ جزا
بخشدے اُمت کو میری اے خدا

جب یہ سب فرمائیں گے حضرت نبیؐ
رحمت حق جوش میں آجائے گی

بخشدے گا پیاری اُمت کو خدا
ہوگی اُمت سرخرو روزِ جزا

مومنو! ہشیار ہو آگاہ ہو
شرک و بدعت سے بچاؤ آپ کو

جب رہوگے تم گنہ میں مبتلا
حشر کیا ہوگا کہو روزِ جزا

کافروں کے آگے ہوں گے شرمگیں
ہوگا ناخوش تم سے رب العالمیں

کر لو حضرتؐ کی شفاعت کا خیال
دیکھو حضرتؐ کو نہ ہو اُس دن ملال

نیکیاں کر لو، رہو عصیاں سے باز
رحم تا تم پر کرے وہ بے نیاز

اُسکو حاجت کیا تمھارے ذکر کی ہے مگر بندوں کو لازم بندگی
ماخلقت الجن والانس اے عزیز ہے بشر کے واسطے وجہ تمیز
تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے وہ عقائد اب تمھارے کیا ہوئے
اسقدر دنیا میں تم کو انہماک کچھ نہیں اللہ کا ہے تم کو پاک
اسقدر ہے حق سے غفلت کیوں تمھیں غرق کیوں دنیا کی تم ہو چاہ میں
عاقبت کی بھی تو کر لو فکر کچھ کر لو تم اللہ کا بھی ذکر کچھ
ہائے تم کہلاتے ہو خیر الامم پر معاصی کی پھر ہو یہ کیسا ستم
ظلم کیوں کرتے ہو اپنے نفس پر عاقبت کا کیوں نہیں خوف و خطر
تم کئے جاؤ بھلائی ہر گھڑی نیکیاں دارین میں کام آئیں گی

یہ دُعا فیاض کی ہے اے خدا
کر ہدایت نیک تو سب کو عطا

شمع ھدیٰ
سید حشمت اقبال فیاض

کیا نور ہے دیکھو صلی علیٰ ہے جسکی ضیا انوار وں میں
بجلی میں آگ میں لو میں بھی اور انکے سوا اسرار وں میں
ہے روشنی انکی ہی گویا سورج میں چاند میں تاروں میں
وہ شمع اجالا جسنے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی دنیا کے سب درباروں میں

اس دل میں تو جاتا ہی بس جس دل میں کوئی چور نہو
اس آنکھ میں تو جاتا ہی سما جو آنکھ بہار کور نہو
گر تو نہو یاں ہی اشک سلیماں مار نہو اور مور نہو
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہو
یہ رنگ نہو گلزاروں میں یہ نور نہو سیاروں میں

وہ حبیب خدا محبوب خدا جو سب سے ہے اعلےٰ اور اولیٰ
کیونکر نہوں ہم اسیر خدا کیونکر نہ پڑھیں کلمہ سکا
کیا شان ہے اسکی صلی علیٰ کیا رتبہ ہی اسکا نام خدا
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں

جو چیز نہیں ملتی ہے جہاں وہ چیز وہاں کیونکر دیکھے
ہاں پتھر ہی سے لعل ملے دریا ہی سے موتی نکلے

یہ امر مسلّم ہے ہرگز ہوتا ہی نہیں ہے خلاف اسکے
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے

ڈھونڈے سے ملیگی عاقل کو یہ قرآں کے سپاروں میں

ہیں چار خلیفہ بعد نبی ﷺ ہر ایک ہے انمیں لاثانی
صدیق کوئی فاروق کوئی اور کوئی غنی کوئی ولی

ہیں انکے فضائل بے گنتی کیا شان بیاں کر دوں انکی
ہیں کرتے ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر عثمان و علی

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی ﷺ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

سیّد محمد حسین آزاد حیدرآبادی



آج عالم میں ہے اک دھوم کہ آتے ہیں نبی ﷺ
دیکھنے آئے ملک جنّ و بشر حور و پری

بادہ خوارانِ مئے دید میں چرچا ہے یہی
اک طرف حسن پرستوں کی جماعت ہے کھڑی

یک زباں ہو کے ترانہ یہی سب گاتے ہیں
للہ الحمد رسولِ عربی ﷺ آتے ہیں

دیکھو دیکھو کہ وہ محبوبِ خدا کا آیا
جسکی صورت پہ فدا خلق تو شیدا ہے خدا

ایسی خوبی کا پیمبر نہ تو دیکھا نہ سنا
جسکی پڑتی ہے نظر ہوتا ہے سو جاں سے فدا

سحر آنکھوں میں ہے اور لب پہ مسیحائی ہے
تیرا صانع ہی تری شکل کا شیدائی ہے

کس سے نسبت دوں تجھے بادشہِ جنّ و بشر
دونوں عالم میں نہیں ہے کوئی تیرا ہمسر

حسنِ یوسف ہے تصدق تو فدا شمس و قمر
مختصر یہ کہ تو ہے نورِ خدا سے برتر

تیرے دنداں کی جھلک گوہرِ غلطاں میں نہیں
بات جو لب میں ہے وہ لعلِ بدخشاں میں نہیں

ظلمت کفر ہوئی آنیسے تیرے زائل | سخت جاں بھی دل و جاں سے ہوئے تجھ پر مائل

کرم ایسا ہے کہ خالی نہیں جاتا سائل | اور سچائی ہے ایسی کہ عدو ہے قائل

طاعت حق کیلئے چاہئے طاعت تیری

ایک دن رب سے ملائیگی محبت تیری

نور سے تیرے ہوا دونوں جہاں کا آغاز | اور تو نور ہے اللہ کا اے مایۂ ناز

تیرے آنیسے دو عالم کے کھلے غیبی راز | تجھ میں خالق میں عجب طرح کا ہے راز و نیاز

مرتبہ داں بھی نہ رتبے کو ترے جان سکے

طور پر حضرت موسیٰ بھی نہ پہچان سکے

تیرے آنیسے عیاں ہو گیا گنج مخفی | تو نہ ہوتا تو خدائی بھی نہ پیدا ہوتی

تیرے جلوے سے سیاہی شب عالم کی مٹی | سورۂ شمس ہے تفسیر تری صورت کی

تو ہوا باعث آرام دل زار جہاں

تری تعریف کو سحباں کی بھی قاصر ہے زباں

تیری صورت پہ ہر اک جان سے شیدائی ہے | صورت پاک تری مظہر یکتائی ہے

زلف پرپیچ کا تیرے کوئی سودائی ہے | چشم مشتاق میں تونے ہی جگہ پائی ہے

دیکھتا ہوں میں جسے پاتا ہوں صورت تیری

ذرہ ذرہ پہ ہے واللہ حکومت تیری

ہیں ترے تابع فرماں عرب و ہند و عجم | رعب سے تیرے ہیں شاہان جہاں کے سر خم

کافروں پر بھی ترا ہوتا ہے الطاف و کرم | بادۂ خلق سے ہے دور ہر اک کا غم و ہم

ہاں مجھے بھی مئے دیدار پلا دے ساقی

بیخود و مست تو مجھ کو بھی بنا دے ساقی

مری اک عرض ہے سن لو مرے پیارے سرورؐ | ہو گیا ہوں تپ فرقت سے نہایت مضطر

آؤ یا پاس بلا لو مجھے اے خیر بشر | قابل رحم ہوں اب حال ہے بیحد ابتر

آپکی اک نظر رحم جو مجھ پر ہو جائے

یہ مرا قلب سیہ دام میں منور ہو جائے

اے شہنشاہ! بلا لیجئے اک بار مجھے | اے شہنشاہ! دکھا دیجئے دربار مجھے

جی اٹھوں گا ہوگا اگر آپ کا دیدار مجھے
ہے تمنا کہ ادھر آ کہیں سرکار مجھے
دین و ایمان مرا لے لو دکھا دو صورت
موہنی اپنی مرے دل میں جما دو صورت

کیجئے رحم سکوؔ الم آگیں پہ ذرا
ہے غلام آپ کا اور آپ ہیں اس کے آقا
اک زمانے سے ہے مولا وہ گرفتار بلا
جز تمہارے نہیں ہے کوئی سہارا اس کا
اے خیال نبوی مجھکو وہاں آنے دے
تیری چوکھٹ پہ خدارا مجھے مرجانے دے

شیخ ظہور الحق سکوت

مسدس نعتیہ

برج نبوت کے ماہ۔ نبیوں کے پشت و پناہ
ہو گئی فرد گناہ۔ ساری کی ساری سیاہ
اٹھ نہیں سکتا ہے شاہ ہم سے یہ بار گناہ
ہم پہ ہو ہادیٔ راہ۔ تیرے کرم کی نگاہ
کشتیٔ امت تری۔ ڈوب نہ جائے کہیں
جلد خبر لے نبی۔ غوطہ نہ کھائے کہیں

تو نے دیا ہے سبق ایسا مساوات کا
کفر بھی قائل ہوا۔ تیری کرامات کا
کیسا کیا سد باب۔ ظلم کا بدعات کا
ہم سے ادا شکر یہ کیا ہو عنایات کا
اے شہ والا ہمم۔ جلد ہو لطف و کرم
نام کو جیتے ہیں ہم۔ آگیا اب لب پہ دم

آپ کے اخلاق کا ہو نہیں سکتا بیاں
دشمن جاں سے بھی کیں آپ نے ہمدردیاں
کافر مکہ کے ساتھ۔ باہمہ مکاریاں
شہ والا نے کیں نیکیوں پر نیکیاں
کم تھے کسی سے حضور کونسی کس چیز میں
اور ہی کچھ رنگ تھا حسن دلآویز میں

دین کو دنیا کے ساتھ آپ نے برتا مدام — فطرت و مذہب کا ساتھ نبھائے مرام

خالی از حکمت نہ تھا۔ آپ کا ہر اک کام — آج بھی بگڑا نہیں۔ دیکھئے وہ انتظام

نقش قدم چھوڑ کر آ گئے صحرا میں ہم

اپنی ہی رفتار سے پھنس گئے دنیا میں ہم

کیوں نہ تصدق رہے آپ کا ضو آپ پہ — کیوں نہ مٹا دے ہی آپ کی الفت میں سر

زاہد و عاصی پہ ہے آپ کی یکساں نظر — حشر کے میداں کا کیسے ہو خوف و خطر

آپ نہ ہوتے اگر شافع روز جزا

ہوتی نہ ہم پر حرام ۔ نار سقر مصطفےٰ

میر ہاشم علی ضو



خانۂ کعبہ کا کیا عالم رہے — بت پرستی جب وہاں ہر دم رہے

لات و عزیٰ کی رہے طاعت مدام — ق کفر کے سب مونس و ہمدم رہے

جہل و ظلمت کی سیاہی خوب چھائے — ضابطے اخلاق کے برہم رہے

یہ پسند آیا نہیں اللہ کو — مبتلائے جہل یوں عالم رہے

صاحب اخلاق اک پیدا کیا — تاکہ ان کا مونس و ہمدم رہے

وہ مگر تھے ایسے کچھ وحشی مزاج — سب مخالف ہی رہے برہم رہے

آخر اس شمع ہدایت پر وہی — سب کے سب قرباں ہوئے ہمدم رہے

آج آمد ہے اسی ذی جاہ کی — اب سر تسلیم سب کا خم رہے

الصلوٰۃ والسلام اے شاہ دین — آپ کے پیرو بہت ہی کم رہے

رحم ہو یا رحمۃ للعالمین — قوم کب تک مبتلائے غم رہے

آپ اگر چاہیں تو بیڑا پار ہو — قوم کا شیرازہ کیوں برہم رہے

تا قیامت یا شفیع المذنبیں — دین کا اُڑتا ہوا پرچم رہے
تجلی نعت میں کوئی غزل — جس میں جوش طبع کا عالم رہے

مبتلائے درد و رنج و غم رہے — آپ کے خادم کا یہ عالم رہے
یا رسول اللہ اب لیجئے خبر — تا کجا دل مبتلائے غم رہے
حشر کے میدان میں کیوں منفعل — امتِ سردار دو عالم رہے
تمنا ہے یہی ہے آرزو — روضۂ سرکار پر سر خم رہے
... کی شوق دید میں — سلسلہ جنبانِ جنوں پیہم رہے
یہ ہمیں معلوم کہ خادم آپ کا — تشنہ کام کوثر و زمزم رہے
... بخشش کی تاثیر سے — حیرت آئین عیسیٰ مریم رہے
... تخلیق حضرت کے خود — حضرت حوا رہیں آدم رہے
شوق دیدار مدینہ کم نہ ہو — اس تنِ خاکی میں جبتک دم رہے
عشق حضرت ہی رہے دل میں مدام — دردِ دل بڑھکر رہے یا کم رہے
شوق دیدار رسول اللہ میں — رشک جیحوں دیدۂ پرنم رہے
دل منور آپ کے جلوے سے ہو — اور ٹھنڈا دیدۂ پرنم رہے
تھا برا ایسا کہ میری زیست تک — کاتب اعمال ہی برہم رہے
زخم تیغ ہجر احمد سے شفا — کیوں جگر منت کش مرہم رہے
شمع ہدایت جلوہ گر — روشنی ایمان کی مدھم رہے
... گلبرگ میں ... گرم ہو — شربت بطحی میں میرا دم رہے
تجلی حشر کا کیا خوف جب — مہربان سردار دو عالم رہے

ہست قرآن مبین این روئے رخشان شما — معنی واللیل شد زلف پریشان شما
اندرون چاہ بابل دو اسیر اند و بس — صد ہزاران قیدئ چاہ زنخدان شما
والضحیٰ تفسیر آں رخسار پر نور ہست — ہست مازاغ البصر تفسیر مژگان شما
تابع فرمان تو جن و بشر حور و ملک — حکم حق اندر حقیقت است فرمان شما
فاضل بیچارہ وصف تو چساں گوید غنا — خود خدا چوں گفت مداح و ثنا خوان شما



اگر

نی دوکان کے بہترین خوشنما بورڈ بنوانے ہوں یا اشتہار و قطعات پر

م کی گلکاری یا تصاویر بنوانی ہوں یا کتب کے عمدہ ٹائیٹل دکارن

ل پنٹ، واٹر پنٹ کام لینا ہو تو پتہ بالا پر ہم سے

دریافت یا خط و کتابت فرمائیے

علمی ادبی تمدنی تاریخی معاشرتی فلسفیانہ مضامین کا گنجینہ

تاج

اردوئے قدیم نمبر

مدیر - غلام محمد انصاری (اعزازی)

رفیق مدیر - رگھناتھ راؤ درد

تاج پریس میں چھپا

دفتر رسالہ تاج چھتہ بازار حیدرآباد دکن سے شائع ہوا

تاج پریس

قیمت سالانہ

الحمد للہ والمنۃ

رسالۂ تاج کا "اردو کے قدیم نمبر" جس کا آٹھ دس ماہ سے شہرہ ہو رہا تھا نظر افروز ناظرین ہو رہا ہے۔ اس نمبر کو کامیاب بنانے میں جتنی کوشش کی گئی وہ اظہر من الشمس ہے۔ محققانہ مضامین کے لکھوانے میں جسقدر تگاپو کرنی پڑتی ہے اور جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں اُن کو مضمون کی اہمیت سمجھنے والے حضرات زیادہ محسوس فرما سکتے ہیں۔

رسالۂ تاج کے اجراء سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ ہم صحیح معنوں میں ملک کی خدمت انجام دیں اور اُن جواہر پاروں کی چمک دمک سے علمی دنیا کو چمکا دیں جو بڑی مشکلوں سے دستیاب ہوتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ قدردانان تاج کے پاس یہ انمول علمی جواہر محفوظ ہو جائیں اور وہ ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔ ابھی ہم کو اپنے مقاصد میں خاطر خواہ بہت کم کامیابی ہوئی ہے تاہم ہماری اِن خدمات کو بنظر استحسان دیکھا گیا اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس قدردانی نے ہمارے ارادوں کو اسقدر بلند کر دیا ہے کہ ہم آئندہ سال رسالہ تاج کے وجود کو پہلے سے زیادہ کارآمد ثابت کریں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے آئندہ سال کے لائحہ عمل سے ناظرین تاج نہایت محظوظ ہونگے اور اسکی اس اچانک ترقی پر متعجب ہونگے

آئندہ شائع ہونے والے نمبروں میں بہت سے قابل افراد کے قلم کے لکھے ہوئے مضامین ہونگے اور اس رسالہ کی ابتدا **علامہ سید جلال** کے ایک بسیط اور محققانہ مضمون سے ہوگی جسکا عنوان ہے کہ:-

"ہندوستان کا سب سے بڑا انشاء پرداز کون تھا"

رسالہ تاج آئندہ سے ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر شائع ہوتا رہیگا جسکے مصارف سابق سے زیادہ ہونگے اسلئے تاج کی قیمت میں آئندہ سے صرف آٹھ آنہ سالانہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو المضاعف مصارف کے مقابلہ میں بہت کم ہے لہذا آجکے سالانہ [illegible] کے تاج کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ ہوگی۔ جو حضرات ماہ آذر سے خریدار ہیں انکی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ آٹھ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر اطلاع فرما دینگے یا بذریعہ وی پی وصولی مزید کی اجازت مرحمت فرمائی جائیگی۔

رسالہ بروقت شائع کرنے کا ہم نے انتظام کر لیا ہے، ناظرین اس سے مطمئن رہیں کہ "اردو کے قدیم نمبر" کی وجہ سے جو تاخیر ہوئی ہے اس کی تلافی رسالہ کی بروقت اشاعت سے ہو جائیگی آئندہ علی التسلسل چار نمبر عنقریب نذر ناظرین کئے جائینگے امید کہ آپ اردو کے قدیم نمبر کی تاخیر اشاعت کو اسکی اہمیت کے لحاظ سے معاف فرمادینگے

مدیر